لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم ایٰتہ و یزکیهم ویعلمهم الکتاب و الحکمة
امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ماخوذ
(۳۶۶۳) احادیث و آثار اور (۵۵۵) افاداتِ رضویہ پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گرانمایہ
المختارات الرضویه
من الاحادیث النبویه
والآثار المرویه
المعروف بہ
جامع الاحادیث
جلد دہم
مع افادات
مجدد اعظم
امام احمد رضا
محدث بریلوی قدس سرہ
تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ
مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ و یزکیھم ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ماخوذ (۳۶۶۳) احادیث

وآثار اور (۵۵۵) افاداتِ رضویہ پر مشتمل علوم ومعارف کا گنج گرانمایہ

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویہ والاثار المرویہ

المعروف بہ

جامع الاحادیث

مع افادات

مجددِ اعظم **امام احمد رضا** محدث بریلوی قدس سرہ

جلد دہم

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

سلسلہ اشاعت......

نام کتاب.................. **جلد دہم**

اصلاح ونظر ثانی.............. بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ مبارک پوری

ترتیب وتخریج............... مولانا محمد حنیف خاں رضوی صدرالمدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف

پروف ریڈنگ............. مولانا عبدالسلام صاحب رضوی استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف

کمپوزڈ سیٹنگ...... ...... محمد ارشد علی جیلانی جبل پوری۔ محمد تطہیر خاں بریلوی

تعداد.................. (۱۰۰۰)

سن اشاعت............. ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

قیمت....................

ملنے کے پتے

۱۔ مرکز اہل سنت برکات رضا امام احمد رضا روڈ پوربندر گجرات

۲۔ کتب خانہ امجدیہ مٹیا محل جامع مسجد دہلی

۳۔ رضا دارالاشاعت آنند وہار بریلی شریف

سورۃ الشعراء

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۲۸﴾اتبنون بکل ریع اٰیۃً تعبثون۔☆

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو۔

﴿۱۲۹﴾ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ۔☆

اور مضبوط محل چنتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ سیدنا ھود علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا: اس آیت کریمہ میں بعض نے کہا راستوں میں مسافروں کیلئے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے۔

”ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی وابوالسعود والجمل قال فی الانوار (آیۃ) علما للمارۃ (تعبثون) ببنائھا اذ کانوا یھتدون بالنجوم فی اسفارھم فلا یحتاجون الیھا فاوردان لا نجوم بالنھار وقد یحدث باللیل من الغیوم ما یستر النجوم واجاب فی العنایۃ بانھم لا یحتاجون الیھا غالبا اذمر الغیم نادر لا سیما فی دیار العرب“

اس کو کبیر میں ذکر کیا اور اس کی پیروی بیضاوی، ابوالسعود اور جمل نے کی، انوار میں فرمایا (آیہ) گزرنے والوں کیلئے نشانی

(تعبثون) تم اسکی عمارت کا مذاق اڑاتے تھے۔ کیونکہ تمہارا کہنا تھا کہ ہم ستاروں سے ہدایت پاتے ہیں تو اس عمارت کی کیا ضرورت تھے اور یہ اعتراض کیا ہے کہ دن میں ستارے کیوں نہیں ہوتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رات میں بادل کی وجہ سے ستارے نظر نہیں آتے ہیں، اس کا

جواب عنایہ میں یہ ہے کہ وہ بالعموم اس کے محتاج نہیں، کیونکہ بادل شاذ و نادر ہوتے ہیں خاص طور پر دیار عرب میں۔

اقول اولا : لم یجب عن النھار وانما به اکثر الاسفار وثانیا: ان سلم الندور فعمل ما یحتاج الیه ولو احیانا لا یعد عبثا،قال مع انه لو احتیج الیها لم یحتج الی ان یجعل فی کل ربع فان کثرتها عبث "

اقول اولا: دن میں واجب نہیں اور بیشک اکثر سفر اسی میں ہوتے ہیں۔

ثانیا: اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ نادر ہوتا ہے تو ایسا کام جس کی کبھی کبھار ضرورت ہوتی ہو عبث شمار نہیں ہوتا، فرمایا مع اس کے کہ اگر اس کی حاجت ہے تو یہ حاجت نہیں کہ ہر چوتھائی میں کیا جائے کیونکہ اس کی کثرت عبث ہے۔

اقول: ھذا منزع اخر فلا یرفع الایراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اماکنھا المرتفعة تغنی عنھا فھی عبث "

یہ دوسرا منزع ہے مگر قاضی پر سے اعتراض کو دور نہیں کرسکتا ہے، فرمایا: فاضل یمنی کہتے ہیں کہ اس کے بلند مکانات اس سے بے نیاز کرتے ہیں تو وہ عبث ہے۔

اقول اول:ا ارتفاع الاماکن لا یبلغ بحیث یراھا القاصد من ای مکان قصد وثانیا: ھو منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار وبالجملة ھو وجه زیف ولا اعلم له سندا من السلف ولقد احسن النیسابوری اذ سقطه من تلخیص الکبیر "

اقول: مکان اتنے بلند نہیں ہوتے کہ ہر دور دراز کا شخص انکو دیکھ لے۔

دوم: یہ تیسرا منزع ہے اور ہمارا کلام انوار کے کلام میں ہے اور خلاصہ یہ کہ یہ وجہ ٹھیک نہیں ہے، اور میرے علم میں اس کی کوئی سند سلف سے نہیں ہے اور نیشاپوری نے اچھا کیا کہ اس کو تلخیص کبیر سے ساقط کردیا۔

اقول: وتعبیری اذ قلت یبنون من دون حاجة ایضا احسن من تعبیر الکبیر من تبعه کماتری "

میں نے جو تعبیر کی ہے کہ بلا حاجت بناتے ہیں یہ بھی کبیر اوران کے متبعین کی تعبیر سے

بہتر ہے جیسا کہ تو نے دیکھا۔

امام مجاہد و سعید بن جبیر نے فرمایا: جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔

رواہ عن الاول ابن جریر فی (آیۃ) وھوو الفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی (مصانع) وعزاہ للثانی فی المعالم"

پہلے سے ابن جریر نے روایت کی (آیۃ) میں اور وہ اور فریابی اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور منذر کے دونوں بیٹوں نے، اور ابو حاتم نے (مصانع) میں اور دوسرے کی طرف اس کو معالم میں منسوب کیا۔

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبر و تفاخر کے لئے بناتے۔

ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابنا حمید وجریر والمنذر وابی حاتم عن مجاھد وتتخذون مصانع قال قصورا مشیدۃ وبنیانا مخلدا ولا بن جریر عنہ قال آیۃ بنیان ۔"

کبیر نے ذکر کیا، ان کے بعد فریابی اور ابناء حمید و جریر اور منذر اور ابی حاتم نے مجاہد سے، مکان بناتے ہیں اونچے اونچے محل ہمیشہ رہنے والے، ابن جریر نے آیۃ بنیان کہا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف جاتے ان پر محل بنائے تھے کہ ان میں بیٹھ کر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے "ذکرہ فی مفاتیح الغیب ورغائب الفرقان " مفاتیح الغیب اور رغائب الفرقان میں اس کا ذکر کیا گیا۔ یا سر راہ بناتے ہیں ہر راہ گیر سے ہنستے " ذکرہ البغوی والبیضاوی وابو السعود واقتصر علیہ الجلال ملتزما الاقتصار علی اصح الاقوال" (ذکر کیا بغوی اور بیضاوی اور ابو السعود نے، اختصار کیا جلال نے، اختصار اقوال اصح میں لازم ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۵۱تا۷۵۳)

﴿۲۱۸﴾الذی یرٰک حین تقوم ۔☆

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔

﴿۲۱۹﴾وتقلبک فی السجدین۔☆

اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

﴿۲۲۰﴾انه هو السميع العليم۔☆

بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت ۲۱۹ میں حضور علیہ السلام کے آبائے کرام کو ساجدین فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ وہ سب موحد مؤمن تھے، مندرجہ ذیل حدیث میں اسی مطلب کی وضاحت ہے)

عن عبد الله بن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : لم يزل الله ينقلنى من الاصلاب الطيبة الطاهرة مصفى مهذبا ، لا تتشعب شعبتان الا كنت فى خيرهما۔وفى رواية ، من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات۔ و فى رواية من الاصلاب الكريمة و الارحام الطاهرة حتى اخرجنى من بين ابوى۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ، جب دو شاخیں پیدا ہوتیں میں بہتر شاخ میں تھا۔ایک روایت میں ہے، میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔ایک روایت میں یوں ہے کہ ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تو ضرور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین وامہات کرائمہ طاہرات سب اہل ایمان وتوحید ہوں کہ بنص قرآن عظیم کسی کافر و کافرہ کے لئے کرم و طہارت سے حصہ نہیں۔یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامۃ الوری فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے افادہ فرمائی، اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوی وعلامہ تلمسانی شارح شفا وامام ابن حجر مکی وعلامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید وتصویب کی۔

مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالی عنہما اہل توحید و اسلام و نجات تھے، بلکہ حضور کے آباو امہات حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک مذہب ارجح میں سب اہل اسلام و توحید ہیں۔

”قال اللہ تعالی :الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین“ اللہ تعالی نے فرمایا: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازوں میں تمہارے دورے کو۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا۔ اور حدیث میں ہے کہ رب عزوجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلاب طیبہ و ارحام طاہرہ میں رکھوں اور رب عزوجل کبھی کسی کافر کو طیب و طاہر نہ فرمائے گا،” انما المشرکون نجس “ بیشک مشرکین نجس ہیں۔ اس بارے میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے ”شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام“ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس باب میں چھ رسالے لکھے۔” فشکر اللہ سعیہ واجزل ثوابہ“ (اللہ تعالی ان کی کاوش قبول فرمائے اور انہیں اجر عظیم سے نوازے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۲۷۳)

سورۃ النمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۲۳〉انی وجدت امراۃ تملکھم واوتیت من کل شیء ولھا عرش عظیم ۔☆

میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں (**امراۃ تملکھم** سے) بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمایا، تو رعایہ کے آزاد و غلام سب اس کے مملوک ہوئے، مگر کوئی محبوبان خدا کو اپنا مالک اور اپنے آپ کو مملوک کہے وہابیہ کے دین میں مشرک ٹھہرے۔ (الامن والعلی ص ۸۸)

〈۲۴〉قالت ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھآ اذلۃ ج وکذلک یفعلون۔☆

بولی بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

〈۲۵〉قل لا یعلم من فی السمٰوت والارض الغیب الا اللہ ط وما یشعرون ایان یبعثون ۔☆

تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سے مراد وہی علم ذاتی و علم محیط ہے

خالص الاعتقاد۔(۱۲تا۱۴)

(۸۰)انک لا تسمع الموتٰی ولا تسمع الصم الدعآ اذا ولوا مدبرین۔☆

بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب پھریں پیٹھ دے کر۔

﴿۴﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے نہ نفی سماع۔پھر اسے محل نزاع (سماع موتی) سے کیا علاقہ۔نظیر اس کی آیت کریمہ " انك لا تهدی من احببت " ہے۔اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا" ولکن الله یهدی من یشاء " یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے،یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا: " ان الله یسمع من یشاء " بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔

مرقاۃ شرح مرقاۃ میں ہے:

" الآیة من قبیل انك لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء "

یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے: بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

جواب دوم:نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سماع قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے:وہ میری نہیں سنتا،کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃ کان تک آواز نہیں جاتی،بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے،مانتا نہیں۔اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا،آیہ کریمہ میں اسی معنی کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا،خود اسی آیہ کریمہ ' انك لا تسمع الموتی " کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

" ان تسمع الا من یومن بآیتنا فهم مسلمون " تم نہیں سناتے مگر وہی جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

اور پر ظاہر کہ پند ونصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگی دنیا ہے، مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سنے سے کچھ حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام" الآن وقد عصیت قبل "کیا اب، جبکہ اس سے پہلے نافرمان رہے۔ تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے۔

علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:

السماع المنفی فی الآیۃ السماع النافع وقد اشار الی ذلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ" آیت میں جس سننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماع نافع کے معنی میں ہے، اور اس کی طرف حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے:

" سماع الموتی کلام الخلق حق قد جاءت به عندنا الاثار فی الکتب وایة النفی معناها سماع هدی لا یقبلون ولا یصغون للادب "

مردوں کا کلام مخلوق سننا حق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔ اور آیت نفی کا معنی سماع ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں دھرتے۔

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیۂ سورۃ فاطر فرمایا:

" شبه الکفار بالموتی حیث لا ینتفعون بمسموعهم "

کفاروں کو مردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ سنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

مولانا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں فرمایا:

"النفی منصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع "

مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سننا نفع بخش نہیں ہوتا۔

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، موتی سے، موتی کون ہیں؟ ابدان، کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے، جس کی تصریحات بعونہ تعالی آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی؟ " من فی القبور " سے، یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں

کون ہے؟ جسم، کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عز واکرام میں ہیں، جس طرح ارواح کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت وآلام میں۔

امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

" لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھو الروح "

ہم یہ دعوی نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو روح ہے۔

شاہ عبد القادر صاحب برادر حضرت شاہ عبد العزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ " وما انت بمسمع من فی القبور " فرماتے ہیں:

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں، بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، نہیں سن سکتا۔

یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے، پھر ان کی تصریحیں کلمات علماء دیکھیں " کما سمعت و للہ الحمد " جیسا کہ آپ نے سنا اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے۔ اور ابھی ائمہ وعلما کے جواب اور بھی ہیں۔

" وفیما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللہ یسمع من یشاء ویھدی الی صراط الحمید "

اور جو ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس کے لئے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذات حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۷۰۰ تا ۷۰۳)

سورۃ القصص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۵) فجاءتہ احدھما تمشی علی استحیاء ز قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا ط فلما جاءہ وقص علیہ القصص لا قال لا تخف قف نجوت من القوم الظلمین۔☆

تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے جب موسیٰ اس کے پاس آیا اور اسے باتیں کہہ سنائیں اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تمام اہل زبان کا اس پر اتفاق ہے کہ لفظ کے معنی حقیقی جب تک بن سکیں معنی مجازی مراد لینے کی کوئی سبیل نہیں۔ اور یہ واضح ہے کہ علی کو عند یا باء یا مبالغہ کیلئے لینا اس کے معنی مجازی ہوں گے کہ اس کے معنی حقیقی تو لازم کرنے کے ہیں جیسا کہ اصول امام شمس الائمہ اور کشف امام بخاری میں ہے۔

اما علی فللا لزام با عتبا ر اصل الوضع ۔ علی وضع کے اعتبار سے الزام کے لئے ہے۔

تحریر امام ابن ہمام اور تقریب امام ابن امیر الحاج میں ہے:

وھو الذی اللزوم ھو معنی الحقیقی۔ لزوم ہی علی کے معنی حقیقی ہیں۔

اور رضی شرح کافیہ میں ہے: منہ سر علی اسم اللہ ای ملتزما ۔ اس محاورہ سے ہے

اللہ کے نام پر سیر کرو یعنی اسکو لازم پکڑو۔

قرآن عظیم میں یہ لفظ اسی معنی میں وارد ہوا۔ ارشاد الٰہی ہے:

فجا ئته احدٰ هما تمشی علی استحیا ء۔ ای ملا زمة للحیا ۔ ان دو عورتوں میں سے ایک شرم کرتی ہوئی آئی یعنی وہ شرم کو لازم کئے ہوئے تھیں۔

(شمائم العنبر ۲۹۵۔۲۹۶)

﴿۵۶﴾انک لاتهدی من احببت ولٰکن الله یهدی من یشآء ج وهو اعلم بالمهتدین ۔☆

بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

﴿۲﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔

معالم التنزیل میں ہے:نزلت فی ابی طالب۔

جلالین میں ہے:نزل فی حرصه ﷺ علی ایمان عمه ابی طالب ۔

مدارک التنزیل میں ہے: قال الزجاج اجمع المفسرون انها نزلت فی ابی طالب ۔

کشاف زمخشری و تفسیر کبیر میں ہے: قال الزجاج اجمع المسلمون ا نها نزلت فی ابی طالب۔

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں:

اجمع المفسرون علیٰ انها نزلت فی ابی طالب و کذا نقل اجما عهم علیٰ هذا الزجاج وغیره ۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ہے:لقوله تعالیٰ فی حقه باتفاق المفسرین انك لا تهدی من احببت۔

صحیح حدیث میں اس آیہ کریمہ کا سبب نزول یوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین ﷺ نے ابو طالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش

عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا۔اس پر رب العزت تبارک وتعالٰی نے آیۂ کریمہ اتاری۔یعنی اے حبیب تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کر چکے، ہدایت دینا اور دل میں نور ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار ہے،اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان وجامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وسلم لعمه وزاد سلم فی اخری عند الموت) قل لااله الا الله اشهد لك بها یوم القیمة، قال لو لا ان تعیر نی قریش یقولون انما حمله علی ذلك الجزع لا قررت عنیك فانزل الله عزوجل انك لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء ۔

معالم ومدارک وبیضاوی وارشاد العقل السلیم وخازن وفتوحات الهیہ وغیرہا تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

ایمان ابوطالب ۔(۹ تا ۱۰)

سورۃ العنکبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۶۹﴾والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ط وان اللہ لمع المحسنین۔☆

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ ورسول جل وعلاوصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں، ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ ورسول کے لئے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دنیوی اُخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں، ان کے لئے وصل ذات ہے جن کو فرمایا:" وَالَّذِینَ جَاھَدُوا فِینَا لَنَھدِیَنَّھُم سُبُلَنَا " جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لئے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی ابھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں، باقی کی تلاش ہے قرآن وحدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو (اس آیت میں بیان) فرمایا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶۴۴/۵)

سورۃ الروم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾غلبت الروم ۔☆

رومی مغلوب ہوئے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ان ابا بکر رضی اللہ تعالی عنہ قبل الھجرۃ حین انزل اللہ تعالی "الم غلبت الروم" قالت لہ قریش :ترون ان الروم تغلب قال :نعم ،قال: ھل لک ان تخاطرنا فخاطرھم فاخبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :اذھب الیھم فزدفی الخطر ففعل وغلبت الروم فارسا فاخذ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاجازہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو القمار بعینہ بین ابی بکر ومشرکی مکۃ وکانت مکۃ دار شرک لان مالھم انما یحرم علی المسلم اذاکان بطریق الغدر فاذا لم یاخذ غدراً فبأی طریق یاخذہ حل بعد کونہ برضا بخلاف المستأمن منھم عندنا لان مالہ صار مخطورا باالامان فاذا اخذہ بغیر الطریق المشروع یکون غدراالا انہ لا یخفی انہ انما یقتضی حل مباشرۃ العقد اذا کانت الزیادۃ ینالھا المسلم وقد التزم الاصحاب فی الدرس ان مرادھم من حل الربا والقمار اذا حصلت الزیادۃ للمسلم الی العلقوان کان اطلاق الجواب خلافہ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

فتاوی رضویہ قدیم (۲/۹۔۲۹۳)

﴿۲۱﴾ومن اٰیتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوٓا الیھا

وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ط ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون ۔☆

اوراس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اورتمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت والفت پیدا کرتا ہے۔

عن محمد بن عبداللہ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اِنَّ لِلزَّوْجِ مِنَ الْمَرْاَۃِ لَشُعْبَۃً مَاھِیَ لِشَیْءٍ ۔

حضرت محمد بن عبداللہ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میاں بیوی کے درمیان اتنی محبت ہوتی ہے جودوسرے کسی سے نہیں ہوتی۔

فتاوی رضویہ ۵/ ۲۶۵

﴿۳۱﴾منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلٰوۃ ولاتکونوا من المشرکین ☆۔

اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے اوراس سے ڈرواور نماز قائم رکھواور مشرکوں سے نہ ہو۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بلاشبہ صدہاصحابہ کرام وتابعین عظام ومجتہدین اعلام وائمۂ اسلام علیہم الرضوان کا یہ ہی مذہب ہے کہ قصداً تارک صلاۃ کافرہےاور یہ ہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اورخودقرآن کریم کی اس آیت سے مستفاد۔

زمانہ سلف صالح خصوصاً صدراول کے مناسب یہی حکم تھا،اس زمانہ میں ترک نماز علامت کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھامگر کافر سے، جیسے اب زنار باندھنایا قشقہ لگانا علامت کفر ہے، جب وہ زمانہ خیر گزرگیااورلوگوں میں تہاون آیاوہ علامت ہوناجاتارہااوراصل حکم نے عود کیا کہ ترک نماز فی نفسہ کفرنہیں جب تک اسے ہلکایاحلال نہ جانے یافرضیت نماز سے منکرنہ ہو، یہی مذہب سیدناامام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے۔

حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلاف تحقیق و نا منصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حنفیت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ وائمہ کے موافق ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۱۹/۵)

﴿۳۹﴾وما اٰتیتم من ربا لیربوا فیۤ اموال الناس فلا یربوا عند اللہ ج وماۤ اٰتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون۔☆

اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال پر بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انہیں کے دونے ہیں۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الم تر الی الرجل یقول للرجل لا ھولنک فیعطیہ فھذا لا یربو اعند اللہ لانہ یعطیہ لغیر اللہ لیثری مالہ "

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کردوں گا پھر اسے دیتا ہے تو دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اس نے غیر خدا کے لئے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھادوں۔

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

کان ھذا فی الجاھلیۃ یعطی احدھم ذاالقرابۃ المال یکثربہ مالہ "

یہ زمانہ جاہلیت میں تھا، اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے۔

رواھما ابن جریر۔

دیکھو فعل فی نفسہ مثمر ثمرۂ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلۂ رحم و مواسات پر مشتمل تھا جبکہ اس نے اس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدہ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے، ان تفاسیر کا وہی مآل ہوا جو (۹ و ۱۰) میں ملحوظ تھا مفردات راغب میں ہے: "لعب فلان اذا کان فعلہ غیر قاصد بہ مقصدا صحیحا" (جب کوئی اپنے فعل میں مقصد صحیح کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو کہا جاتا ہے، لَعِبَ فُلَان۔ت)

سادسا: غرض وہی فائدہ مقصودہ ہے اور صحیح یہ ہی ہے کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی

،معنی کوادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریف سوم ودہم اوضح واخصر تعریفات ہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول سمین وجمل ''العبث اللعب مالا فائدۃ فیہ وکل مالیس فیہ غرض صحیح ''(عبث لعب بے فائدہ جن میں غرض صحیح نہ ہو۔ت)

سابعا: ہم بیان کرآئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جو بے غرض صحیح ہے ضرور بغرض صحیح ہے تو (۱ و۳) کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنون ہوں گے۔

ثامنا: شرعی سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگر چہ مطلب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدم قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث آحاد وقیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضہ کتاب کے وقت نا مقبول امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں ''لانہ غیر مفید'' (اس لئے کہ یہ غیر مفید ہے۔ت) فرمانا اس کی طرف مشعر ہوسکتا ہے اس تقدیر پر (۲) اول اور (۴) سوم کی طرف عائد اور ظاہر ہوا کہ بارہ تعریفوں کا حاصل واحد۔

اقول: مگر غیر شرعی سے متبادر تر غرض مطلوب فی الشرع ہے اب یہ تخصیص بحسب مقام ہوگی کہ ان کا کلام عبث فی الصلاۃ میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرع ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔ آخر نہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے کے لئے دامن اٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرع نہیں اور پیشانی سے پسینہ پونچھنا بآنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلا کراہت روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اس کا ازالہ غرض مطلوب شرع ہوگیا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۴۳تا۷۴۴)

﴿۴۷﴾ولقد ارسلنا من قبلک رسلا الی قومهم فجآء وهم بالبینٰت فانتقمنا من الذین اجرموا ط وکان حقًا علینا نصر المؤمنین۔☆

اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”لا تزال طا ئفة من امتی ظا هرين على الحق لا يضرهم من خذلهم و لا من خا لفهم حتی يا تی امرالله و هم على ذلك غا لباً“ میری امت کاایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والا ان کوضرر نہ پہنچائے گا حتی کہ وہ گروہ اس کا حکم آنے تک اس پر غالب رہے گا۔

یہاں امر اللہ وہ وعدہ صادقہ ہے جس میں سلطان اسلام شہید ہوں گے اور روئے زمین پر اسلامی سلطنت کا نام نہ رہے گا، تمام دنیا میں نصاریٰ کی سلطنت ہوگی، اگر معاذ اللہ وہ وقت آگیا ہے جب تو کوئی چارہ کار نہیں، شدنی ہوکر رہے گی، مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اسکے متصل ہی حضرت امام کا ظہور ہوگا، پھر سیدنا روح اللہ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوۃ والسلام نزول اجلال فرمائیں گے اور کفر تمام دنیا سے کافور ہوگا، تمام روئے زمیں پر ملت ایک ملت اسلام ہوگی اور مذہب ایک مذہب اسلام اہل سنت ہوگا۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی انشاء اللہ وہ وقت نہیں آیا، اگر ایسا ہے تو ضرور نصرت الٰہیہ نزول فرمائے گی اور کفار ملاعنہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے، بہر حال بندگی بیچارگی دعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالت زار پر رحم فرمائے اور اپنی نصرت اتارے، یعنی جھٹکے جو پہنچ گئے ہیں انہیں پر ” زلـزلـوا زلـزالا شديدا“ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ کو ختم فرمادے اور ” الا ان نـصـر الـله قريب “سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ کی بشارت سنادے۔ ”حسبنا الله و نعم الو كيل “۔

آپ پوچھتے ہیں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں، اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کے جان ومال جنت کے عوض خریدے ہیں، ”ان الـلـه اشترى من الـمؤمنين انفسهم و اموالهم با ن لهم الجنة “ بیشک اللہ نے مسلمانوں کے جان اور مال خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

مگر ہم ہیں کے مبیع دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار، ہندی مسلمانوں میں طاقت کہاں کہ وطن ومال وعیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دور جائیں اور میدان جنگ میں مسلمانوں کا

ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں، اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں، وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے، یہاں وہی جلسے ہیں، وہی رنگ، وہی ٹھیٹر وہی امنگ، وہی تماشے وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔ ابھی ایک شخص نے ایک دنیا وی خوشی کے نام سے پچاس ہزار دیئے، ایک عورت نے ایک چین وچنان جرگہ کو پچاس ہزار دیئے، ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ دیئے، اور یونیورسٹی کے لئے تو تیس لاکھ سے زائد جمع ہوگیا، ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لئے چھبیس ہزار کا چندہ ہوا، بمبئی میں ایک کم درجے کے شخص نے صرف کوٹھری چھبیس ہزار روپے کی خریدی فقط اس لئے کہ اس کے وسیع مکان سکونت سے ملتی تھی، جسے میں بھی دیکھ آیا ہوں، اور مظلوم اسلام کی مدد کے لئے جو کچھ جوش دکھائے جارہے ہیں آسمان سے بھی اونچے ہیں، اور جو اصلی کارروائی ہورہی ہے زمین کی تہ میں ہے، پھر کس بات کی امید کی جائے، بڑی ہمدردی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو، میں اسے پسند نہیں کرتا، نہ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں، اول تو یہ بھی کہنے کے الفاظ ہیں نہ اس پر اتفاق کریں گے، نہ ہرگز اس کو نبھائیں گے، اس عہد کے پہلے توڑنے والے جنٹلمین حضرات ہی ہوں گے جن کی گذر بغیر یورپین اشیاء کی نہیں، یہ تو سارا یورپ ہے، پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا، اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کتنوں نے نباہا، پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا، اور ہو بھی تو کیا فائدہ کہ وہ سو ترکیبوں سے اس سے دہ گنا ضرر پہنچا سکتے ہیں، لہذا ضرر رسانی کا ارادہ صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی، بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں، اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں، ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو ان لڑائیوں ہی پر کیا موقوف تھا، ویسے ہی چاہئے تھا کہ:

اولاً: باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ ووکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت

وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا صناعی کی گھڑنت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اوراس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدارس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بینک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگراور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اوراس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقیہ الفاہم میں چھپ چکا ہے، ان جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اوران کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اورآئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہو چلی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر بنیوں کی جائداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی تو یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے چنگے۔

رابعاً: سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا، اوراسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا " فانا للہ وانا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۱۴۲ تا ۱۴۵)

﴿۵۱﴾ولئن ارسلنا ریحًا فراوہ مصفرًا لظلوا من بعدہ یکفرون۔☆

اوراگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضروراس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔

﴿۵۲﴾فانک لاتسمع الموتٰی ولاتسمع الصم الدعآء اذا ولوا مدبرین۔☆

اس لئے کہ تم مردوں کو نہیں سناتے اورنہ بہروں کا پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دیکر پھریں۔

﴿۵۳﴾وماانت بھٰذا العمی عن ضلٰلتھم ان تسمع الامن یؤمن بأیٰتنا فھم مسلمون۔☆

اورنہ تم اندھوں کوانکی گمراہی سے راہ پر لاؤ تو تم اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر

ایمان لائے تو وہ گردن رکھے ہوئے ہیں۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعینہ اس طرح "انك لاتسمع المو تی" سے آخر تک سورۂ نمل میں ہے:

سورۂ فاطر میں:

انـما تنذ ر الذین یخشو ن ربهم با لغیب واقامو ا الصلوٰة ومن تز کی فانما یتز کی لـنـفسه والی الله المصیر وما یستوی الا عمیٰ والبصیر ولا الظلما ت ولا الـنو ر ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیا ء ولا الاموات ط ان الله یسمع من یشا ء ط وما انت بمسمع من فی القبو ر ان انت الا نذیر"

بیشک تمہارا سنانا ان ہی کو کام دیتا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم کریں، اور جو ستھرا بنے تو وہ اپنے نفع ہی کے لئے ستھرا ہوگا اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، اور برابر نہیں نابینا اور بینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے اور مردے۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں، تم تو صرف ڈر سنانے والے ہو۔

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں کو کیوں پکار رہے ہو، وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

خامسا: قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لئے یہ کلام پاک اترتا تو فاطر والی آیت نمل وروم میں کی ایک کافی تھی، " انك لا تسمع " جدا اور "ما انت بمسمع" الگ اترنے کی کیا حاجت تھی؟ نمل وروم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادت فا کا فرق ہے، اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لئے ایک بار " انك لا تسمع " آخر تک سناتے پھر اسی وقت " فا نك لا تسمع '' آخر تک سناتے۔ لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جدا نہیں ہوسکتی، اور جب مکہ معظمہ میں پیش ہجرت انکار اتر چکا تھا تو اب سیدنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا

سادسا: ظاہر حس وعقل بالبداہتہ جسم میت کے معطل وبے حس ہونے پر شاہد ہے، اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امور غیبیہ سے ہے۔ اب سیدنا صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن کریم کا معاذاللہ اس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اولاً عیاذاً باللہ حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجما بالغیب کلام فرمادیا، یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگایا تھا، یایوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذاللہ خلاف واقع آئی، پھر اس کا رداترا، تمہارا ایمان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو

سابعاً: اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقیناً حتماً جزماً آیات مذکور

آیت کریمہ " فلم تقتلو ھم ولکن اللہ قتلھم، وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ " تو انہیں تم نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا۔ اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔ کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کی قسم پر ردوانکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جواجسام مردہ تمہارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انہیں نہ سنایا بلکہ خدا نے سنایا " ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور " یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش وحواس بدن کے پھر درست ہوگئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے، اور تفہیمی ملا کے فہم خوار وذلیل "والحمد للہ الھادی الی سواء السبیل " اور خدا ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

خیر بات دور پہنچی اور اب صاحب تفہیم داخل من فی القبور تو سماع قبول سے قطعاً مہجور، لھذا اصل سخن کی طرف عنان گردانی کیجئے۔ کلام مشائخ دوبارہ اجسام موتی ہونے پر شواہد واسانید میں یہ تین امور بالائی کافی ووافی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انہیں علمائے کرام کے کلام دیگر ابحاث مقام اور ان کے ردواحکام ونقص وابرام یک زبان اس معنی پر شہود عدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔

مثلاً:

دلیل: ۴۔ بحث دیکھئے کاہے کی ہے ایمان کی۔ اور باجماع حنفیہ وتصریحات علمائے مذکورین وغیرہم ان کا مبنی عرف اور عرف میں انسان وزیدوآن وتو سب کا مورد بدن تو قسم اسی پر صادق اور داوری وچالشگری اسی سے متعلق۔

دلیل: ۵۔ پر ظاہر کہ اول تا آخر ان کا کلام موت میں ہے، اور میت نہیں مگر بدن، خود

اسی کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا:" الروح لا یموت لکنہ زال عن قالب فلان واللہ تعالی قادر علی اعادتہ" یعنی روح میت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہوگئی ہے اور اللہ تعالی قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل:٦۔ساتھ ہی دلائل میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جس میت میں ان کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں، جسے فہم نہیں، جسے درد نہیں پہنچتا، جو بے حس ہے۔کتب خمسہ مستندہ مائۃ مسائل میں ہے:

" واللفظ للرمز، الکلام للافہام فلا یتحقق فی المیت " اورالفاظ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق للعینی کے ہیں: کلام سمجھانے کے لئے ہوتا ہے تو میت کے حق میں ثابت نہ ہوگا۔

فتح القدیر میں ہے: " والموت ینا فیہ"اور موت اس کے منافی ہے۔

اسی مستخلص الحقائق میں بہ تبعیت ہدایہ ہے:

" من قال ان ضربتك فعبدی حرفھو علی الضرب فی الحیاۃ ' فلو مات ثم ضرب لا یحنث لان الضرب اسم لفعل موٗلم یتصل بالبدن والایلام لا یتحقق فی المیت "

کسی نے کہا اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے' یہ قسم زندگی کے اندر مارنے پر محمول ہوگی، اگر اس کے مرجانے کے بعد مارا تو حانث نہ ہوتا، اس لئے کہ مارنا بدن سے متعلق الم رساں کام کا نام ہے اور الم رسانی میت کے حق میں متحقق نہیں۔

اسی فتح القدیر میں ہے:

" لا یتحقق فی المیت لانہ لا یحس " میت کے حق میں متحقق نہیں، اس لئے کہ وہ احساس نہیں رکھتا۔

اسی مائۃ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے:

"الضرب ایقاع الالم وبعد الموت لا یتصور" ضرب کا معنی تکلیف پہنچانا اور بعد موت یہ متصور نہیں۔

تو قطعاً ثابت وہ بدن ہی میں اطلاق کررہے ہیں کہ وہی ایسا میت ہے جسے نہ حس رہتا

ہے نہ ادراک، بخلاف روح کہ اس کے ادراکات قطعاً باقی ہیں، خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرما چکے: "الروح لا یتغیر بالموت" روح موت سے متغیر نہیں ہوتی۔

دلیل:۷۔ پھر جب اس تقریر پر شبہہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں، ادراک نہیں، تالم نہیں ،تو عذاب قبر کیسا؟ تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ جس کے اوپر عذاب قبر ہوتا ہے اسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے، اسی مائۃ مسائل عینی سے بعد عبارت مذکورہ ہے:

" ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیاۃ علی الصحیح " جسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس میں زندگی پیدا کردی جاتی ہے۔

اسی میں کافی سے ہے:

"عند العامۃ یوضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم لا الحیاۃ المطلقۃ ، وقیل یوضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ"

جمہور کے نزدیک اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ اسے الم کا احساس ہو، حیات مطلقہ نہیں رکھی جاتی ہے۔اور کہا گیا اس میں پورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے۔

مستخلص میں بعد عبارت مسطورہ ہے:

" وعذاب القبر یوضع حیاۃ جدیدۃ فیہ وھو قول عامۃ العلماء خلافا لابی الحسن الصالحی فان عندہ یعذب المیت من غیر حیاتہ"

عذاب قبر بدن میں ایک نئی زندگی رکھنے سے ہوتا ہے، اسی پر عامہ علما ہیں بخلاف ابو الحسن صالحی کے، اس کے نزدیک بغیر زندگی کے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

اور بالیقین یہ شان بدن ہی کی ہے کہ اسے موت عارض ہوتی اور اس کا حس وادراک باطل کرتی، پھر معاذ اللہ تعذیب کے لئے یک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف روح کے اس کی حیات مستمرہ ہے، امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرمادیا ،بعد عبارت مزبورہ لکھتے ہیں:

" فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس بالألم ، حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لا یتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ

فی تلك الاجزاء التی لا یاخذھاالبصروان الله علی ذلك لقدیر الخ وقد تقدم تا ما فی المقدمة الثالثة ۔"

اس لئے کہ اس میں احساس نہیں، اسی لیے حق یہ ہے کہ جس مردے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس کے اندر اتنی زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے، یہاں تک کہ اگر اس کے اجزاء اس طرح بکھر گئے باہم امتیاز نہ رہا بلکہ مٹی میں خلط ملط ہوگئے پھر اسے عذاب دیا گیا تو ان ہی اجزاء میں زندگی رکھ دی جاتی ہے جو نظر نہیں آتے ۔اور بلاشبہ اللہ تعالی اس پر ضرور قادر ہے الخ۔

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے وہ کسے میت کہہ رہے تھے، کس کی طرف اعادۂ حیات بقدر احساس الم مانا، کس کے اجزاء متفرق ہوگئے، کس کے اجزاء اتنے باریک ہوئے کہ نظر کام نہیں کرتی ۔ہاں وہ کیا جس کے اجزاء مٹی میں مل گئے، کیا وہ روح پاک ہے، حاشا یہی بدن تو دۂ خاک ہے، تو آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ اسی مردۂ حقیقی میں علماء کا کلام ہے، اسی کی نسبت انکار سماع وافہام ہے "ولله الحجة السامية" اور اللہ ہی کے لئے بلند حجت ہے۔

دلیل:۸۔انہیں کتب کریمہ "وما انت بمسمع من فی القبور" سے استدلال کیا اور پر ظاہر کہ "من فی القبو ر" نہیں مگر بدن۔خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہ بدقسمتی خود انہیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

"فا ن قلت بعد فراغ الملكين من السوال ما یكو ن المیت قلت ان كا ن سعید اكان رو حه فی الجنة وان كا ن شقیا ففی سجین علی صخرة فی الارض السابعة ۔"

یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجین میں، ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔

تو قبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیت نفی اسماع فرماتی ہے، اور اسی سے یہ علماء نفی سماع

دلیل:۔۹۔نیز یہ سب علماء قول ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے دلیل لائے، اور انشاء اللہ القریب المجیب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کی منکر ہیں ادراک روحانی کی مثبت ومقر۔ (فتاوی رضویہ جدید ۹/۸۷۹تا۸۸۴)

سورۃ لقمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۰)خلق السمٰوٰت بغیر عمد ترونہا والقٰی فی الارض رواسی ان تمید بکم وبث فیہا من کل دآبۃ ؕ وانزلنا من السماء ماء فانبتنا فیہا من کل زوج کریم ۔☆

اس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں ڈالے لنگر کہ تمہیں لے کر نہ کانپے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس جوڑا اگایا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عبدالرزاق وفریابی وسعید بن منصور اپنی اپنی سنن اور عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ وابن ابی حاتم اپنی تفاسیر اور ابوالشیخ کتاب العظمہ اور حاکم بافادۂ تصحیح صحیح مستدرک اور بیہقی کتاب الاسماء اور خطیب تاریخ بغداد اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

” قال ان اول شئی خلق اللہ القلم وکان عرشہ علی الماء فارتفع بخار الماء ففتقت منہ السموات ثم خلق النون فبسطت الارض علیہ والارض علی ظہر النون فاضطرب النون فمادت الارض فاثبتت بالجبال “

اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام مقادیر لکھوائے اور عرش الٰہی پانی پر تھا، پانی سے بخارات اٹھے ان سے آسمان جدا جدا بنائے گئے، پھر مولیٰ عزوجل نے مچھلی پیدا کی اس پر زمین بچھائی، زمین پشت ماہی پر ہے مچھلی تڑپی زمین جھونکے لینے لگی۔ اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کردی گئی۔ ”کما قال تعالٰی: والجبال

اوتادا۔ وقال تعالی: والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم ۔" مگر یہ زلزلہ ساری زمین کو تھا۔ خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا دوسری جگہ نہ ہونا اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت و خفت میں مختلف ہونا اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں، سبب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ ہے، عالم اسباب میں باعث اصلی بندوں کے معاصی " مااصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوعن کثیر " تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے اور بہت کچھ معاف فرمادیتا ہے۔ اور وجہ وقوع کوہ قاف کے ریشہ کی حرکت ہے۔ حق سبحانہ وتعالی نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے، کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشے زمین میں نہ پھیلے ہوں، جس طرح پیڑ کی جڑ بالائے زمین تھوڑی سی جگہ میں ہوتی ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر بہت دور تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس کے لئے وجہ قرار ہوں اور آندھیوں میں گرنے سے روکیں، پھر پیڑ جس قدر بڑا ہوگا اتنے ہی زیادہ دور تک اس کے ریشے گھیریں گے، جبل قاف جس کا دور تمام کرۂ زمین کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہے اس کے ریشے ساری زمین میں اپنا جال بچھائے ہوئے ہیں، کہیں اوپر ظاہر ہوکر پہاڑیاں ہوگئے، کہیں سطح تک آکر تھمے رہے جسے زمین سنگلاخ کہتے ہیں، کہیں زمین کے اندر ہے قریب یا بعید ایسے کہ پانی کی چوان سے بھی بہت نیچے۔ ان مقامات میں زمین کا بالائی حصہ دور تک نرم مٹی رہتا ہے جسے عربی میں سھل کہتے ہیں۔ ہمارے قرب کے عام بلاد ایسے ہی ہیں، مگر اندر اندر قاف کے رگ و ریشہ سے کوئی جگی خالی نہیں۔ جس جگہ زلزلہ کے لئے ارادہ الہی عزوجل فرماتا ہے ":والعیاذ برحمتہ ثم برحمۃ رسولہ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم " قاف کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے، صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو جنبش دی گئی، پھر جہاں خفیف کا حکم ہے اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت یہاں تک کہ بعض جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل آتا ہے، یا عنف حرکت سے مادہ کبریتی مشتعل ہوکر نکلتے ہیں چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے، والعیاذ باللہ تعالی۔ زمین کے نیچے رطوبتوں میں حرارت شمس کے عمل سے بخارات سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور بہت جگہ دخانی مادہ ہے جنبش کے سبب منافذ زمین متسع ہوکر وہ بخار و دخان نکلتے ہیں۔ طبعیات میں پاؤں تلے کی دیکھنے والے انہیں کے ارادہ خروج کو سبب زلزلہ سمجھنے لگے حالانکہ ان کا خروج بھی سبب زلزلہ کا

مسبب ہے۔

امام ابوبکرابن ابی الدنیا کتاب العقوبات اورابوالشیخ کتاب العظمہ میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی:

قـا ل: خـلـق الله جبلا يقا ل له ق محيط با لعالم وعروقه الى الصخرة التى عـليهـا الارض فـاذا اراد الله ان يزلزله قريته امر ذلك الجبل فحرك العرق الذى يلى تلك القرية فيزلزلها ويحركها فمن ثم تحرك القرية دو ن القرية "

اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے وہ تمام زمین کو محیط ہے اوراس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں جس پر زمین ہے جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش وجنبش دیتا ہے یہی باعث کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری بستی میں نہیں۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

رفت ذوالقرنین سوئے کوہ قاف — دید کہ را کز زمرد بود صاف
گرد عالم حلقہ کردہ او محیط! — ماند حیراں اندراں خلق بسیط
گفت تو کوہی دگرہا چیستند — کہ بہ پیش عظم تو باز ایستند
گفت رگ ہائے من انداں کوہہا — مثل من نہ بوند در فرو بہا
من بہر شہرے رگے دارم نہاں — بر عروقم بستہ اطراف جہاں
خلق چو خواہد زلزلہ شہر مرا — امر فرماید کہ جنباں عرق را
پس بجنبانم من آں رگ راقہر — کہ بداں رگ متصل بودست شہر
چو بگوید بس، شود ساکن رگم — ساکنم وز روئے فعل اندر تگم
گوید آنکس کہ نداند عقلش ایں — زلزلہ ہست از بخارات زمیں
ایں بخارات زمیں نہ بود بداں — زامر حق است وازاں کوہ گراں
مور کہ بر کاغذ دید او قلم — گفت با مور دگر ایں راز ہم
کہ عجائب نقشہا آں کلک کرد — ہمچو ریحان وچو سوسن زار درد
گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور — ویں قلم در فعل فرع ست واثر

گفت آں مور سوم از بازو ست کاصبع لاغر ززورش نقش بست
ہمچنیں میرفت بالا تا یکے مہتر موراں فطن بود اندکے
گفت گز صورت نہ بیند ایں ہنر کاں بخواب و مرگ گردد بے خبر
صورت آمد چوں لباس و چوں عصا جز بعقل و جاں بجنبد نقشہا

بحر العلوم قدس سرہ فرماتے ہیں: ایں ردست بر فلاسفہ کہ میگویند بخارات در زمین محبوس می شوند بالطبع میل خروج کنند واز مصادمت ایں ابخرہ تفرق اتصال اجزاے زمین می شود وزمین در حرکت می آید واینست زلزلہ، پس مولوی قدس سرہ رد ایں قول می فرمایند کہ قیام زمین از کوہہا ست ورنہ در حرکت می ماند ہمیشہ پس آں کوہ جنبش میدہد زمیں را بامر اللہ تعالی۔

چیونٹیوں کی حکایت سے بھی ان سفہا کی تنگ نظری کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس طرح قلم کی حرکت انگلیوں کی قوت بازو سے، بازو کی طاقت جان سے ہے، تو نقش کہ قلم سے بنتے ہیں جان بناتی ہے مگر احمق چیونٹیاں اپنی اپنی رسائی کے موافق ان کا فاعل قلم، انگلیوں، بازو کو سمجھیں، یوں ہی ارادۃ اللہ سے کوہ قاف کی تحریک ہے، اس تحریک سے بخارات کا نکلنا زمین کا ہلنا ہے، یہ احمق چیونٹیاں جنہیں فلسفی یا طبعی والے کہئے صدمۂ بخارات کو سبب زلزلہ سمجھ لئے، بلکہ نظر کیجئے تو یہ ان چیونٹیوں سے زیادہ کودن و بد عقل ہیں، انہوں نے سبب ظاہری کو سبب سمجھا انہوں نے سبب کے دو مسببوں سے ایک کو دوسرے کا سبب ٹھہرا لیا وباللہ العصمۃ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۹۰تا۱۹۲)

﴿۳۴﴾ ان اللہ عندہ علم الساعۃ ج وینزل الغیث ج ویعلم مافی الارحام ط وماتدری نفس ماذا تکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارض تموت ط ان اللہ علیم خبیر۔☆

بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینھ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی۔ اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا اور بتانے والا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے نہ بنانا چاہئے کہ کچھ نہیں پتہ کہ

موت کس زمین میں ہوگی۔ (فتاوی رضویہ جدید ۹/۲۶۵)

عجب نہیں کہ بعض وہ شخص جسے نصوص کے معانی اور عموم وخصوص کے مواقع کی پہچان نہیں، یوں کہنے لگے کہ جب تم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے روز ازل سے روز آخر تک کے تمام "ماکان ومایکون" کا علم ثابت کیا تو اس میں وہ پانچ چیزیں بھی داخل ہوگئیں جنہیں سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا، پھر ان کا خدا سے مخصوص ہونا کدھر گیا۔

اقول: اے شخص تو کتنی جلد بھول گیا، کیا ہم نے تجھے القا نہ کیا کہ اللہ تعالٰی سے یہ خاص ہے کہ اپنی ذات سے علم ہو اور جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو، رہا مطلق علم عطائی خود اللہ عزوجل کے ثابت کرنے اور ارشاد فرمانے سے اس کے بندوں کے لئے ثابت ہے، کیا تو نے نہ جانا کہ "ماکان ومایکون" کا علم اس نبی کریم علیہ وعلٰی آلہ اکرم الصلاۃ والتسلیم کے لئے ہم نے اپنی طرف سے ثابت نہ کیا بلکہ اللہ تعالٰی نے ثابت کیا اور قرآن نے ثابت کیا اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ثابت کیا اور صحابہ نے ثابت کیا اور ان کے بعد کے ائمہ نے ثابت کیا جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اور علماء کی عبارتیں صاف اس پر دلالت کرتی ہیں، تو کہاں پھرے جاتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو، کیا اللہ کی آیتوں میں بعض سے بعض کو رد کرتے ہو حالانکہ تم قرآن پڑھتے ہو، کیا تمہیں علم نہیں، کیا تمہارے کان تک نہ پہنچا وہ جو ہم نے تمہیں سنایا کہ اللہ نے ایسی نفی کی جو ٹل نہیں سکتی اور اس طرح ثابت فرمادیا جس سے عدولی ممکن نہیں، تو دونوں میں تطبیق دینا واجب ہوا اور وجوہ تطبیق سے کانوں کو زیور پہنا چکے تو گویا تم کان لگاتے ہو اور سنتے نہیں اور آنکھ اٹھاتے ہو اور دیکھتے نہیں، اب اگر تو کہے کہ اللہ تعالٰی نے ان پانچ چیزوں کو گنا اور خاص ان کا ذکر کیا تو ضرور ہے کہ ان کو اپنے غیر پر اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص ہونے میں کوئی زیادتی ہو تو اللہ تعالٰی کا پتہ بتانا اور غیبوں میں جاری ہوتا ہے ورنہ ان کے خاص ہونے کی خصوصیت باطل ہوجائے گی کہ اب یہ بھی مثل اور غیبوں کے ہوگئیں کہ بتانے سے معلوم ہوجاتی ہیں۔

اقول اولا: ٹھہر جلدی سے بچ کہ جلدی لغزش لاتی ہے، تو روش مناظرہ پر گفتگو چاہے تو یہ دعوی تو نے کہاں سے نکال لیا کہ خاص ہونے میں ان کی کوئی خصوصیت ہے، آیت تو اس طرح ہے:

بیشک اللہ تعالی کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے پانی اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ ہے جاننے والا بتانے والا۔

تو اس آیت میں اس کا بیان کہاں ہے کہ یہ پانچوں سب کے سب اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ خاص ہونے میں اور زیادہ خصوصیت، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ان پانچ سے بعض میں تو کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جو حصر و تخصیص پر دلالت کرے، جیسے یہ ارشاد کہ پانی اتارتا ہے اور یہ ارشاد کہ پیٹ کی چیزیں جانتا ہے۔ اور ہم نہیں مانتے کہ صرف مقام حمد میں ذکر کرنا مطلقاً اختصاص کا موجب ہو کہ اللہ سبحانہ و تعالی نے سمع و بصر و علم سے اپنی ذات کی مدح فرمائی اور ان سے اپنے بندوں کا بھی وصف کیا کہ فرماتا ہے: اس نے تمہارے لئے بنائے کان اور آنکھیں اور دل۔ اور اسی باب سے ہے موسٰی علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فرمانا: کہ میرا رب بہکتا نہیں اور انبیا بھی بہکنے سے پاک ہیں، اے قوم مجھ میں کوئی گمراہی نہیں۔

اور اللہ تعالی فرماتا ہے: بیشک اللہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام بھی ظلم سے منزہ ہیں، اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

ثانیاً: ہم نے اختصاص مانا مگر پانچ کو ان میں ایسی خصوصیت کیا ہے کہ اللہ کے بتانے کو بھی انکی طرف راہ نہ رہے کہ یہ اگر ہو تو مفہوم اللقب سے استدلال کے قبیل سے ہوگا (یعنی بعض اشیا کا نام لیکر جو حکم بیان کیا جائے وہ اس پر دلالت کرے کہ وہ حکم ان کے غیر میں نہیں) اور وہ باطل ہے۔ اصول میں اس کے بطلان پر دلائل قائم ہو چکے، اس لئے کہ آیت میں تو پانچ کا لفظ بھی نہیں جسے مفہوم عدد کی طرف پھیرو (یعنی کچھ گنتی گنا کر جو حکم بیان کیا جائے وہ دلالت کرے کہ اس سے زائد کے لئے یہ حکم نہیں) اور حدیث میں اگر پانچ کا لفظ آیا ہے تو اس سے قطع نظر کرکے جو اوپر ہم بیان کر آئے کہ حدیث احاد در بارۂ اعتقاد نا مفید اعتماد، ہم نہیں مانتے کہ ایسی جگہ عدد زیادہ کی نفی کرتا ہو، کیا تو نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد نہ سنا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی کثیر عطاؤں سے خاص کیے گئے ہیں جنکی گنتی اور شمار نہ ہو سکے، اور حدیث دوسرے طریق سے یوں آئی کہ میں انبیا پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا، تو پانچ چھ کی نفی کرے گا تو دونوں حدیثوں میں تناقض

ہو جائے گا۔ پھر ان فضائل کے شمار کرنے میں وہ دونوں حدیثیں مختلف ہیں تو ہر ایک میں وہ بات کہی گئی ہے جو دوسری میں نہ شمار ہوئی۔ تو اگر یہ مانیں کہ عدد سے حصر سمجھا جاتا ہے تو صحیح حدیثیں کہ ائمہ کے نزدیک سب مقبول ہیں متعدد جگہ ایک دوسرے کی نفی کریں گی، اور بندۂ ضعیف نے جتنی حدیثیں اس روش پر چلیں ان کو اپنے رسالہ "النجث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص" میں جمع کیا تو انہیں پایا کہ دو سے دس تک گنتی ہے، اور ہر ایک میں وہ بات مذکور ہے جو دوسری میں نہیں، اور خصائص جو ان میں مذکور ہوئے تیس سے بھی بڑھ گئے، تو کہاں پانچ اور کہاں چھ، اور جو شخص جامع صغیر اور اس کے ذیل اور جمع الجوامع سے ثلث اور اربع اور خمس کے باب تفتیش کرے وہ یقین کرلے گا کہ ایسی جگہ عدد کہیں حصر کا حکم نہیں کرتی، اور شاید تو کہے کہ یہ سب تو ظاہر بات ہے مگر آخر خاص ان پانچ کے ذکر فرمانے میں کوئی نکتہ تو ہونا چاہئے۔

اقول وباللہ التوفیق: ہاں نکتہ ہے اور کیسا نکتہ بلند وبالا، جلالت نو طرز خوش نما، اور اس میں ایک لطف یہ ہے کہ وہابیہ جو اپنی ذلیل فہموں سے سمجھے یہ ان پر اس کے عکس کا حکم لگاتا ہے، تو کان لگا کر سن وہ جو اللہ سبحانہ وتعالی نے القا فرمایا، جان کہ ان پانچ کے سوا غیب اور بہت کثرت سے ہیں یہاں تک کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب ملکر بھی اور غیبوں کے ہزارویں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے، تو اللہ تعالی غیب کا غیب ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے، اور اس کی ہر صفت غیب ہے، اور برزخ غیب ہے، اور بہشت غیب ہے، اور دوزخ غیب ہے، اور حساب غیب ہے، اور نامہ اعمال غیب ہے، اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے، اور قبروں سے اٹھانا غیب ہے، اور فرشتے غیب ہیں، اور ان کے سوا تیرے رب کے لشکر غیب ہیں، اور ان کے سوا اور غیب ہیں کہ جن کی جنسیں تک ہم نہیں گنا سکتے نہ کہ فردیں، اور معلوم ہے کہ یہ سب کے سب یا ان میں اکثر غیب ہونے میں ان پانچ سے بڑھ کر ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالی نے اس آیۂ کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا صرف یہی پانچ ذکر فرمائے، تو انہیں اس لئے نہیں گنایا کہ یہ غیبت وخفا کے اندر زیادہ داخل ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کاہنوں کا تھا، اور وہ کافر علم غیب کا ادعا رکھتے تھے، رمل سے، لزوم سے، قیافہ سے، عیافہ سے، زجر سے، طیر سے، اور پانسوں سے، اور ان کے سوا اپنی اور ہوسوں سے جو اندھیریوں سے ڈھانپی ہوئی تھیں، اور وہ ان چیزوں سے جو ہم نے ذکر کیں مثلاً ذات وصفات الہی اور آخرت اور فرشتے کچھ بحث نہ رکھتے تھے، اور نہ ان

چیزوں کے جاننے کی ان بربادی کی طرف بلانے والوں کی فنون میں کوئی راہ تھی، وہ تو یہی بات بکا کرتے تھے کہ مینہ کب ہوگا اور کہاں ہوگا، اور پیٹ کا بچہ لڑکی ہے یا لڑکا، اور کسب اور تجارتوں کے حال اور یہ کہ ان میں کسے فائدہ ہوگا اور کسے نقصان، اور یہ کہ مسافر اپنے گھر پلٹے گا یا وہیں پردیس میں مرجائے گا، تو یہ چار چیزیں خاص ذکر کی گئیں بایں معنی کہ یہ چیزیں جن کے علم کا تم اپنے باطل فنون سے ادعا کرتے ہو ان کا علم تو اسی بادشاہ جلیل کے پاس ہے، بے اس کے بتائے اس کی طرف کوئی راہ نہیں، اور ان چار کے ساتھ علم قیامت کو بھی شامل فرمالیا کہ یہ بھی انہیں باتوں کی جنس سے تھی جن سے بحث کرتے تھے یعنی موت، تو اکا دکا آدمیوں کی موت سے بحث کرتے تھے اور قیامت تمام اہل زمین کی موت ہے، اور بیشک جو فن نجوم جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس فن کے زعم پر ستاروں کی دلالت خاص حادثوں کی بہ نسبت عام کے لئے بہت زائد ہے اور کسی ایک گھر کی خرابی یا ایک شخص کی موت کے لئے ان کے پاس کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر وہ اپنے زعم میں بھی یقین کرسکیں، اس واسطے کہ ستاروں کی نظریں اور جوگ اور باہمی نسبتیں اور دلالتیں جزئی باتوں میں اکثر ایک دوسرے کے خلاف پڑتی ہیں بلکہ کسی کے زائچہ پیدائش یا عمر کے زائچہ سال میں کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جو ستارا کسی گھر میں ہو یا اس کی طرف دیکھ رہا ہو وہ قوت وضعف کی باہم مزاحمت سے خالی ہو، تو اگر ایک طرف سے بدی پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب سے بھلائی پر، اور وہ بس اٹکل دوڑاتے ہیں، اور ایک جانب کو ترجیح دیتے ہیں، اور جدھر کا پلا ان کے نزدیک جھکتا ہے اس پر حکم لگا دیتے ہیں مگر عالم میں انقلاب عام کے لئے ان کے یہاں ایک قاعدہ قرار پایا ہوا استمراری ہے اور وہ قران اعظم ہے یعنی دونوں اونچے ستاروں زحل و مشتری کا تینوں بروج آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اول میں جمع ہونا جیسا کہ زمانہ طوفان نوح علیہ الصلاۃ والسلام میں تھا، اور معلوم ہے کہ حساب سے آنے والے قران بھی یوں ہی معلوم ہوسکتے ہیں جیسے گزرے ہوئے اور یہ کہ وہ کتنے برس کے بعد ہوگا اور کیا ہوگا اور یہ کہ کس برج کے کس درجہ بلکہ کس دقیقہ میں ہوگا اور کس طرف ہوگا اور کتنے دنوں رہے گا اور ایک ستارہ دوسرے کو چھپالے گا یا کھلا رہے گا اور ان کے سوا اور باتیں، اس لئے کہ ستارے تو ایک مضبوط حساب کے باندھے ہوئے ہیں، یہ زبردست جاننے والے کا اندازہ مقرر فرمایا ہوا ہے، تو قیامت کے ذکر سے ان پر توبیخ فرمائی گئی کہ تمہارے ان علموں کی

اگر کچھ حقیقت ہوتی جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے قیامت کا علم تمہیں زیادہ جلد آجاتا مگر تم نہیں جانتے، تم تو یوں ہی انکل دوڑائے جاتے ہو، تو ان پانچ چیزوں کے خاص ذکر کا یہ نکتہ ہے، اللہ خوب جانتا ہے اور درستی فکر پر اللہ ہی کے لئے حمد ہے، اسے خوب مضبوطی سے سمجھ لو کہ یہ اس کرم والے گھر (یعنی خانہ کعبہ کے فیضوں سے ہے اور نبی رحیم علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والتسلیم کی مدد سے اس وقت تازہ ذہن میں آنے والا۔

ثالثا: ہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اللہ عزوجل نے فرمایا تم فرمادو کہ آسمان وزمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص پانچ چیزوں کو فرمایا اور اللہ عزوجل نے عام حکم فرمایا، اور ہم سب پر ایمان لائے، اس لئے کہ خاص عام کی نفی نہیں کرتا تو ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے، اور اس کے سوا اور غیب جو ان سے علو وشرف و دقت ولطافت میں زائد ہیں انہیں بھی کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

اقول: بلکہ کوئی کچھ نہیں جانتا سوائے اللہ کے بلکہ حقیقی وجود کسی کے لئے نہیں سوا اللہ کے اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے تمام مقولوں میں سب سے زیادہ سچا لبیب کے اس قول کو فرمایا، سن لو ہر شئی بے حقیقت ہے سوا اللہ کے اور ہمارے یہاں قرار پاچکا ہے کہ لا الہ اللہ کے معنی عام لوگوں کے نزدیک تو یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اور خواص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں، اور خاص الخاص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا، اور جو نہایت کو پہنچ گئے ان کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں اور یہ سب معنی حق ہیں اور ایمان کا مدار پہلے پر ہے، اور صلاح کا مدار دوسرے پر، اور سلوک کا تمام تیسرے پر، اور وصول الی اللہ کا مدار چوتھے پر، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب معنی میں سے پورا حظ عطا فرمائے اپنے احسان وکرم سے آمین۔

اور بیشک سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ اور اس کے سوا کوئی نہیں اور بیشک آپ تمام مغیبات کے امین ہیں، اور بیشک آپ اے طیب وطاہر آباء وامہات کے فرزند! تمام رسولوں

سے زیادہ شفاعت کے معاملہ میں اللہ سے قریب ہیں۔آپ میرے سفارشی بن جائیے جس دن آپ کے سوا کوئی سفارشی سواد بن قارب کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔مسند امام احمد میں ہم کو یونہی روایت آئی (کہ اللہ کے سوا کوئی شئی نہیں) اگرچہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

اقول:سواد رضی اللہ تعالی عنہ نے اول اللہ کے سوا ہر چیز سے وجود کی نفی فرمائی۔

دوم ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے غیبوں کا علم ثابت کیا کہ حضور کو تمام غیبوں پر امین بنایا،اور جو کسی چیز کو نہ جانتا ہو اس پر امین کیا ہوگا۔

سوم اس پر ایمان لائے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت عطا ہو چکی ہے جیسے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث صحیح مسلم میں فرمایا کہ مجھے شفاعت عطا کی گئی، نہ جیسے وہابیہ کہتے ہیں کہ ابھی حضور کو شفاعت نہیں دی گئی حضور کو قیامت ہی کے دن اس کا اذن ملے گا،وہ اس سے یہ قصد رکھتے ہیں کہ دنیا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد نہ کی جائے کہ وہ ابھی شفاعت پر قادر نہیں،اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے خاص علاقہ والوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی بخشش چاہو۔اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہو کر خدا سے معافی چاہیں اور معافی مانگیں ان کے لئے رسول تو ضرور اللہ تعالی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

ان آیتوں کو وہابیوں نے ایسا پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

چہارم اس پر ایمان لائے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے نہ وہ جیسا کہ وہابیہ کا پیشوا (اسمعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں) کہتا ہے:اللہ تعالی جب کسی پشیمان توبہ کرنے والے کی بخشش کیلئے حیلہ کرنا چاہے گا تو جسے چاہیگا اسکا شفیع کردیگا کسی کی خصوصیت نہیں اور پشیمان توبہ کرنے والے کی قید اس واسطے ذکر کی کہ دہلوی مذکور کے نزدیک شفاعت ایسے ہی شخص کی ہوگی نہ اس گنہ گار کی جس نے توبہ نہ کی۔

پنجم سواد بن قارب رضی اللہ تعالی عنہ نے وہابیہ پر رد فرمانے کے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کی۔

ششم پہلے جو یہ کہا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے

اس سے ترقی کر کے شفاعت کو حضور ہی میں منحصر کر دیا اور یہی حق ہے، اور سب شفاعت کرنے والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور اللہ عزوجل کے حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام انبیاء کی شفاعت کا میں مالک ہوں اور کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرماتا۔

ہفتم انہوں نے ثابت کیا کہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑیں حضور انہیں کام آئیں گے، اس میں پیشوائے وہابیہ (اسمٰعیل دہلوی) کا رد فرمایا جو یہ بک گیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے بھی کام نہ آئیں گے، پھر اوروں کی کیا گنتی، تو ان عزت والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان تھوڑے سے الفاظ کا عظیم نفع دیکھو۔ اور بیشک حدیث ناطق ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی یہ سب باتیں برقرار رکھیں، یہ سمجھ لو اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: جس دن اللہ جمع کرے گا رسولوں کو ان سے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے: ہمیں کچھ علم نہیں۔

اقول: تو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے اصل حقیقت پر کلام کیا اور اپنے علم سے بالکل نفی فرمائی اس لئے کہ سایہ جب اصل کے سامنے آتا ہے تو اسے کوئی دعوی نہیں رہتا۔ اور ملائکہ نے عرض کی پاکی ہے تیری ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، تو ملائکہ نے حقیقت عطائی پر کلام کیا تو وہ استثنا لائے، تو انبیاء ملائکہ سے ادب میں زائد اور تعظیم میں بڑھ کر ہوئے، ان سب پر درود و سلام، پھر ملائکہ کو بھی یاد آیا تو وہ پلٹے اور حصر کر دیا کہ بیشک تو ہی ہے علم والا حکمت والا، یعنی تیرے سوا کسی کو علم نہیں۔ اور خلاصہ یہ کہ سب اللہ ہی کے واسطے ہے اور کہ کوئی بے عطائے الٰہی کچھ نہیں جانتا، تو بات اسی طرف پلٹے گی جو ائمہ کرام نے تحقیق فرمادی کہ نفی اس کی ہے کوئی بذات خود بے عطائے الٰہی جانے، اور ہمارے بعض اصحاب نے روض النفیر شرح جامع الصغیر من احادیث البشیر والنذیر سے نقل کیا کہ فرماتے ہیں: رہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اس کے، اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پانچ کو خود بخود کوئی نہیں جانتا سوا اس کے، لیکن کبھی خدا کے بتائے سے معلوم ہوتی ہیں کہ یہاں ان کے جاننے والے موجود ہیں اور ہم نے ان کا علم کئی شخصوں کے پاس پایا جیسا کہ ہم نے ایک گروہ کو دیکھا کہ انہیں معلوم تھا کہ کب انتقال کریں گے، اور پیٹ کے بچہ کو عورت کے زمانہ حمل میں جان لیا اور اس

سے پہلے، انتہی۔

میں کہتا ہوں اور امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور اور امام اجل نور الدین ابی الحسن علی لخمی شنطوفی کی بہجۃ الاسرار اور امام اسعد عبد اللہ یافعی کی روض الریاحین اور خلاصۃ المفاخر اور ان کے سوا اولیاء کرام کی اور کتابوں میں اولیاء کرام سے اس باب میں بہت روایات ہیں جن کا انکار نہ کریگا مگر محروم، اللہ ہمیں ان کی برکتوں سے محروم نہ فرمائے۔ اور اسی طرح امام ابن حجر مکی نے شرح ہمزیہ میں ان پانچ میں سے علم غیب عطا ہونے کی تصریح فرمائی جہاں فرماتے ہیں: انبیا اور اولیا کا علم اللہ ہی کے بتانے سے ہے اور ہم جو کچھ ان سے جانتے ہیں وہ انبیاء واولیاء کے بتائے ہی سے ہے، اور یہ وہ علم الٰہی نہیں جو اس کے ساتھ خاص ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفتوں سے ہے جو قدیم ازلی دائم ابدی ہیں، بدلنے اور حدوث ونقصان کی علامتوں اور ساجھے اور بانٹنے سے منزہ ہیں یہاں تک کہ فرمایا کہ اس کے منافی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بعض خاص بندوں کو غیبوں کا علم دینا، یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کی نسبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا انتہی۔

اور اسی لئے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے نیچے کہ پانچ چیزیں ہیں جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا یوں فرمایا: کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پانچ چیزوں کو بے خدا کے بتائے اپنی عقل سے کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ یہ پانچوں ان غیبوں میں سے ہیں جو بے اللہ عزوجل کے بتائے معلوم نہیں ہوتے۔

اور یہ ہیں امام اجل بدر الدین محمود عینی کہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام قرطبی نے فرمایا: اس حدیث سے ثابت ہے کہ ان پانچوں غیبوں کے جاننے میں کسی کے لئے طمع کی جگہ نہیں اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیہ کریمہ کو کہ اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان پانچ سے تفسیر فرمایا، تو جو کوئی ان پانچ میں سے کسی کا دعوی کرے اور اس علم کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے نہ بتائے وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے انتہی

تو دیکھو صرف اسے جھوٹا بتایا جو ان پانچ کا علم اپنے لئے بغیر واسطہ عالم ”ما کان وما یکون“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے، تو نہایت بلند آواز سے پکار کر یہ فائدہ بتادیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پانچ غیبوں کو جانتے ہیں اور اولیاء میں سے جسے چاہیں بتادیتے

ہیں، ناگزیر علامہ ابراہیم بیجوری نے شرح بردہ شریف میں تصریح فرمادی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ پانچ غیب بتادئے انتہی۔

اقول: یہ پانچ تو جیسا ہم بیان کر آئے نہایت کھلے ہوئے غیبوں میں سے ہیں جنکا شمار وہی جانے جس نے بتایا، جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔ کیا ان ظاہر باتوں میں جو باڑہ کے کنارے رکھی ہوئی ہیں ان سے بخل کرے گا اور مضمون کو شنوائی نے جمیع النہایۃ میں بطور حدیث کے بیان کیا کہ بیشک مروی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ لے گیا یہاں تک کہ حضور کو ہر شے پر اطلاع بخشی انتہی۔

میں کہتا ہوں: اور بیشک ہم وہ آیتیں تلاوت کر چکے جو اس مطلب کی تصریح فرمارہی ہیں اور وہ صحیح حدیثیں جو اس مضمون کو صاف بتارہی ہیں۔ نیز اس میں بعض مفسرین سے یہ عبارت نقل کی کہ ان پانچ غیبوں کو اپنے پاس سے بذات خود اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور بالواسطہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں انتہی۔

میں کہتا ہوں: بلکہ اب تو وہ غیر خدا کے ساتھ خاص ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں واسطہ ہونا محال ہے، کتاب ابریز میں اپنے پیرو مرشد ہمارے سردار عبدالعزیز سے نقل فرمایا کہ اس آیت میں جو پانچ غیب مذکور ہیں ان میں سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اور پانچ غیب حضور پر کیوں کر مخفی رہیں حالانکہ حضور کی امت میں سے ساتوں قطب ان پانچوں کو جانتے ہیں حالانکہ وہ ساتوں غوث سے نیچے ہیں پھر کجا غوث، پھر کجا وہ جو تمام اگلوں پچھلوں کے سردار ہیں، وہ جو ہر شے کے سبب ہیں، وہ کہ ہر شے انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہی۔

میں کہتا ہوں: ساتوں قطب سے ابدال مراد ہیں کہ وہ ستر ابدال کے اوپر دونوں اماموں کے نیچے ہوتے ہیں جو غوث کے دونوں وزیر ہیں، نیز ابریز میں انہی سید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ان پانچ غیبوں کا معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیونکر چھپا ہے حالانکہ حضور کی امت مرحومہ میں سے کوئی صاحب تصرف تصرف نہیں کرسکتا جب تک کہ ان پانچوں کو نہ جانے انتہی۔ تو اے منکرو! ان کلاموں کو سنو اور اولیاء اللہ کی تکذیب نہ کرو کہ ان کی

تکذیب دین کی بربادی ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالی مکر نے والوں سے انتقام لیگا، اللہ تعالی اپنے عارف بندوں کا صدقہ ہمیں پناہ دے، آمین۔

الحاصل قرآن کا کوئی رد کرنے والا نہیں کہ وہ ہر شے کے لئے تفصیل اور روشن بیان ہے، اور یہ کہ اس نے عالم میں کوئی بات اس میں اٹھا نہ رکھی اور ان آیتوں اور منفی علم غیب میں تطبیق ظاہر و روشن ہو چکی تو اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

رابعاً اقول: اور اللہ ہی کی قوت سے جولان کرتا ہوں، اے یہ شخص کہ دعوی کر رہا ہے کہ اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہونے میں اور سب غیبوں میں ان پانچ کو زیادہ خصوصیت ہے تو اس سے کیا مراد لیتا ہے یہ کہ ان میں سلب عموم ہے نہ ان کے غیر میں (یعنی ان کا علم محیط دوسرے کو نہیں) یا عموم سلب (یعنی دوسرا ان میں سے کچھ نہیں جانتا) تو پہلی تقدیر پر یہ ثابت ہوگا کہ ان پانچ کے سوا اللہ کے جتنے غیب ہیں سب بتادئے گئے تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالی نے انبیاء کرام یا خاص ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ان پانچ کے سوا اپنے تمام غیب بتادئے جن میں کچھ باقی نہ رہا، رہے یہ پانچ یہ سب کے سب حضور کو نہ بتائے اگر چہ ان میں بعض بتادیئے، بر تقدیر ثانی حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے ان پانچ میں سے اصلا کوئی چیز کسی کو کبھی نہ بتائی بخلاف باقی غیبوں کے کہ ان میں سے جس کو چاہا بتادیا، پہلے معنی یقیناً باطل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم رب الارباب کی ذات اور اس کی جملہ صفات کو ایسے کامل احاطہ کے ساتھ محیط ہو جس کے آگے اصلا پردہ نہ رہے، نیز حضور کا علم جملہ سلاسل متناہیہ کو محیط ہو جو غیر متناہی در غیر غیر متناہی بار ہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے کہ یہ سب کے سب ان پانچ سے الگ ہیں اور اس کے تو ہم اہلسنت قائل نہیں کہ وہابیہ جنہوں نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان گھٹانے ہی پر کمر باندھی ہے، اور دوسرے معنی بھی کھلے باطل ہیں کہ ان پانچ میں سے بعض کا علم اس کے لئے جسے اللہ نے دینا چاہا ضرور ثابت ہے۔

خطیب اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی کہ مجھ سے ام الفضل رضی اللہ تعالی عنہما نے حدیث بیان فرمائی کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سامنے ہو کر گذری حضور نے فرمایا: تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں لڑکا ہے، جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے حضور لانا، ام الفضل نے عرض کی: یا رسول اللہ میرے حمل کہاں

سے آیا حالانکہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ عورتوں کے پاس نہ جائیں، ارشاد ہوا: بات وہی ہے جو ہم نے تم سے ارشاد فرمائی۔ ام الفضل فرماتی ہیں: جب لڑکا پیدا ہوا، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی اور اپنا لعاب دہن اقدس اس کے منھ میں ڈالا اور اس کا عبداللہ نام رکھا، اور فرمایا: لیجاؤ خلفا کے باپ کو، میں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کا ارشاد بیان کیا وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ام الفضل نے ایسا کہا، فرمایا: بات وہی ہے جو ہم نے ان سے کہی، یہ خلیفوں کا باپ ہے یہاں تک کہ ان میں سے سفاح ہوگا، یہاں تک کہ ان میں سے مہدی ہوگا۔

اقول: تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ جان لیا جو پیٹ میں تھا اور وہ جانا جو اس سے بہت زیادہ ہے، وہ جان لیا جو پیٹ کے بچے کی پیٹھ میں ہے اور وہ جان لیا جو پیٹ کے بچے کی پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے، اور وہ جان لیا جو کئی پشت نیچے تک پیٹ کے بچے کے پیٹھ والے کے پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ خلیفوں کے باپ کو لے جا اور فرمایا: انہیں میں سے سفاح ہے، انہیں میں سے مہدی ہے،

اور مدینہ کے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا مال جو غابہ میں تھا اس میں سے بیس وسق چھوہارے ام المومنین کو ہبہ فرمائے تھے کہ درختوں پر سے اتروالیں، جب صدیق اکبر کے وصال کا وقت آیا ام المؤمنین سے فرمایا: اے پیاری بیٹی، خدا کی قسم کسی شخص کی تونگری مجھے تم سے محبوب نہیں اور اپنے بعد کسی کی محتاجی تمہارے برابر مجھ پر دشوار نہیں، اور میں نے تم کو بیس وسق چھوہارے ہبہ کئے تھے کہ درختوں پر سے اتروالو تو اگر تم نے وہ کٹوا کر قبضے میں کر لئے ہوتے تو وہ تمہارے ہوتے اور آج تو وارث کا مال ہے اور وارث تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں ہیں تو اسے حسب فرائض اللہ تقسیم کر لینا۔ ام المؤمنین نے عرض کی: اے میرے باپ! خدا کی قسم اگر اتنا اور اتنا مال ہوتا میں جب بھی چھوڑ دیتی، میری بہن تو ایک اسماء ہے دوسری کون ہے؟ فرمایا: وہ جو بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے، میرے علم میں وہ لڑکی ہے۔

اور ابن سعد نے طبقات میں یوں روایت کی کہ صدیق نے فرمایا کہ وہ بنت خارجہ کے

پیٹ میں ہے میرے دل میں الہام کیا گیا کہ وہ لڑکی ہے، تو اس کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، اس پر ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

اور بیشک بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ بچہ دان پر ایک فرشتہ مقرر ہے کہ وہ بچہ کی صورت بناتا ہے نر اور مادہ، اور خوبصورت اور بدصورت، اور اس کی عمر اور اس کا رزق لکھتا ہے، اور یہ کہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت، تو وہ جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس پر کیا گزریگا۔

اور صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خیبر کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ کل ضرور یہ نشان اس مرد کو دونگا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح کرے، وہ اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول اسے دوست رکھتے ہیں۔ دوسرے دن وہ نشان حضور نے مولی علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات قسم کی روش پر لام تاکید اور نون تاکید سے موکد کر کے بیان فرمائی تو حضور کو یقیناً معلوم تھا کہ میں کل کیا کروں گا،

اور بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضور کا وصال اقدس مدینہ طیبہ میں ہوگا، تو انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: ہماری زندگی وہاں ہے جہاں تمہاری زندگی اور ہمارا انتقال بھی وہاں ہے جہاں تمہاری موت، یہ حدیث مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے ارشاد فرمایا: اے معاذ قریب ہے کہ تو مجھ سے اس سال کے بعد (دنیا میں) نہ ملے گا اور امید ہے کہ تو میری اس مسجد اور میرے مزار پاک پر گزرے۔ یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی۔

اور صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو اعلان دیا تو وہ چلے یہاں تک کہ بدر میں اترے، وہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین پر جگہ جگہ دست اقدس سے بتایا کہ یہ فلاں کافر کے پچھڑنے کی جگہ ہے، اور یہ فلاں کی، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں

ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا وہیں اس کی لاش گری، اس سے اصلا تجاوز نہ کی۔

اور انہیں کی حدیث میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے، قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا جو حدیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے مقرر فرمادی تھیں کسی نے اس حد سے خطا نہ کی، یہ بھی مسلم کی روایت ہے۔

اور یہ ہیں ہمارے سردار علی کرم اللہ تعالی وجہہ جب وہ رات آئی جس کی صبح انہوں نے شہادت پائی، رات میں بار بار مکان سے باہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے، اور فرماتے خدا کی قسم نہ میں غلط کہتا ہوں نہ مجھ سے غلط کہا گیا، یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا، اور بطیں حضور کی طرف حضور کے مواجہہ میں چلاتی ہوئی آئیں لوگوں نے ان کو ہانکا فرمایا رہنے دو کہ یہ نوحہ کررہی ہیں۔

اور رسول اللہ کے صحابہ میں سے ایک صحابی اقرع بن شفی رضی اللہ تعالی عنہ یقیناً جانتے تھے کہ کس زمین میں ان کا انتقال ہوگا۔

اور ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ اس بارے میں کلام اصحاب کرام واولیائے عظام (اللہ ہمارے لئے انہیں دونوں جہان میں نفع بخش فرمائے) ایک سمندر ہے جس کی تھاہ نہیں ملتی اور اسکے پانی کا سارا انبوہ کھینچے نہیں کھنچتا لیکن میں ایک حدیث جو قائم مقام بہت سی حدیثوں کے ہے ذکر کرتا ہوں جس سے منکر کا سینہ پھٹ جائے اور خبیث دل جل جائے۔

امام اجل عارف افضل ولی اکمل، شیخ القراء عمدۃ العلماء زبدۃ العرفا، سیدنا امام ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی مصری وہ ہیں جن کی شاگردی کا شرف امام اجل ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد جزری صاحب حصن حصین نے اختیار کیا، اور انکی مجلس میں امام فن رجال شمس ذہبی صاحب میزان الاعتدال نے حاضری دی، اور طبقات قراء میں ان کو ذکر کیا اور انہیں سراہا ، اور امام اجل عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی رضی اللہ تعالی عنہ نے مرآۃ الجنان میں انہیں امام کہا، اور بڑے بڑے جلالت وعظمت والے القاب سے ادا کیا، اور امام جلیل القدر جلال سیوطی نے حسن المحاضرہ میں امام یکتا فرمایا، وہ اپنی کتاب مستطاب چمکانے والی انوار کی ، اسرار کی جامع جو اس کے لائق کہ سینوں پر خنجروں سے تحریر کی جائے، یعنی بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار وہ کہ جس کے متعلق شیخ عمر عبدالوہاب فرضی حلبی نے فرمایا کہ درحقیقت میں نے اس میں

تلاش کیا تو میں نے کوئی نقل ایسی نہ پائی جس کی متابعت کرنے والے نہ ہوں اور اکثر نقول اس میں وہ ہیں جنہیں امام یافعی نے اسنی المفاخر اور نشر المحاسن اور روض الریاحین اور شمس الدین ترکی حلبی نے بھی کتاب الاشراف میں نقل کیا، یوں ہی نقل کیا کشف الظنون میں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس کوکوتاہ بیں کی اعانت ہی کے لئے ذکر کیا ورنہ آفتاب محتاج توصیف نہیں۔

سیدی عارف باللہ جلیل القدر مکارم النہر خالصی قدس سرہ جو کہ اجل خلفائے سیدی علی بن ہیتی سے ہیں (اللہ ان کی برکتوں سے ہمیں نفع دے) اور یقیناً دیدار فرحت آثار ولی اولیاء دستگیر دو عالم غوث الاعظم والمعظم سے مشرف ہوئے، اور کہتے ہیں کہ میری آنکھ نے محی الدین عبدالقادر جیسا پیر نہ دیکھا رضی اللہ تعالی عنہ وعنہم اجمعین۔ جس کی عبارت یہ ہے:

ہمیں خبر دی شیخ ابوالفتح داؤد بن ابی المعالی نصر بن شیخ ابی الحسن علی بن شیخ ابی المجد مبارک ابن احمد بغدادی حریمی حنبلی نے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی میرے والد نے کہا: میں نے اپنے دادا ابوالمجد رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سنا فرماتے تھے کہ میں ایک دن شیخ مکارم رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس ان کے گھر نہر خالص پر تھا تو میرے دل میں خطرہ گزرا کہ کاش میں حضور کی کچھ کرامت دیکھتا تو حضور نے مسکراتے ہوئے میری طرف التفات فرمایا: عنقریب پانچ شخص ہمارے پاس آئیں گے ان میں سے ایک عجمی ہے گورا سرخ رنگ والا اس کے سیدھے رخسار پر تل ہے اسکی عمر کے نو مہینے باقی ہیں، پھر اسے بطائح میں شیر پھاڑ ڈالے گا پھر اسے اللہ تعالی اٹھائے گا اور دوسرا عراقی سرخ سفید کا نا لنگڑا ہمارے پاس ایک مہینہ مریض رہے گا پھر مر جائے گا، اور ایک مصری گندم گوں اس کے بائیں ہاتھ میں چھ انگلیاں ہوں گی، بائیں ران میں نیزے کا کونچہ ہوگا جو اسے تیس برس سے پہنچا ہوگا۔ ہندوستان میں بحالت تجارت بعد تیس برس کے مرے گا، اور ایک شامی گندمی رنگ انگلیوں پر گٹا پڑا ہوا وہ زمین حریم میں تیرے گھر کے دروازہ پر مرے گا بعد سات برس تین مہینے سات دن کے، اور ایک یمنی گورا وہ نصرانی ہے، اس کے لباس کے نیچے زنار (جنیو) ہے، اپنے ملک سے تین برس ہوئے نکلا اور اس نے کسی کو نہ بتایا تا کہ مسلمانوں کی جانچ کرے کہ کون اس کا اظہار حال کرتا ہے اور یقیناً عجمی نے بھونا ہوا گوشت چاہا، اور عراقی نے بط چاول کے ساتھ، اور مصری نے شہد کے ساتھ گھی، اور شامی نے شامی سیب، اور یمنی نے انڈا نیم برشت چاہا، اور کسی نے اپنی خواہش دوسرے کو نہ بتائی اور عنقریب

ہمارے پاس ان کے کھانے اوران کی خواہشات بہ کثرت ہر جگہ سے ہمارے پاس آئیں گی
وللہ الحمد ابوالمجد نے فرمایا کہ خدا کی قسم ذرا دیر نہ ہوئی تھی کہ پانچوں آگئے جیسا کہ شیخ نے بیان کیا
تھااوران کے حلیوں میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی۔ میں نے مصری سے اس کی ران کے زخم کا حال
دریافت کیا تو اسے میرے پوچھنے سے اچنبھا ہوااور کہا کہ یہ زخم مجھے تیس برس ہوئے جب پہنچا
تھا۔ پھر ایک شخص آیااوراس کے ساتھ ان کی تمام خواہشوں کی تمام اقسام تھیں وہ حضرت شیخ کے
سامنے رکھدیں تو شیخ نے اسے حکم دیا اس نے ہر ایک کے سامنے اس کی خواہش کی چیز رکھ دی
اوراس سے کہا کہ جو تم چاہتے ہو وہ کھاؤ تو انہیں غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو یمینی نے شیخ
سے عرض کیا کہ اے سردار کیا تعریف ہے اس شخص کی جو مخلوق کے بھیدوں پر آگاہ ہے، فرمایا بے
شک وہ جانتا ہے کہ تو نصرانی ہے اور تیرے کپڑوں کے نیچے زنار ہے، تو وہ شخص چیخ پڑااور شیخ کی
طرف کھڑا ہوااور اسلام لایا تو شیخ نے فرمایا کہ اے میرے لڑکے ہر وہ شخص جس نے مشائخ سے
تجھے دیکھا تو یقیناً تیرا حال جان لیا لیکن وہ جانتے تھے کہ تیرا اسلام میرے ہاتھ پر ہے وہ تیری
بات سے رکے فرمایا بلاشبہ انکی وفات ویسی ہی ہوئی جیسے شیخ نے خبر دی تھی اسی وقت مذکور پر اور
بعینہ اسی جگہ بلا تقدیم وتاخیر کے اور عراقی مرا شیخ کے پاس اسی زاویہ میں بعد اس کے کہ مہینہ بھر
مریض رہااور میں اس کے جنازہ کے نمازیوں میں تھااور شامی مرا ہمارے پاس حریم میں میرے
گھر کے دروازہ پر پڑا تھا، اور آواز دی گئی تو میں باہر آیا تو ناگاہ وہ ہمارا رفیق شامی تھا اس کی
موت میں اوراس کے وقت میں کہ میں اس کے ساتھ شیخ سے ملا تھا سات برس تین مہینے سات
دن تھے رحمتہ اللہ تعالی علیہ۔ تو دیکھو یہ خادم خادمان خدام حضور علیہ الصلوۃ والسلام انہوں نے
ایک جان کے متعلق بہتر (۷۲) غیبوں کی خبر دی جن میں راز درون سینہ، مرنے کی جگہ اور
موت کے اوقات اور موت کے اسباب اور وہ کل کیا کرے گا اوراس کے ماسوا اور اگر تجھے شک
ہو جو میں نے تعداد ذکر کی تو پھر گن۔ اطلاع اوپر خطرہ ابوالمجد کے خبر دینا کہ عنقریب ہمارے
پاس آئیں گے پانچ آدمی، ایک ان میں کا عجمی ہے، دوسرا عراقی، تیسرا مصری، اور چوتھا
شامی، اور پانچواں یمینی، یہ آٹھ غیب ہوئے۔ پھر عجمی کے متعلق گیارہ غیب کہ وہ گورا ہوگا، اس کی
سپیدی میں سرخی ملی ہوگی، اوراس کے تل ہوگا، اور وہ اس کے رخسار پر اور یہ رخسار سیدھا ہوگا
، اور گوشت کی خواہش کرے گا، اور اسکی خواہش بھنے ہوئے گوشت کی ہوگی نہ پکے ہوئے یا سو

کھے کی ، اور وہ نو مہینے بعد مرے گا ، اور اس کی موت شیر کے پھاڑنے سے ہوگی ، اور یہ بطائح میں ہوگی ، اور وہیں دفن کیا جائے گا۔ اور وہاں سے منتقل نہ ہوگا اور یہیں سے اس کا حشر ہوگا۔ یونہی متعلق بعراقی گیارہ غیب ہیں۔ وہ گورا ہے ، اور اس میں سرخی جھلکتی ہے ، اور آنکھ میں پھلی ہے ، اور اسکے پاؤں میں لنگ ہے ، اور بط چاہے گا ، اور یہ کہ اسے چاولوں کے ساتھ کھائے گا ، اور یہ شخص بیمار ہوگا ، اور ایک مہینہ تک مرض میں ممتد رہے گا ، اور اسی سے مرجائیگا ، اور یہاں مرے گا ، اور ایک مہینہ بعد مریگا۔ اور مصری کے متعلق پندرہ غیب ہیں ، یہ کہ وہ گندم گون چھنگا اور چھٹی انگلی الٹے ہاتھ میں ہوگی ، اور اس کے نیزے کا کونچہ ہوگا اور اس کی ران میں ہوگا وہ الٹی ران ہو گی ، اور یہ زخم اسے اس کا پورا نہ ہوگا ، اور تیس برس کا ہوگا ، اور یہ شہد کی خواہش کریگا ، بلکہ خالص شہد نہیں گھی سے ملا ہوا۔ اس کا کسب تجارت ہوگی ، اور تجارت گاہ اس کی ہندوستان میں ہوگی ، اور اپنی آخر عمر تک تجارت ہی کرتا رہے گا ، اور وہ ہندوستان میں مرے گا ، اور اسکی موت بیس برس کے بعد ہوگی۔ اور شامی کے متعلق نو غیب ، گندمی رنگ کا ہوگا جس میں سپیدی غالب ہوگی ، موٹے موٹے گٹے پڑی ہوئی انگلیوں والا ہوگا ، اور سیب کی خواہش کرے گا ، اور شامی سیب چاہے گا ، زمین حریم میں مرے گا ، اور اسکی موت ابوالمجد کے گھر کے دروازہ پر ہوگی ، اور اسکی عمر سے سات برس اور مہینوں میں تین اور ایام میں سے سات باقی ہیں۔ اور یمینی کے متعلق آٹھ ، یہ کہ وہ گورا ہوگا اور یمینی گندم گون ہوتے ہیں ، وہ نصرانی ہے ، اس کے کپڑوں کے نیچے زنار ہے (جنیو) اور اپنے ملک سے مسلمانوں کے امتحان کے لئے نکلا ، اور اسے نکلے ہوئے تیس برس ہوئے ، اور اس نے اپنی نیت کی کسی کو خبر نہ کی ، نہ گھر والوں کو نہ اہل شہر کو ، اور اسکی خواہش انڈا ہے اور یہ کہ انڈا نیم برشت تو یہ باسٹھ (۶۲) غیب ہوئے۔ اور پانچ یہ کہ ان سے کوئی دوسرے کی خواہش پر مطلع نہ ہوا۔ اور پانچ یہ کہ ہر ایک کی خواہش کی چیز ہمیں غیب سے ملے گی ، تو یہ بہتر (۷۲) غیب پورے ہوئے۔ تو پاکی اس کے لئے جس نے عطا کیا جو چاہا جسے اپنے بندوں میں سے اور اسی کے لئے حمد ہے۔

(الدولۃ المکیۃ ۳۰۵ تا ۳۷۵)

سورۃ السجدۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۱) قل یتوفٰکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الٰی ربکم ترجعون۔☆

تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن جریر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی، فرماتے ہیں۔ "وکل ملک المو ت بقبض ارواح المومنین والملئکۃ" ۔یعنی ملک الموت مسلمانوں اور فرشتوں کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں۔

الامن والعلی (۱۵)

سورۃ الاحزاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴﴾ماجعل اللہ لرجلٍ من قلبین فی جوفہٖ ج وماجعل ازواجکم الّٰئی تظٰھرون منھن امھٰتکم ج وماجعل ادعیآء کم ابناء کم ط ذٰلکم قولکم بافواھکم ط واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔☆

اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے ۔اور تمہاری ان عورتوں کو جنہیں تم ماں کے برابر کہدو تمہاری ماں نہ بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارے اپنے منھ کا کہنا ہے ۔اور اللہ حق فرماتا ہے ۔اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قلب وہ عضو ہے کہ سلطان اقلیم بدن و محل عقل وفہم و منشائے قصد واختیار ورضا وانکار ہے، ایک شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے، دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند ۔آیۂ کریمہ میں رجل نکرہ ہے اور تحت نفی داخل ہے تو مفید عموم واستغراق ہے، یعنی اللہ عزوجل نے کسی کے دو دل نہ بنائے نہ کہ فقط اس شخص خاص کی نسبت انکار فرمایا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: " الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب " سنتے ہو بدن میں ایک پارہ گوشت ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے سنتے ہو وہ دل ہے۔

تو اگر کسی کے دو دل ہوں ان میں ایک ٹھیک رہے ایک بگڑ جائے تو چاہئے معاً ایک آن میں سارا بدن بگڑا اور سنبھلا دونوں ہوا اور یہ محال ہے ۔جو دو دل ہوں ۔ایک نے ارادہ کیا یہ کام کیجئے، دوسرے نے ارادہ کیا نہ کیجئے، تو اب بدن ایک کی اطاعت کرے گا، یا دونوں کی، یا کسی کی نہیں ۔ظاہر ہے کہ دونوں کی اطاعت محال ہے اور کسی کی نہ ہو تو ان میں کوئی قلب نہیں کہ قلب تو

وہی ہے کہ بدن اسی کے ارادے سے حرکت وسکون ارادی کرتا ہے، اور اگر ایک کی اطاعت کریگا دوسرے کی نہیں تو وہ جس کی اطاعت کریگا وہی قلب ہے، اور دوسرا ایک بدگوشت ہے کہ بدن میں صورت قلب پر پیدا ہوگیا۔ جیسے کسی نے کے پنجے میں چھ انگلیاں ہیں۔ اور بعض کے ایک ہاتھ میں دو ہاتھ لگے ہوتے ہیں، ان میں جو کام دیتا ہے اور ٹھیک موقع پر ہے وہی ہاتھ ہے دوسرا بدگوشت ہے۔ ڈاکٹروں کا بیان اگر سچا ہو تو اس کی یہی صورت ہوگی کہ بدن میں ایک بد گوشت بصورت دل زیادہ پیدا ہوگیا ہوگا۔ ہاتھ میں تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصلی اور زائد دونوں ہاتھ کام دیں۔ مگر قلب میں یہ ناممکن ہے۔ آدمی روح انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے، اور روح انسانی متجزی نہیں کہ آدھی ایک دل میں رہے آدھی دوسرے میں۔ تو جس سے وہ اصالۃً متعلق ہوگی وہی قلب ہے دوسرا سلب ہے۔ اور آیۂ کریمہ میں " یصورکم فی الارحام کیف یشاء " فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویر بناتا ہے جیسے وہ چاہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ "کیف تشاؤن وبخیالاتکم تخترعون" جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گڑھو ویسی ہی تصویر بنادے۔ یہ محض باطل ہے اور اس نے اپنی مشیت بتادی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۹۴ تا ۱۹۵)

﴿۲﴾ النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهٰتهم ط واولو الارحام بعضهم اولٰی ببعض فی کتٰب اللہ من المؤمنین والمهٰجرین الآ ان تفعلوآ الٰی اولیٰئکم معروفًا ط کان ذلک فی الکتٰب مسطورًا۔☆

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق: زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں تمام مسلمین کے ولی احق واقدم خود حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم" نبی مسلمانوں کےان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولی بالمؤمنین من انفسھم "۔ رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ " میں مسلمانوں کاان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔اسے امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

تو جونماز جنازہ قبل اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورلوگ پڑھ لیں پھراگر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نماز اول غیرولی احق نے پڑھی، ولی احق اختیار اعادہ رکھتا ہے،اسے ان مجتہد صاحب کی صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوگا خصوصا جب کہ پہلے سے ارشادفرمایا ہوکہ فلاں مریض جب انتقال کرے ہمیں خبر دینا کہ آخر یہ ارشاد اسی لئے تھا کہ خودنماز پڑھنے کا قصد تھا تو اگراوروں کا پڑھنا ثابت ہوتو صرف بے اذن ولی نہیں بلکہ خلاف اذن ولی ہوگا اگرچہ ان کا اطلاع نہ دینا بمقتضائے ادب ومحبت ہوجیسا کہ سکینہ سوداء خادمہ مسجدام محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملہ میں ہے، جب اس کا انتقال ہو مجھے خبر دینا(ان کا جنازہ شب کوتیار ہوا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جگانا خلاف ادب جانا(ابن ابی شیبہ کی روایت موصولہ میں حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے(یہ بھی خوف ہوا کہ رات اندھیری ہے زمین میں ہرطرح کے کیڑے ہوتے ہیں اس وقت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا مناسب نہیں،"قال فد فنھا" یہ خیال کرکے دفن کردیا) صبح حضور کوخبر ہوئی،فرمایا: الم امرکم ان تؤذنونی بھا " کیا میں نے تم کوحکم نہ دیا تھا کہ مجھے اس کی خبر دینا۔عرض کی:"یا رسول اللہ کرھنا ان نخرجك لیلا اونو قظك " یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم !ہمارے دلوں کوگوارانہ ہوا کہ رات میں حضور کو باہر آنے کی تکلیف دیں،یا حضور کوخواب راحت سے جگائیں (کہ حضور کا خواب بھی تووحی ہے کیا معلوم کہ اس وقت حضور خواب میں کیادیکھتے سنتے ہوں)

صحیح بخاری شریف میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے: "فحقروا شانھا "
صحیح مسلم میں انہی سے ہے: " وکانھم صغروا امرھا " یعنی یہ خیال کیا کہ وہ اس قابل نہ تھی کہ اس کے جنازہ کے لئے حضور کو جگا کر اندھیری رات میں باہر لے جائیں۔

مسند امام احمد میں حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: " لا تفعلوا ادعونی لجنا ئزکم " ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلایا کرو۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے حضور نے فرمایا:

فلا تفعلوا ، ما ما ت منکم میت ما کنت بین اظھرکم الا اٰذنتمو نی بہ فان صلا تی لہ رحمۃ۔

ایسا کبھی نہ کرنا جب تک میں تم میں تشریف رکھوں جو شخص مرے مجھے خبر ضرور دینا کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۔

اقول وباللہ التوفیق: ابن حبان اپنی صحیح اور حاکم مستدرک میں حضرت یزید بن ثابت انصاری برادر اکبر زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی ہیں:

قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما وردنا البقیع اذا ھو بقبر فسأل عنہ فقالوا فلا نۃ فعرفھا فقال الا اٰذنتمونی بھا قالوا کنت قائلا صائما قال فلا تفعلو ا لا عرفن ما ما ت منکم میت ما کنت بین اظھرکم الا اٰذنتمو نی بہ فا ن صلا تی علیہ رحمۃ۔

یعنی ہم ہمراہ رکاب اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم باہر چلے جب بقیع پر پہنچے ایک قبر نظر آئی حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، لوگوں نے عرض کی: فلاں عورت ہے۔ حضور نے انہیں پہچانا، فرمایا: مجھے کیوں نہ خبر کی؟ عرض کی: حضور دوپہر کو آرام فرماتے تھے اور حضور کا روزہ تھا۔ فرمایا: ایسا نہ کرو جب تم میں کوئی مسلمان مرے مجھے خبر کر دیا کرو کہ میرا اس پر نماز پڑھنا رحمت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالی عنہا کا غیر ہے، وہاں یہ تھا کہ اندھیری رات تھی ہمیں گوارا نہ ہوا کہ حضور کو جگائیں، یہاں یہ ہے کہ دوپہر کا وقت تھا حضور آرام فرماتے

تھے، حضور کو روزہ تھا، اور دونوں حدیثوں میں وہی ارشاد اقدس ہے کہ ایسا نہ کرو ہمیں اطلاع دیا کرو۔ اب خواہ یوں کہ ایک واقعہ کے حضار اور تھے اور دوسرے واقعہ کے لوگوں کو اس حکم کی خبر نہ تھی، خواہ یوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے اس امر کو ارشادی محض بہ نظر رحمت تامہ حضور روف رحیم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم خیال کیا، نہ ایجابی۔ لہذا جہاں تکلیف کا خیال ہوا ادب و آرام کو مقدم رکھا، بہرحال ایسے وقائع ان سب وجوہ مذکور کے مورد ہیں۔ ایک بار کے فرمان سے، کہ خبر دے دیا کرو، باقی بار کا بعد اطلاع اقدس ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، کما لا یخفی،

لاجرم طبرانی نے حصین بن وحوج انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی:

ان طلحة بن البراء مرض فاتا ہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعودہ فقال انی لأرٰی طلحة الا قد حدث فیہ المو ت فاذنو نی بہ وعجلو ا افلم یبلغ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی سا لم بن عوف حتی تو فی ، وکا ن قال لاھلہ لما دخل اللیل اذا مت فا دفنو نی ولا تدعوا رسول اللہ فانی اخا ف علیہ الیھو د ان یصاب بسببی فا خبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین اصبح ملخصا الحدیث "

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالی عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور یہ فرماگئے کہ اب ان کا وقت آیا معلوم ہوتا ہے، مجھے خبر کر دینا اور تجہیز میں جلدی کرنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محلہ بنی سالم تک نہ پہنچے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا اور انہوں نے رات آنے پر اپنے گھر والوں کو وصیت کردی تھی کہ جب میں مروں تو مجھے دفن کر دینا اور حضور اقدس کو نہ بلانا، رات کا وقت ہے مجھے یہود سے اندیشہ ہے مبادا حضور کو میرے سبب سے کوئی تکلیف پہنچے۔ ان کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا، صبح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ وباللہ التوفیق۔

ثم اقول وباللہ استعین: حقیقت ولایت سے قطع نظر کرکے یہاں ایک لطیف تر تقریر ہے کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئی، نماز جنازہ شفاعت ہے " کما صرحت بہ الا حادیث " جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

احمد و مسلم وابوداؤد وابن ماجہ کی حدیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس مسلمان کے جنازہ پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالی اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائے۔

احمد ومسلم ونسائی نے ام المومنین وانس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہما اور ترمذی نے صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ما من میت تصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یشفعون له الا شفعوا فیه " جس میت پر سو مسلمان نماز جنازہ میں شفیع ہوں ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہو۔

اور مالک شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور جو کوئی شفاعت کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اعطیت الشفاعة :رواه البخاری ومسلم والنسائی عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما فی حدیث اعطیت خمساً لم یعطهن احد من الانبیاء قبلی " شفاعت مجھے عطا فرمادی گئی ہے۔اسے بخاری مسلم اور نسائی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔اس حدیث میں کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کو نہ ملیں۔

حضور شافع شفیع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیمة کنت امام النبیین وخطیبهم وصاحب شفاعتهم غیر فخر : رواه احمد والترمذی وابن ماجة والحاکم باسانید صحیحة عن ابی بن کعب رضی الله تعالی عنه "روز قیامت تمام انبیاء کا امام اوران کا خطیب اور انکی شفاعت کا مالک میں ہوں اور یہ بات کچھ براہ فخر نہیں فرماتا۔اسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سندوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا۔

تو جو شفاعت بے اذن والا کوئی کرے وہ فضولی کا تصرف ہے کہ اذن مالک پر موقوف رہے گا۔مالک اگر جائز کردے جائز ہوجائے گا اور اگر آپ ابتدائے تصرف کرے تو باطل۔

" فان البات اذطرء علی موقوف ابطله کما نص علیه الفقهاء فی غیر ما مسئله "اس لئے کہ قطعیت والا جب کسی موقوف پر طاری ہوتو اسے باطل کردیتا ہے جیسا کہ فقہا نے متعدد مسائل میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

مثلاً عمرو ملک زید بے اذن زید بیع کردے، زید خبر پاکر روا رکھے روا ہے، اور اگر خود از سرنو عقد بیع کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقد فضولی پر قناعت نہ کی، اب عقد یہی عقد مالک ہوگا نہ عقد فضولی۔ تو صورت مذکورہ میں جس میت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود نماز پڑھیں یہ اعادہ نماز نہ ہوگا، بلکہ نماز اول یہی قرار پانی چاہئے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہی معنیٰ ہیں ہمارے بعض ائمہ کے فرمانے کے کہ نماز جنازہ کا فرض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بے حضور کے پڑھے ساقط نہ ہوتا تھا یعنی حضور خود پڑھیں یا دوسروں کو اذن دیں۔

"کما فعل فی الغال و کان یفعله اولا فی من مات مدیوناً ولم یترک وفاء

" جیسا کہ مال غنیمت کے اندر خیانت کرنے والے کے ساتھ کیا، پہلے اس مدیون کے ساتھ ایسا کرتے تھے جو ادائے دین کے لئے کچھ چھوڑ نہ جائے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۲۹۱ تا ۲۹۶)

﴿۱۳﴾ واذ قالت طآئفة منهم یٰاهل یثرب لامقام لکم فارجعوا و یستاذن فریق منهم النبی یقولون ان بیوتنا عورة ط وما هی بعورة ج ان یریدون الا فرارًا۔☆

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے مدینہ والو یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں تم گھروں کو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اذن مانگتا تھا یہ کہکر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے۔ وہ تو نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قول کفار کی حکایت فرماتے ہوئے ارشاد باری ہے۔ اے اہل یثرب! تمہارے لئے مقام نہیں یعنی جائے قرار نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۲۳۴)

//یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے، وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کرکے یثرب کہتے۔ اللہ عزوجل نے ان پر رد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا۔

عن البراء بن عازب رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : مَنْ سَمَّی الْمَدِیْنَةَ یَثْرِبَ فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ، هِیَ طَابَةٌ ، هِیَ طَابَةٌ ـ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مدینے کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے مدینہ طابہ ہے، مدینہ طابہ ہے۔

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔

عن جابر بن سمرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ سَمَّی الْمَدِيْنَةَ طَابَةً ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔

(فتاوی رضویہ ۱۰/۶۱)

﴿۲۱﴾ لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجوا الله والیوم الأخر وذکرالله کثیرا۔☆

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ میں مولیٰ جل وعلا اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے طریق وروش پر چلنے کی ہدایت فرماتا اور مسلمانوں کو یوں جوش دلاتا ہے کہ دیکھو ہماری یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں ہمارا خوف، ہماری یاد، ہم سے امید، قیامت سے دہشت ہوگی اور موافق مخالف حتی کہ نصاری ویہود ومجوس وہنود تمام جہان جانتا ہے کہ اس سرور جہان وجہانیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت دائمہ مستمرہ داڑھی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی، محافظت فرمائی، تو کید فرمائی، ہدایت فرمائی، معاذ اللہ کبھی تجویز کے خلاف گنجائش نہ پائی۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۲۳)

ہم یہاں بعض احادیث حلیہ کریم یاد کریں کہ ذکر حبیب نور عین وسرور جاں وشادابی دل وسیرابی ایمان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

حدیث:(۱) جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كثير شعر اللحية " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بال کثیر وانبوہ تھے۔ رواه مسلم وعنه عند ابن عساكر كثير شعر الراس واللحية۔

حدیث:(۲) ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فخماً مفخماً يتلألؤ وجهه تلألؤ القمر ليلةالبدر وازهر اللون واسع الجبين كث اللحية" حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عظمت والے نگاہوں میں عظیم دلوں میں معظم تھے چہرۂ مبارک ماہ دو ہفتہ کی طرح چمکتا جگمگاتی رنگت کشادہ پیشانی گھنی داڑھی" رواه الترمذى فى الشمائل والطبرانی فی الكبير والبيهقى فى الشعب ورواه ايضا فى الدلائل وابن عساكر فى التاريخ "

حدیث:(۳) امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ فرماتے ہیں:

بابى وامى كان ربعة ابيض مشربا بحمرة كث اللحية "میرے ماں باپ ان پر قربان میانہ قد تھے گورا رنگ جس میں سرخی جھلکتی گھنی داڑھی" رواه ابن عساكر عن ابى هريرة رضى الله عنه ۔

حدیث:(۴) وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالی عنہ "كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ضخم الهامة عظيم اللحية" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک بزرگ اور ریش مطہر بڑی تھی ۔رواه البيهقى

حدیث:(۵) امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بيض اللون مشر بابحمرة اوحج العينين كث اللحية '' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ گورا سرخی آمیز آنکھیں بڑی خوب سیاہ داڑھی گھنی۔

حدیث:(۶) انس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:

کا ن رسو ل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احسن النا س قواماً واحسن النا س وجھا واطیب النا س ریحا والین النا س کفا وکا نت لہ جمۃ الی شحمۃ اذنیہ وکا نت لحیتہ قد ملأت من ھھنا الی ھھنا امریدیہ علی رضیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کی بناوٹ تمام جہان سے بہتر، چہرہ تمام عالم سے خوبتر، مہک سارے زمانہ سے خوشبوتر، ہتھیلیاں سب لوگوں سے نرم تر، بال کانوں کی لوتک (پھر اپنے رخساروں کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ) ریش مبارک یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی تھی۔

حدیث:(۷) وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا ن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابیض الوجہ کث اللحیۃ احمر الما ء فی اھدا ب الاشفار" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منھ گورا، داڑھی گھنی، آنکھوں کے کودوں میں سرخی، پلکیں دراز" رواہ جمیعا ابن عسا کر الکل مختصرا۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

"کث اللحیۃ تملؤ صدرہ" ریش مطہر گھنی سینہ منور کو بھرے ہوئے۔

یہاں سینے سے مراد اس کا بالائی کنارہ ہے کہ گلے کی انتہا ہے "صرح بہ الشرح وھو الواضح الصراح" اور عادت کریمہ تھی کہ کوئی امر کیسا ہی مرغوب و پسندیدہ ہو جب شرعا لازم ضروری نہ ہوتا تو بیان جواز کیلئے گاہے ترک بھی فرمادیتے، یا قولاً خواہ تقریراً جواز ترک بتادیتے، اس لئے علمائے کرام نے سنت کی تعریف میں مع الترک احیاناً اضافہ کیا، یعنی جسے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکثر کیا اور کبھی کبھی ترک بھی فرمادیا ہو، ولہذا محققین فرماتے ہیں: کہ ایسی مواظبت دائمہ ہمیشہ دلیل وجوب ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب الاذان میں فرماتے ہیں: "عدم الترک مرۃ دلیل الوجوب" نیز باب الاعتکاف میں فرمایا: ھذہ المواظبۃ المقرونۃ بعدم الترک مرۃ لما اقترنت بعدم الانکا ر علی من لم یفعلہ من الصحا بۃ رضی اللہ تعالی عنھم کا نت دلیل السنۃ والا کا نت دلیل الوجوب"۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۲۳)

﴿۳۳﴾ وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ واقمن

الصلٰوۃ واٰتین الزکٰوۃ واطعن اللہ ورسولہ ۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرًا۔☆

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپا کی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل اولا دکو دین ودنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح عظیم کا کیا کہنا جن کی اولاد میں شیخ صدیقی فاروقی عثمانی علوی جعفری عباسی انصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین دنیا وآخرت میں نفع پائیں گے، پھر اللہ اکبر حضرات علیہ سادات کرام، اولا دامجا دحضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پرنور سید الصالحین سید العالمین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع واعلی وبلند وبالا ہے۔ (کہ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (اراءۃ الادب ۳۷)

﴿۳۶﴾ وما کان لمؤمنٍ ولا مؤمنۃٍ اذا قضی اللہ ورسولہٗ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ۔ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلٰلاً مبینا۔☆

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ائمۂ محققین تصریح فرماتے ہیں: کہ احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کردیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں۔

آیت کریمہ۔ قاتلوا الذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ۔

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لائے اللہ اور نہ پچھلے دن پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کردیا ہے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔

آیت کریمہ۔ ماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ، ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا۔

نہیں پہونچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کردیں اللہ و رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنے معاملہ کا، اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہی میں بھٹکا۔

یہاں سے ائمۂ مفسرین فرماتے ہیں: حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبل طلوع آفتاب اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مول لے کر آزاد کردیا تھا اور متبنی بنادیا تھا ،حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی امیہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کا پیام دیا، اول تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے طلب ہے ان کار کیا اور عرض کر بھیجا کہ یارسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں، ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی، ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی بنا پر ان کار کیا، اس پر یہ آیت کریمہ اتری، اسے سنکر دونوں بھائی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہوگیا۔

ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عزوجل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہو جائے ،خصوصاً جبکہ وہ اسکا کفو نہ ہو، خصوصاً جبکہ عورت کی شرافت خاندانی کواکب ثریا سے بھی بلند و بالا ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزت جل جلالہ نے بعینہ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الہٰ کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا۔ یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے فرض قطعی ہوگئی۔ مسلمانوں کو نہ ماننے کا اصلا اختیار نہ رہا، جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہوجائیگا۔

دیکھو! رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہوجاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا،

ایک مباح اور جائز امر تھا، ولہذا ائمۂ دین خدا ورسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اس فرض سے اقوی ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنی کردیں۔

امام عارف باللہ سید عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبری باب الوضو میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اکابر ائمہ میں ہیں جن کا ادب اللہ عزوجل کے ساتھ بہ نسبت اور ائمہ کے زائد ہے، اسی واسطے انہوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کہا اور وتر کا نام واجب رکھا، یہ دونوں سنت سے ثابت ہیں نہ قرآن عظیم سے، تو امام اعظم نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا کہ اللہ کے فرض اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرض میں فرق وتمیز کردیں، اس لئے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مؤکد ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرض کردیا، جبکہ اللہ عزوجل نے حضور کو اختیار دیدیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کردیں جسے نہ چاہیں نہ کریں،

اسی میں ہے:۔

حضرت عزت جل جلالہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ منصب دیا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے، فرمایا: اچھا نکال دی، اسکا کاٹنا جائز کردیا۔ اگر اللہ سبحانہ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت میں چاہیں مقرر فرمائیں۔ تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے، کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنی فرمادیں۔

الامن والعلی ١٧٢

﴿٣٧﴾واذ تقول للذیٓ انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک مااللہ مبدیہ وتخشی الناس ج

واللہ احق ان تخشٰہ ۔ فلما قضٰی زید منہا وطرًا زوجنکہا لکی لایکون علی المؤمنین حرج فیٓ ازواج ادعیآئہم اذا قضوا منہن وطرًا ۔ وکان امراللہ مفعولاً ۔☆

اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی ۔ تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دیدی ۔ کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بی بیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہنا۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

﴿**واذ تقول للذیٓ انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ**﴾ سے مراد حضرت زید بن حارثہ ہیں

عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : کنت جالسا اذ جاء علی و العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یستاذنان ، فقالا ، یا اسامۃ ! استاذن لنا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،فقلت: یا رسول اللہ ! علی والعباس یستا ذنان ،قال: اتدری ماجاء بہما ؟ قلت: لا، فقال لکنی ادری، ائذن لہما ، فدخلا ، فقالا:یا رسول اللہ ! جئناک نسألک ای اہلک احب الیک؟ قال: فاطمۃ بنت محمد، رضی اللہ تعالیٰ عنہا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، قالا: ما جئناک نسألک عن اہلک ، قال : احب اہلی الی من قد انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ اسامۃ بن زید ، قالا: ثم من ؟ قال: ثم علی بن ابی طالب فقال العباس: یا رسول اللہ! جعلت عمک آخر ہم ، قال : ان علیا سبقک بالھجرۃ ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولت خانہ کے قریب بیٹھا تھا کہ حضرت علی مرتضی اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لئے تشریف لائے ، دونوں حضرات نے فرمایا: اے اسامہ! ہمارے لئے حضور سے باریابی کی اجازت لے لو، میں نے

عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت علی و حضرت عباس آپکی خدمت میں حاضری کی اجازت کے طالب ہیں ،فرمایا: جانتے ہو یہ دونوں کس لئے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں،فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں، آنے دو، دونوں حضرات نے حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم یہ پوچھنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عرض کیا: ہم آپکے خاص گھر کی بات نہیں کررہے،فرمایا: مجھے اپنے اقربا میں وہ زیادہ محبوب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور میں نے انعام کیا، یعنی اسامہ بن زید، پھر عرض کیا: ان کے بعد کون؟ فرمایا: علی بن ابی طالب، یہ سنکر حضرت عباس بول اٹھے، یارسول اللہ! کیا آپکے چچا کا مقام بعد میں ہے؟ فرمایا: ہاں حضرت علی تم پر ہجرت میں سبقت حاصل کرچکے ہیں۔۱۲م

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات میں فرماتے ہیں:۔

لم یکن احدمن الصحابۃ الا وقد انعم اللہ تعالیٰ علیہ و انعم علیہ رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،الا ان المراد المنصوص علیہ فی الکتاب، الخ،

یعنی سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے ہی تھے جنہیں اللہ تعالی نے نعمت بخشی اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت بخشی ،مگر یہاں مراد وہ ہے جسکی تصریح قرآن کریم میں ارشاد ہوئی کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی، اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی، اور وہ زید بن حارثہ ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اس میں نہ کسی کا خلاف اور نہ اصلا شک، آیت اگرچہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا مصداق اسامہ بن زید کو ٹھہرایا کہ پسر تابع پدر ہے، افادہ فی المرقات۔

اقول: نہ صرف صحابہ کرام بلکہ تمام اہل اسلام اولین و آخرین سب ایسے ہی ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے نعمت دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی، پاک کر دینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیت کریمہ میں بارہا سنا ہوگا کہ 'یزکیھم ' یہ نبی انہیں پاک اور ستھرا کردیتا ہے۔ بلکہ لا واللہ، تمام جہان میں کوئی شی ایسی نہیں جس پر اللہ کا

احسان نہ ہو، اور اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو، فرماتا ہے:

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين ۔

ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے،

جب وہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اہل کفر واہل کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان۔

راست خواہی ہزار چشم چناں ☆ کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

الامن والعلی ص ۱۳۶

(۴۰) ما کان محمد ابآ احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبین ط وکان الله بکل شیء علیمًا۔☆

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور پرنور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء ومرسلین بلاتاویل وبلاتخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنی شک وشبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیہ کریمہ "ولکن رسول الله وخا تم النبين "لا نبی بعدی(میرے بعد کوئی نبی نہیں) سے تمام امت مرحومہ نے سلفاً وخلفاً یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاتخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی ہوئے، حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔

فتاوی یتیمۃ الدہر والاشباہ والنظائر وفتاوی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

"اذا لم یعرف الرجل ان محمد اصلي الله تعالیٰ علیه وسلم آخر الانبیا ء فلیس بمسلم لا نہ من الضروریا ت " جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین سے ہے۔

شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالی علیہ میں ہے:

کذالك (یکفر) من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او بعدہ (الی قولہ) فھؤ لاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخبرانہ خاتم النبین ولا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالی انہ خاتم النبین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی حمل ان ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المرادبہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شك فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا " یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ خاتم النبین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالی کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا اور رسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کے خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت وبحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

" ان الامۃ فھمت من ھذا اللفظ انہ فھم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الھذیان لا یمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولا مخصوص "

یعنی تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلا کوئی تاویل یا تخصیص نہیں۔ تو جو شخص لفظ خاتم النبین میں "النبین" کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے، اسے کافر کہنے سے کچھ

نبی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کا منکر ہے تو وہ اصلاً آپ کی نبوت کا معتقد نہیں کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو تسلیم کرتا تو جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس کو حق جانتا جس طرح آپ کی رسالت و نبوت تواتر سے ثابت ہے، اسی طرح یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا، صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ آپ کے بعد نبی تھا یا ہے یا ہوگا بلکہ وہ بھی کافر ہے جو آپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے، خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی شرط ہی یہ ہے

بالجملہ آیۂ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" مثل حدیث متواتر لا نبی بعدی " قطعاً عام اور اس میں مراد استغراق تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نہ ہونے پر اجماع امت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام، یہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قیل وقال اصلاً مسموع نہیں، جیسے آجکل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اور حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج و تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں، اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے، یا ایک اور دجال نے کہا تھا کہ تقدم و تاخر زمانہ میں کچھ فضیلت نہیں، خاتم بمعنی آخر لینا خیال جہال ہے، بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبی بالذات ہے" اور اسی مضمون ملعون کو دجال اول نے یوں ادا کیا کہ خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے، ایک اور مرتد نے لکھا " خاتم النبیین ہونا حضرت رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل عوالم کے، پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں نبی ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین کے نہیں، جموع محلے باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں" چند اور خبیثوں نے لکھا الف لام خاتم النبین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو، اور بر تقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عرفی کے لئے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو، اور یہ بھی کہ عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے کہ اکثر علماء ظنی ہونے کے قائل ہیں اور قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے" الی غیر ذلک من الکفریا ت الملعونۃ والارتدادات المشحو نۃ بنجا سا ت ابلیس وقا ذو را ت التد لیس لعن اللہ قائلیھا وقاتل اللہ قابیلھا " دیگر کفریات ملعونہ اور ارتدادات جو

ابلیس کی نجاستوں اور جھوٹ کے پلیدوں کو متضمن ہے اللہ تعالی کی اس کے قائل پر لعنت ہو اور اسے قبول کرنے والے کو اللہ تعالی برباد فرمائے۔

یہ سب تاویل رکیک ہیں یا عموم واستغراق "النبیین" میں تشویش وتشکیک، سب کفر صریح وارتداد قبیح، اللہ ورسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی، شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی، اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنھم اجمعین سے اب تک تمام امت موحومہ نے اسی معنی ظاہر ومتبادر وعموم واستغراق حقیقی تام پر اجماع کیا اور اسی بنا پر سلفاً وخلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتب احادیث وتفسیر وعقائد وفقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۳۳۳ تا ۳۳۷)

عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : انما مثلی ومثل الانبیاء کرجل بنی داراً فاکملها واحسنها الا موضع لبنة ، فجعل الناس یدخلونها ویتعجبون منها ویقولون : لولا موضع اللبنة فانا موضع اللبنة فختم بی الانبیاء ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، تو جو اس گھر میں جا کر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ وہ خالی ہے۔تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا، مجھ سے انبیاء ختم کردیئے گئے۔ المبین ۱۲۳

عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: مثلی ومثل النبین کمثل رجل بنی داراً فاتمها الالبنة واحدة، فجئت انا واتممت تلك اللبنة ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور انبیاء کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس نے پورا مکان بنایا سوا ایک اینٹ کے، تو میں تشریف فرما ہوا اور وہ اینٹ میں نے پوری کی۔

عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : مثلی فی النبیین کمثل رجل بنی داراً فاحسنھا واکملھا واجملھا وترک فیھا موضع لبنة ولم یضعھا ، فجعل الناس یطوفون فی البنیان وتعجبون منہ ویقولون : لوتم موضع اللبنة ،فانا فی النبیین موضع تلک اللبنة ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: پیغمبروں میں میری مثال ایسی ہے کہ کسی نے ایک مکان خوبصورت وکامل وخوش نما بنایااورایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی وہ نہ رکھی ،لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اوراس کی خوبی وخوشنمائی سے تعجب کرتے اور تمنا کرتے کہ کسی طرح اس اینٹ کی جگہ پوری ہوجاتی ،تو انبیاء میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔

عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بنیانا فاحسنہ واجملہ الاموضع لبنة من زاویة زوایاہ ،فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون : ھلا وضعت ھذہ اللبنة ؟ قال : فانا اللبنة وانا خاتم النبین ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میری اور مجھ سے قبل آنے والے انبیائے کرام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک خوبصورت خوشنما مکان بنایا مگراس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی،لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اوراس کی خوبی وخوشنمائی سے تعجب کرتے اور کہتے :اس اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے،حضورسید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تو میں اس اینٹ کی جگہ ہوااور میں خاتم النبیین ہوں۔

فتاوی رضویہ ۶/۶۵

﴿۴۱﴾ یٰایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔☆

اے ایمان والواللہ کو بہت یاد کرو۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیه وسلم : اکثروا ذکر الله حتی یقولوا مجنون ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر اس درجہ بکثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔

عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اذکرو الله ذکرا یقول المنافقون : انکم تراؤن ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو یہاں تک کہ منافق کہنے لگیں یہ لوگ ریاکار ہیں۔۱۲م

عن أبی الحوزاء اوس بن عبد الله بن الربعی رضی الله تعالیٰ عنه مرسلا قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اکثروا ذکر الله حتی یقول المنافقون : انکم مراؤن ۔

حضرت ابوالحوزاء اوس بن عبداللہ ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ منافق لوگ کہنے لگیں کہ یہ ریاکار ہیں۔۱۲م

عن عبد الله بن بشیر رضی الله تعالیٰ عنه قال :قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : لا یزال لسانك رطبا من ذکر الله ۔

حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ ذکر الٰہی میں تر زبان رہے۔

عن ام انس رضی الله تعالیٰ عنهما قالت : قال لی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اکثری من ذکر الله ، فانك لا تاتین بشیء احب الیه من کثرة ذکره ۔

حضرت ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر بکثرت کرو کہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو۔

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال:قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : من لم یکثر ذکر اللہ فقد بریٔ من الایمان ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوذکرالٰہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہوگیا۔

فتاوی رضویہ ۳/ ۷۸۷

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لم یفرض اللہ علی عبادہ فریضۃ الاجعل لھا حدا معلوما ثم عذر اھلھا فی حال العذر غیر الذکر فانہ لم یجعل لہ حدا انتھی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الامغلوبا علی عقلہ وامرھم بہ فی الاحوال کلھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پرکوئی فرض مقرر نہ فرمایا مگر یہ کہ اس کے لئے ایک حد معین کردی پھرعذر کی حالت میں لوگوں کواس سے معذور رکھا سواذکر کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی حدنہ رکھی جس پرانتہا ہواور نہ کسی کواس کے ترک میں معذور رکھا مگر وہ جس کی عقل سلامت نہ رہے اور بندوں کوتمام احوال میں ذکر کا حکم دیا۔

ان کے شاگرد امام مجاہد فرماتے ہیں:

الذکر الکثیران لا یتناھی ابدا "**ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی ختم نہ ہو۔**" ذکرھما فی المعالم وغیرھا۔　**(فتاوی رضویہ جدید ۵/ ۶۶۹۔۶۷۰)**

علامۃ الوجود مفتی ابوالسعود ارشاد فرماتے ہیں: یعم الاوقات والاحوال "**یہ آیت تمام اوقات اور احوال کوعام ہے۔**"　**(فتاوی رضویہ جدید ۸/ ۵۳۷)**

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء واولیاء اللہ علیہم الصلوۃ والسلام کی یاد میں خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد ہے اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں ۔ یہ اللہ کے ولی ہیں معہذا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد مجالس ومحافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے انہیں یہ مراتب بخشے یہ کمال عطا فرمائے ،اب چاہے اسے نعت سمجھ لو یعنی ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہیں جنہیں حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے درجے دیئے ،اس وقت یہ کلام کریمہ " ورفعنا بعضھم درجات " **کی قبیل سے ہوگا ،چاہے حمد سمجھ لو یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس**

نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے، اس وقت یہ کلام کریمہ " سبحا ن الذی اسریٰ بعبدہ الایۃ۔ وکریمہ "ھو الذی ارسل رسولہ با لھدیٰ " کے طور پر ہو جائے گا، حق سبحانہ وتعالی اپنے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے فرماتا ہے: " ورفعنا لك ذكرك " اور بلند کیا ہے ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالی شفا شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں۔ "جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكر ذكرني " یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا، بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد بعینہ خدا کی یاد ہے پس بحکم اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی حسن ومحمود ہی رہے گی، اور مجلس میلا د وصلوۃ بعد اذان وغیر ہا کسی خاص طریقے کے لئے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی۔ ہاں جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۶/۱۲ ۷۶۔۷۷)

﴿۵۲﴾ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ط یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا۔☆

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

درود شریف فرداً مستحب اور اصلا فرد فرض ہے۔ رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء نہیں فرمایا۔ لہذا جب پڑھا جائے گا اسی حکم الہی کا امتثال ہوگا، فلہذا ہر بار درود شریف پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے ،تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا۔ نظیر اس کی تلاوت کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآن عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہو گا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب " فا قرؤا ما تيسر من القرآن " پڑھو قرآن سے جو تمہیں

آسان ہے۔ کے اطلاق میں ہے۔ آجکل ایسا انکار کرنے والے کوئی نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۴۲۲)

﴿۵۷﴾ان الذین یؤذون اللہ ورسولہٗ لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابًا مھینًا۔☆

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ظاہر ہے کہ مسلمان اگرچہ معذب ہو آخرت میں اپنے رب کا ملعون نہیں ورنہ بالآخر رحمت ونعمت وجنت ابدی نہ پاتا، اس کی نار نار تطہیر ہے، نہ نار لعنت وابعاد وتذلیل وتحقیر، تو جسے اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں ملعون کرے وہ نہ ہوگا مگر کافر۔ اور یہ وہاں ہے کہ بعد وضوح حق برا ہ عناد ہو، جس طرح اب وہابیہ مارد ین اعدائے دین کا حال ہے "قاتلھم اللہ انی یؤفکون" اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے کہ دارقطنی وابوحاتم خزاعی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اھل البدع کلاب اھل النار" گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں ۔ کتا اور وہ بھی بدترین خلائق دوزخیوں کا جن کے متعلق فرمایا، "اولئک ھم شر البریۃ" وہ تمام مخلوق الٰہی سے بدتر ہیں، کتے سے بدتر، سور سے بدتر، سور کے لئے اگر کوئی کتا فرض کیا جائے تو ایسے لوگ سور سے بدتروں کے کتے ہیں، الا لعنۃ اللہ علی الظالمین۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/ ۲۸۷۔۲۸۸)

﴿۵۸﴾والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانًا واثمًا مبینًا۔☆

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم :لَیۡسَ الۡمُؤۡمِنُ بِالطَّعَانِ وَلَا اللِّعَانِ وَلَا الۡفَاحِشِ وَلَا الۡبَذِیِّ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان نہیں ہوتا طعن کرنے والا۔ بہت لعنت کرنے والا۔ بے حیا۔ فحش گو۔

عن أنس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم : مَنۡ آذٰی مُسۡلِمًا فَقَدۡ آذٰنِی وَمَنۡ آذٰنِی فَقَدۡ آذَی اللّٰہَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ فتاوی رضویہ ۵/۸۹۲

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال :رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم : کُلُّ الۡمُسۡلِمِ عَلَی الۡمُسۡلِمِ حَرَامٌ مَالُہٗ وَعِرۡضُہٗ وَدَمُہٗ، حَسۡبُ امۡرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنۡ یُّحَقِّرَ أخَاہُ الۡمُسۡلِمَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اسکا مال، اسکی آبرو، اسکا خون۔ آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔

فتاوی رضویہ ۳/۸۱۲

عن عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم : سَبَابُ الۡمُسۡلِمِ کَالۡمُشۡرِفِ عَلَی الۡھَلَکَۃِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینے والا اسکے مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے۔

فتاوی رضویہ ۹/۱۴۰

سورۃ سبأ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۱۳〉یعملون له مایشآء من محاریب وتماثیل وجفانٍ کالجواب وقدورٍ رٰسیٰت ۔ اعملوٓا اٰل داوٗد شکرًا ۔ وقلیل من عبادی الشکور ۔☆

اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں اے داؤد والو شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(تصاویر کا بنانا پہلی امتوں میں جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں حرام ہے اور) حرمت تصاویر متواتر ہے، مگر وہ احادیث جن سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب فرداً فرداً آحاد ہیں مگر مجموعہ سے حرمت متواتر ہو جاتی ہے، تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ حرمت تصاویر کی حدیث متواتر المعنی ہے، اور حدیث متواتر المعنی قرآن عظیم کو منسوخ کر سکتی ہے، جیسے اس آیت کو منسوخ کیا۔

(الملفوظ ۴/۶۹)

〈۱۹〉فقالوا ربنا بٰعد بین اسفارنا وظلموٓا انفسھم فجعلنٰھم احادیث ومزقنٰھم کل ممزقٍ ۔ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لکل صبارٍ شکور ۔☆

تو بولے اے ہمارے رب ہمارے سفر میں دوری ڈال اور انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں کہانیاں کر دیا اور انہیں پوری پریشانی سے پراگندہ کر دیا بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے ہر بڑے شکر والے کے لئے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

"ومزقنا ھم کل ممزق" اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کر دیا ہے پارہ پارہ کرنا۔

میں نے جزء لایتجزی کا قرآن عظیم کی اس آیت سے اثبات کیا۔ ممزق، بمعنی اسم

مفعول نہیں کہ اس صورت میں تحصیل حاصل ہوگی بلکہ بمعنی مصدر ہے۔

(الملفوظ ۴/صفحہ ۱۰)

﴿۲۸﴾ومآ ارسلنٰک الا کآفۃً للناس بشیرًا ونذ یرًا ولٰکن اکثر الناس لایعلمون۔☆

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آپ کی رسالت تمام جن وانس بلکہ تمام مخلوقات کے لئے ہے،آیت نے اسی طرف اشارہ فرمایا اور ان احادیث میں اس کی خوب وضاحت ہے)

عن جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ ،وبعثت الی الناس عامۃ ،وفی روایۃ کافۃ ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلے نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا،اور مجھے تمام لوگوں کا نبی بنا کر مبعوث کیا گیا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ارسلت الی الخلق کافۃ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف بھجا گیا۔

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: ان اللہ تعالیٰ فضل محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الانبیاء وعلی اھل السماء ،قالوا: کیف ؟ قال : ان اللہ تعالیٰ قال : ومآارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ،وقال لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ومآارسلناک الا کافۃ للناس ، فارسلہ الی الانس والجن ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے

حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کوتمام انبیاء کرام اور ملائکہ عظام سے افضل کیا، حاضرین نے انبیا پر وجہ تفضیل پوچھی، فرمایا: اللہ تعالٰی نے اور رسولوں کے لئے فرمایا: ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس قوم کے۔اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے تمھیں نہ بھیجامگر رسول سب لوگوں کے لئے، تو حضور کوتمام جن وانس کا رسول بنایا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماءفرماتے ہیں: رسالت والا کا تمام جن وانس کوشامل ہونا اجماعی ہے اور محققین کے نزدیک ملائکہ کوبھی شامل۔ کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالۃ اجلال جبرئیل۔

بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر وشجر، ارض وسماء، جبال وبحار تمام ماسوی اللہ اس کے احاطۂ عامہ ودائرہ تامہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم میں لفظ عالمین اور روایت صحیح مسلم میں لفظ خلق وہ بھی موکد بکلمہ کافۃ اس مطلب پر احسن الدلائل۔　　تجلی الیقین ۲۶

عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مامن شئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الحن والانس۔

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول نہ جانتی ہو مگر بے ایمان جن وآدمی۔

السوء والعقاب ۳۳

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اب نظر کیجئے! یہ آیت (جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں مذکور ہوئی) کتنی وجہ سے افضلیت مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حجت ہے

اولاً۔اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم ایک شہر کے ناظم تھے، اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلطان ہفت کشور، بلکہ بادشاہ زمین وآسماں۔

ثانیاً۔اعبائے رسالت سخت گرانبار ہیں اور ان کا تحمل بغایت دشوار۔ انا سنلقی علیك قولاً ثقیلا۔اسی لئے موسی وہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی، لاتنیا فی ذکری۔

دیکھو میرے ذکر میں سست نہ ہو جانا۔

پھر جسکی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر، جسکی رسالت نے انس و جن، اور شرق و غرب کو گھیر لیا اس کی مؤنت کس قدر، پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر، اور جتنی خدمت اتنی ہی قدر، افضل العبادات احمزھا۔

ثالثاً ۔جیسا جلیل کام ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسران ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء و سردار اعظم کو، لاجرم رسالت خاصہ و بعثت عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرق مراتب ان خاص رسولوں اور اس رسول الکل میں ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین۔

رابعاً۔یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوشان کا آدمی ہو اسے ویسے ہی عالی شان کام پر مقرر کریں۔جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اس کے سرانجام نہ ہونیکا موجب، یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر نگاہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامساً۔ جتنا کام زیادہ اتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ، نواب کو انتظام ریاست میں فوج و خزانہ اسی کے لائق درکار۔اور بادشاہ عظیم خصوصاً سلطان ہفت اقلیم کو اس کے رتق و فتق اور نظم و نسق میں اسی کے موافق۔اور یہاں سامان وہ تائید الٰہی و تربیت ربانی ہے جو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر مبذول ہوئی ہے، تو ضرور ہے کہ جو علوم و معارف قلب اقدس پر القا ہوئے معارف وعلوم جمیع انبیاء سے اکثر واولٰی ہوں۔افادہ الامام الحکیم الترمذی و نقله عنه فی الکبیر الرازی۔

اقول: پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت و ابلاغ رسالت میں کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے۔

حلم، کہ گستاخی کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔

دع اذٰھم و توکل علی اللہ۔

صبر، کہ ان کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں۔

فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل۔

تواضع، کہ ان کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

واخفض جناحك لمن اتبعك من المومنين ـ

رفق ولینت ، کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

فبما رحمة من الله لنت لهم الآيه

رحمت، کہ واسطۂ افاضۂ خیرات ہوں۔

رحمة للذين آمنوا منكم

شجاعت، کہ کثرت اعداء کوخیال میں نہ لائیں۔

انی لا یخاف لدی المرسلون ـ

جودوسخاوت، کہ باعث تالیف قلوب ہوں۔

فان الانسان عبيد الاحسان ،وجبلت القلوب على حب من احسن اليها ـ

ولاتجعل يدك مغلولة الى عنقك ـ

عفوومغفرت، کہ نادان جاہل فیض پاسکیں۔

فاعف عنهم واصفح ،ان الله يحب المحسنين

استغناء وقناعت، کہ جہال اس دعوی عظمی کوطلب دنیا پرمحمول نہ کریں۔

لا تمدن عينيك الى ما متعنا به ازواجا منهم ـ

جمال عدل، کہ تثقیف وتادیب وتربیت امت میں جس کی رعایت کریں۔

وان حكمت فاحكم بينهم بالقسط ـ

کمال عقل، کہ اصل فضائل ومنبع فواضل ہے۔لہذا عورت کبھی نبی نہ ہوئی۔

ومماارسلنامن قبلك الارجالا ـ

نہ کبھی اہل بادیہ وسکان دہ کونبوت ملی کہ جفاوغلظت ان کی طینت ہوتی ہے۔

الا رجالا نوحی اليهم من اهل القری ،ای اهل الامصار ـ

حدیث میں ہے۔

عن البراء بن عازب رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : من بدا جفا ـ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدوی کی جبلت میں شدت وغلظت ہوتی ہے۔

اسی طرح نظافت نسب وحسن سیرت وصورت سبھی صفات جمیلہ کی حاجت ہے کہ ان کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انہیں خزائن سے ہیں جو ان سلاطین حقیقت کو عطا ہوئے ہیں، پھر جسکی سلطنت عظیم اس کے خزائن عظیم۔

حدیث میں ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ان الله تعالیٰ ینزل المعونة علی قدر المؤ نة ، وینزل الصبر علی قدر البلاء ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مدد بندوں پر ان کی دشواریوں کے مطابق اتارتا ہے، اور صبر آزمائشوں کے مطابق عنایت فرماتا ہے۔۱۲م

تو ضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاق فاضلہ واوصاف کاملہ میں تمام انبیا سے اتم واکمل واعلی واجل ہوں اسی لئے خود ارشاد فرماتے ہیں۔

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا۔

وھب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اکہتر کتب آسمانی میں لکھا دیکھا کہ روز آفرینش دنیا سے قیام قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب ملکر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے تمام ریگستان دنیا کے سامنے ریت کا ایک دانہ۔

سادساً۔ حضور کی رسالت زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں۔ حدیث میں ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قیل لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :متی وجبت لك النبوة ؟ قال : وآدم بین الروح والجسد ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے عرض کی گئی: حضور کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی، فرمایا: جبکہ آدم درمیان روح وجسد کے تھے۔

جبل الحفاظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں حدیث میسرہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں کی نسبت فرمایا: مسندہ قوی۔

آدم سروتن باآب وگل داشت
کو حکم بملک جان ودل داشت

اسی لئے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں۔ جسکا خدا خالق ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں۔

چوں بود خلق آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم الاخلاق بعثت کرد خدائے تعالیٰ اورا بسوئے کافہ ناس، ومقصود نہ گردانید رسالت اورا بر ناس بلکہ عام گردانید جن وانس را، بلکہ بر جن وانس نیز مقصور نہ گردانید تا آنکہ عام شد تمامۂ عالمین را، بس ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگار اوست محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اوست۔

چونکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے نوازا تھا لہذا تمام انسانون کے لئے آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا، اور حضور کی نبوت انسانوں ہی میں منحصر نہ رہی بلکہ جن وانس کے لئے عام ہوگئی، بلکہ جن وانس میں بھی محصور نہ رکھکر تمام عالموں کے لئے اس کو عام کردیا گیا، لہذا اللہ تعالیٰ جن کا پالنے والا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم وجلیل ہوگئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والسلام سے خاص ایک بستی کے لوگون کو ہوتی وہ نسبت اس سرکار عرش وقار سے ہر ذرہ مخلوق وہر فرد ماسوی اللہ یہاں تک کہ خود انبیاء ومرسلین کو ہے۔ اور رسول کا اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی۔ والحمد للہ رب العالمین

تجلی الیقین　۳۲

سورۃ فاطر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۰﴾من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعًا ط الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ ط والذین یمکرون السیأت لھم عذاب شدید ط ومکر اولٰئک ھو یبور۔☆

جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت تو سب اللہ کے ہاتھ ہے اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے اور وہ جو برے داؤں کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور انہیں کا مکر برباد ہوگا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں کلم طیب فرمایا اور حدیث میں دو کلموں کو بالخصوص کلم طیب فرمایا)

بخاری شریف کی آخری حدیث' کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ و بحمدہ ،سبحان اللہ العظیم"

﴿۱۶﴾ان یشا یذھبکم ویات بخلقٍ جدید۔☆

وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔

﴿۱۷﴾وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔☆

اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ان دونوں آیتوں کی کثرت وسوسہ کو جڑ سے قطع کر دیتی ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۷۰)

﴿۱۸﴾ ولاتزر وازرۃ وزر اخری ط وان تدع مثقلۃ الی حملھا لایحمل

منه شیٔ ولو کان ذا قربیٰ ط انما تنذر الذین یخشون ربهم بالغیب واقاموا الصلٰوة ط ومن تزکیٰ فانما یتزکی لنفسه ط والی الله المصیر۔☆

اورکوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اوراگرکوئی بوجھ والی اپنا بوجھ بٹانے کوکسی کو بلائے تواس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قریب رشتہ دار ہوائے محبوب تمہاراڈرسنا انہیں کوکام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اورنماز قائم رکھتے ہیں اورجوستھراہواتواپنے ہی بھلے کوستھراہوااوراللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمدرضامحدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

زنا کاعذاب صرف زانی اورزانیہ پرہے،اولادزناپراس کاوبال نہیں۔

﴿۳۲﴾ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا من عبادنا ج فمنهم ظالم لنفسه ج ومنهم مقتصد ج ومنهم سابق بالخیرٰت باذن الله ط ذٰلک هو الفضل الکبیر۔☆

پھرہم نے کتاب کاوارث کیااپنے چنے ہوئے بندوں کوتوان میں کوئی اپنی جان پرظلم کرتاہےاوران میں کوئی میانہ چال پرہےاوران میں کوئی وہ ہے جواللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیایہی بڑافضل ہے۔

﴿۳﴾ امام احمدرضامحدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں رب عزوجل نے تمام علمائے شریعت کووارث فرمایاہے یہاں تک کہ ان کے بےعمل کوبھی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیرمیں ارشادفرمایا:

جواپنی جان پرظلم کررہے ہیں انہیں بھی کتاب کاوارث بتایا،نراوارث ہی نہیں بلکہ اپنے چنے ہوئے بندوں میں گنا۔

عن امیر المؤمنین عمر بن الخطا ب رضی الله تعالی عنه قا ل : قا ل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : سبقنا سا بقاً ومقتصد نا نا ج وظالمنا مغفور"

امیرالمومنین حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت ہی لے گیا۔ اور جو متوسط حال کا ہو وہ بھی نجات والا ہے، اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے۔

عالم شریعت اگر اپنے علم پر عامل بھی ہو چاند ہے کہ آپ ٹھنڈا اور تمہیں روشنی دے، ورنہ شمع ہے خود جلے مگر تمہیں نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قا ل : قا ل رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : مثل الذی يعلم النا س الخير وينسی نفسه مثل الفتيلة تضیء النا س وتحرق نفسه“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس عالم شریعت کی مثال جو لوگوں کو اچھی باتیں سکھائے اور خود عمل نہ کرے ایسی ہے جیسے چراغ کہ خود جلتا اور لوگوں کو روشنی دیتا ہے۔

عن ابی امامة البا هلی رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : اذا قرء الرجل القرآن واحتشی من احاديث رسول الله وكا نت هنا ك عزيزة كا ن خليفة من خلفا ء الانبيا ء “

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی قرآن مجید پڑھ لے اور رسول اللہ کی حدیثیں جی بھر کر حاصل کرے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے نائبوں سے ایک ہے۔

دیکھو حدیث نے وارث تو وارث خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں، قرآن وحدیث جانے اور اس کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ و وارث میں فرق ظاہر ہے، آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔ جب قرآن مجید نے سب وارثان کتاب کو اپنے چنے ہوئے بندے فرمایا تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ”ولكن كو نوار با نيين بما كنتم تعلمو ن الكتاب وبما كنتم تدرسون “ ربانی ہو جاؤ اس سبب کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور فرماتا ہے: ”انا انزلنا التورٰة فيها هدی ونو ر يحكم بها

النبیو ن الذین اسلموا للذین ھا دوا والربا نیون والاحبا ر بما استحفظوا من کتٰب الله و کا نوا علیه شهداء "

بیشک ہم نے اتاری توراۃ اس میں ہدایت ونور ہے،اس سے ہمارے فرمان بردار نبی اور ربانی اور دانشمند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اوراس کے خبردار تھے۔

ان آیات میں اللہ رب عزوجل نے ربانی ہونیکی وجہ اور ربانیوں کی صفات اسی قدر بیان فرمائیں، کتاب پڑھنا پڑھانا، اس کے احکام سے باخبر ہونا، اس کی نگہداشت رکھنا، اس کے ساتھ حکم کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربانی ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں" ربا نیین فقها ء معلمین " ربانی سے مراد فقیہ مدرس ہیں۔رواه ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر۔

نیز وہ اوران کے تلامذہ امام مجاہد وامام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں" ربا نیین علما ء فقها ء " ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں" رواه ابن عبا س عن ابن جریر وابن ابی حا تم وعن مجا هد ابن جریر وعن سعیدابن جبیر الدارمی فی سننه" جبکہ اللہ عزوجل علماء شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ کہتا ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا یستخف بحقهم الا منا فق بین النفاق ذو الشیبة فی الاسلا م وذوا لعلم وامام مقسط "

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔ منافق بھی کونسا کھلا منافق، ایک بوڑھا مسلمان جسے اسلام ہی میں بڑھاپا آیا۔ دوسرا عالم دین تیسرا بادشاہ مسلمان عادل " رواه ابو الشیخ فی التو بیخ عن جا بر والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة رضی الله تعالی عنهما بسند حسنه الترمذی فی غیر هذا الحدیث "

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یبغی علی النا س الا ولد بغی ومن فیه عرق " لوگوں پر زیادتی نہ کرے گا مگر ولدالزنا یا وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو۔"رواه الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسیٰ الا شعری رضی الله تعالی عنه "

جب عام لوگوں پر زیادتی کے بارے میں یہ حکم ہے پھر علماء کی شان تو ارفع واعلی ہے۔
بلکہ حدیث میں لفظ ناس فرمایا اور اس کے سچے مصداق علماء ہی ہیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:" سئل ابن المبارک من الناس فقال العلماء "یعنی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے تلمیذ رشید عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالی عنہ کہ حدیث وفقہ ومعرفت وولایت سب میں امام اجل ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ ناس یعنی آدمی کون ہیں؟ فرمایا: علماء۔

امام غزالی فرماتے ہیں: جو عالم نہ ہو امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا، اس لئے کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے، انسان اس سبب سے انسان ہے جس کے باعث اس کا شرف ہے، اور اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے، نہ بڑے جثہ کے سبب کہ ہاتھی کا جثہ اس سے بڑا ہے، نہ بہادری کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے، نہ جماع کی غرض سے کہ چڑوٹا جوسب میں ذلیل چڑیا ہے وہ جفتی کی قوت رکھتا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا اور اسی سے اس کا شرف ہے انتہی۔ (شریعت وطریقت۔ ص/۱۲ تا ۱۴)

﴿۴۱﴾ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ج ولئن زالتآ ان امسکھما من احد من بعدہ ط انہ کان حلیمًا غفورًا۔☆

بیشک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔

سعید بن منصور اپنی سنن اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور منذر اپنی تفاسیر میں شفیق سے راوی:

"قال قیل لا بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ان کعباً یقول: ان السماء تدو رفی قطبہ مثل قطب الرحا فی عمود علی منکب ملک قال: کذب کعب، ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ۔ وکفی بھا زوالاان تدور"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت کعب کا کہنا ہے کہ آسمان چکی کے پاٹ کی طرح ایک کیل میں جوایک فرشتہ کے کندھے پر ہے گھوم رہا ہے۔آپ نے فرمایا: کعب غلط کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ اس نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔ اور حرکت کے لئے ٹلنا ضروری ہے۔

عبد بن حمید قتادہ سے راوی:

ان کعبا کا ن یقول: ان السما ء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفة بن الیما ن رضی اللہ تعالی عنہ کذب کعب: ان اللہ یمسك السمٰوٰت و الا رض ان تزو لا "

حضرت کعب احبار فرماتے تھے کہ آسمان چکی کی طرح کیل پر گھوم رہا۔حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود وحضرت صاحب سر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی، کعب کہتے ہیں: آسمان گھومتا ہے۔دونوں صاحبوں نے کہا کعب غلط کہتے ہیں۔اور یہی آیت اس کے رد میں تلاوت فرمائی۔

اقول: وان کا ن الزا عم یزعم ان الزوال بمعنی الحرکة الاینیة ولکن کبرا ء الصحابة رضی اللہ عنہم اعرف منا بتفسیر القرآن فلا یجو ز الا ستدراك علیہم عند من نو ر اللہ بصیرتہ جعلنا اللہ منہم بحرمتہم عندہ امین "

میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ گمان کرسکتا ہے کہ زوال تو حرکت اینیہ کو کہتے ہیں، لیکن بزرگ ترین صحابہ ہم سے زیادہ قرآن کی تفسیر کے جاننے والے تھے، توانکے کہے ہوئے کو وہ شخص رد نہیں کرے گا جسے خدا نے نور بصیرت دیا، اللہ ان کے صدقہ میں ہمیں بھی انہیں کے ساتھ کرے۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۶۹۔۱۷۰)

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں، کواکب چل رہے ہیں "کل فی فلك یسبحو ن " ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔اللہ عزوجل کا ارشاد

آپ کے پیش نظر ہے " ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزو لا ولئن زا لتا ان امسکھا من احد من بعدہ انہ کا ن حلیما غفورا" بیشک اللہ تعالی آسمان وزمین کوروکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انھیں کون روکے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

میں یہاں اولاً اجمالاً چند حرف گزارش کردوں کہ انشاء اللہ تعالی آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں پھر قدرے تفصیل۔

اجمال: یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وصاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہکر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا۔ حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔

ان حضرات سے زائد عربی زبان ومعانی قرآن سمجھنے والا کون۔ علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں میں اس آیہ کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی:

(ان تزولا) کراھۃ زوالھما عن مقرھما ومرکزھما " یعنی اللہ تعالی آسمان و زمین کوروکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقر ومرکز سے ہٹ نہ جائیں۔

مقرہی کافی تھا کہ جائے قرار وآرام ہے، کہ قرار سکون ہے منافی حرکت۔ قاموس سے آتا ہے " قرسکن " مگرانہوں نے اس پر اکتفانہ کی بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکزھما زائد کیا، مرکز جائے رکز ۔ رکز، گاڑنا، جمانا یعنی آسمان وزمیں جہاں جمے ہوئے، گڑے ہوئے ہیں، وہاں سے نہ سرکیں۔

نیز غرائب القرآن میں زیر قولہ تعالی" الذی جعل لکم الارض فرا شا "فرمایا:

لایتم الافتراش علیھا ما لکم تکن سا کنۃ ویکفی فی ذلک ما اعطاھا خالقھا ورکز فیھا من المیل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدر تہ واختیا رہ ان اللہ یمسك السمٰوات والارض ان تزو لا "

اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی میں ہے:

اعـلـم ان کـو ن الارض فـرا شـا مشـرو طا بکو نها سا کنة فالارض غیر متـحر کة لا با لا ستدا رة ولا با لا ستقا مة وسکو ن الارض لیس الا من اللہ تعالی بـقـدرتـه واختیاره ولهذا اقال تعالی :ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا اه ملتقطا"

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ وتابعین ومفسرین معتمدین نے لئے، ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتہ نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہوسکتا ہے ،قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ جس پر حکم ہے "فلیتبوأ مقعده من النا ر"وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ یہ تو اس سے بھی بڑھکر ہوگا کہ قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق، والعیاذ باللہ تعالی۔

یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اسرار سکھائے، ان کا لقب صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ان سے اسرار حضور کی باتیں پوچھتے۔اور عبد اللہ تو عبد اللہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: جو یہ فرمائیں اوسے مضبوط تھا مو" تـمسـکـوا بعهد ابن مسعود" اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:" رضیت لا متی مـا رضـی لهـا ابن ام عبد و کرهت لا متی ما کره لها ابن ام عبد" میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبد اللہ بن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا: "استـقـرؤ االـقـرآن مـن اربـعـة من عبد اللہ ابن مسعود الحدیث" قرآن چار شخصوں سے پڑھو، ان میں پہلے عبد اللہ بن مسعود کا نام لیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں بروایت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔

اور عجائب نعمائے الٰهیہ سے یہ کہ آیہ کریمہ " ان تزو لا " کی تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے چہ جائے حرکت المدار۔ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے

بیان کریں اسکی تصدیق کرو، دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں۔

اول :ما حد ثکم ابن مسعود فصد قوہ ۔

دوم :ما حدثکم حذیفة فصد قو ہ ۔

اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو، اس کی تصدیق کرو والحمد لله رب العالمین۔

ہمارے معنی کی تو یہ عظمت وشان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلۂ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے اس کی تصدیق کا حکم، اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالٰی اور بہت آیات اور صدہا احادیث اور اجماع امت اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کریں گے وباللہ التوفیق۔

آپ نے جو معنی لئے، کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام کی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گرد آفتاب دورہ کرتی ہے، اللہ تعالٰی اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے جس پر اسے حرکت کرنے کا حکم فرمایا، حاش للہ! کسی اسلامی رسالے، پرچے، رقعے سے اس کا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصارٰی کے۔ آگے آپ انصاف کرلیں گے کہ معنی قرآن وہ لئے جائیں یا یہ۔

محبا مخلصا وہ کونسی نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گڑھ سکتے، یہاں تک کہ قادیانی کافر نے "وخاتم النبیین" میں تاویل گڑھ دی کہ رسالت کی افضلیت ان پر ختم ہوگئی، ان جیسا کوئی رسول نہیں، نا نوتوی نے گڑھ دی کہ وہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض، اور بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہوجاتا ہے، ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں حتی کہ یوہیں کوئی مشرک "لا الـه الا اللـه" میں تاویل کرسکتا ہے، الا میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں، اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث میں ہے "لا فتی الاعلی لا سیف الا ذوالفقار"

دوسری حدیث میں:"لا وجع الا وجع العین ولا ھم الا ھم الدین " درد نہیں مگر آنکھ کا درد، اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی۔ ایسی تاویلوں پر خوش ہونا نہ چاہئے بلکہ جو

تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور ومقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔

محبی مخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سنی کیا ہے، آپ جانتے ہیں کہ اب سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کاہے سے رافضی ہوئے۔ کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہا ضروریات دین سے کسی کے منکر تھے، ہرگز نہیں، انہیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی عظمت نہ کی۔ محبا! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کرلینا فرض ہے، انھوں نے قرآن کریم صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھا، حضور سے اس کے معانی سیکھے، انکے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور ایک جاہل گنوار بے تمیز کو۔ محبا! صحابہ اور خصوصاً حذیفہ وعبداللہ ابن مسعود جیسے صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی ،اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم سے انھوں نے سمجھے غلط ہیں، جو ہم سمجھے وہ صحیح ہیں، میں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے۔ "فا لـلـه خیرحا فظا وهو ارحم الرّٰحمین " میں امید واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمال جمیل آپ کے انصاف جزیل کو بس ہو۔

اب قدرے تفصیل بھی عرض کروں:

(۱) زوال کے اصل معنی سرکنا۔ ہٹنا۔ جانا۔ حرکت کرنا۔ بدلنا ہیں۔

قاموس المحیط میں ہے:"الـزوال الـذهـا ب والاستحالة" اسی میں ہے:" کـل ما تحول (او تغير من الاستواء الیٰ اعوج) فقد حا ل واستحال"

زوال یعنی جانا اور حالت بدلنا، جو چیز بدل جائے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے:قـد حـال واستحال،

ایک نسخہ میں ہے:" کـل ما تحرك اوتغير " یوہیں عباب میں ہے: "تـحو ل او تحرك " تاج العروس میں ہے: " ازا ل الله تعالی ز واله ، اس کا معنی ہے۔اذهب الله حر كته۔ یعنی اللہ تعالی نے اس کی حرکت ختم کردی۔ و زا ل زوا له ، کا معنی ہے،ذهبـت حر كته۔ یعنی اس کی حرکت ختم ہوگئی۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے:" فی حديث جند ب الجهنی والله لقد خا لطه سهمی

ولو کا ن زا ئلة لتحرك الزا ئلة كل شئ من الحيوان يزو ل عن مكا نه و لا يستقر قد كا ن هذا المرمى قد سكن نفسه لا يتحرك لئلا يحس به فيجهز عليه " جندب جہنی کی حدیث میں ہے۔ بخدا! سہی نے اسے ملادیا، اگر وہ جنبش کرنے والی ہوتی تو ضرور جنبش کرتی، اس لئے کہ ہر حیوان اپنی جگہ سے جنبش یعنی حرکت کرتا ہے، قرار نہیں پکڑتا۔ اور یہ مرکز از خود پرسکون ہوگیا تھا حرکت نہیں کرتا تاکہ اس کا احساس نہ کرے۔

(الف) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے، اور قرآن عظیم نے آسمان وزمین سے اس کی نفی فرمائی، تو حرکت زمین اور حرکت آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) زوال جانا اور بدلنا ہے، حرکت محوری میں بدلنا، اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز نہایہ ودر منثور امام جلال الدین سیوطی میں ہے: " الـزوال الانـزعـاج بـحيث لا يستقر على المكا ن وهو والزوال بمعنى وا حد " قاموس میں ہے:" زعجه واقـلعه وقلعه من مكا نه كا زعجه فا نزعج "لسان میں ہے:" الازعاج نقيض القرار "

تاج میں ہے: " قلق الشئ قلقا هو ان لا يستقر فى مكا ن وا حد" مفردات امام راغب میں ہے:" قـرفـى مـكـا نـه ثبـت ثبو تا جا مد او اصله من القر وهو البرد وهويقتضى السكو ن والحر يقتضى الحركة " قاموس میں ہے: " قر با لمكا ن ثبت وسـكن كا ستقر " دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق، اور قلق مقابل قرار، اور قرار سکون۔ تو زوال مقابل سکون ہے۔ اور مقابل سکون میں نہیں مگر حرکت تو ہر حرکت زوال ہے۔

قرآن عظیم آسمان وزمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے لاجرم ان کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے

(د) صراح میں ہے زائلہ جنبیدہ وروندہ وآئندہ۔ زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبندہ ہوتی اور مدار پر تو آئندہ وروندہ بھی۔ بہرحال زائل ہوتی اور قرآن عظیم اس کے زوال کو باطل فرماتا ہے، لاجرم ضرور اس سے ہر نوع حرکت زائل۔

(۲) کریمہ وان كا ن مكرهم لتزول منه الجبال "ان کا مکرا تنا نہیں جس سے

پہاڑ جگہ سے ٹل جائیں۔ یا اگر چہ ان کا مکرا ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ہل جائیں۔

یہ قطعاً ہماری ہی مؤید اور ہر گونہ حرکت جبال کی نفی ہے۔

(الف) ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن ومستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں، تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے: "ثبوت الجبل یعرفہ الغبی والذکی" قرآن عظیم نے ان کو رواسی فرمایا۔ راسی ایک جگہ جما ہوا، پہاڑ اگر ایک انگل بھی سرک جائے گا قطعاً "زال الجبل" صادق آئے گا، نہ یہ کہ تمام دنیا میں لڑھکتا پھرے اور "زال الجبل" نہ کہا جائے، ثبات وقرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہو گیا۔ اپنی منقولہ عبارت جلالین دیکھئے، پہاڑ کے اسی ثبات واستقرار پر شرائع اسلام کو اس سے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب) اسی عبارت جلالین کا آخر دیکھئے کہ تفسیر دوم پر یہ آیت "وتخر الجبال ھدا" کے مناسب ہے یعنی ان کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھ کر گر پڑتے۔ یوں ہی معالم التنزیل میں ہے:" وھو معنی قولہ تعالی: وتخر الجبال ھدا" یہ مضمون ابو عبید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا۔ نیز ابن جریر ضحاک سے راوی ہوئے "قولہ تعالی: وتخر الجبال ھدا" اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا، ظاہر ہے کہ ڈھ کر گرنا اس جنگل سے بھی اسے نہ نکال دے گا جس میں تھا، نہ کہ دنیا سے۔ ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا۔ تو اسی کو زوال سے تعبیر فرمایا۔ اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن مستقر ہے۔

(ج) رب عزوجل نے سیدنا موسیٰ علی نبینا الکریم وعلیہم الصلوۃ والتسلیم سے فرمایا: "لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی" تم ہر گز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لوگے۔

پھر فرمایا:" فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسی صعقا" جب انکے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کر دیا اور موسی علیہ الصلوۃ والسلام غش کھا کر گرے۔ کیا ٹکڑے ہو کر دنیا سے نکل گیا؟، یا ایشیا، یا اس ملک سے۔ اس معنی پر تو ہر گز جگہ سے نہ ٹلا۔ ہاں وہ

مگراسے قاروثابت ساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل وحائل ومتحرک۔ پھراسے توسع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلے بلکہ شہر بلکہ ملک بلکہ کثیرملکوں کے حاوی حصہ زمین مثل ایشیا بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کومقر ومستقر ومکان کہتے ہیں

"قال تعالی : ولکم فیھا مستقر ومتاع الی حین" اوراس سے جب تک جدائی نہ ہو اسے قرار وقیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں، اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو، ولھذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے، وہ ان میں سکونت رکھتے ہیں، وہ انکے ساکن ہیں۔ حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون و حرکت متبائن مگر یہ معنی مجازی ہیں، لھذا اجائے اعتراض نہیں، لاجرم محل نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انہیں کی طرح مجازی وتوسع ہےاوروہ نہ ہوگا جب تک ان سے انتقال نہ ہو۔ کفار کی وہ قسم کہ "مالنا من زوال" اسی معنی پرتھی، یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں، چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں، اس سے منتقل نہیں ہوسکتے، بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت میں جانا نہیں۔

ان ھی الا حیاتنا الدنیا ونحی ونموت وما نحن بمبعوثین"

یہی توہماری زندگی ہے کہ ہم جیتے ہیں اورمرتے ہیں اورہمیں اٹھنا نہیں۔

مولی تعالی فرماتا ہے:

واقسمو اباللہ جھد ایما نھم لا یبعث اللہ من یموت ۔

اورانہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حق میں حد کی کوشش سے کہ اللہ مردے نہ اٹھائے گا۔

لاجرم تیسری آیۂ کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہوا، نہ یہ کہ دنیا میں ان کا چلنا پھرنا زوال نہیں، قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اوپر سن چکے، اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے مگر یہاں اس کا ذکر ہے جس کی قسم کھاتے تھےاوروہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال، معنی مجازی کے لئے قرینہ درکار ہوتا ہے، یہاں قرینہ ان کے یہی اقوال بعینہ ہیں، بلکہ خود اسی آیت کے صدر میں قرینہ صریحہ مقالیہ موجود کہ روز قیامت ہی کے سوال وجواب کا ذکر فرماتا ہے:

وانذر الناس یوم یأتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الی اجل قریب نجب دعوتك ونتبع الرسل اولم تکونوا اقسمتم من قبل ما لکم من زوال "

اورلوگوں کواس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا،تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب! تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرابلانا مانیں اوررسولوں کی غلامی کریں،تو کیا تم پہلے قسم نہ کھاچکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانانہیں۔

لیکن کریمہ "ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا " میں کوئی قرینہ نہیں،تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا، بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار و ثبات وسکون حقیقی کا چھوڑنا،اس کی نفی ہے تو ضرورسکون کا اثبات ہے۔ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلاقرینہ مجاز مراد لیناہرگز حلال نہیں۔

(۴) نہیں نہیں بلاقرینہ نہیں بلکہ خلاف قرینہ۔ یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریف معنوی کا پہلو دیگا۔رب عزوجل نے "یمسك " فرمایاہے: "امساك "روکنا تھامنا بندکرنا ہے، ولھذا جوزمین کہ پانی کو بہنے نہ دے روکے رکھے اسے "مسك '' اور "مساك " کہتے ہیں، انہارو ابحار کونہیں کہتے ہیں حالانکہ ان میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہو گی جہاں تک احسن الخالقین جل وعلانے اس کا امکان دیاہے۔قاموس میں ہے: "امسکہ حبسہ الممسك محرکۃ الموضع بمسك الاناء کالمساك کسحاب "یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالی نے امکان دیا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی

(۵) اگران معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے، مکان ومستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اوراعم ازعم سے جدا ہونا، سب اس کے فرد ہیں تو ہرایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے، جیسے زیدوبکروعمروغیرہم کسی فردکوانسان کہنا،تواب بھی قرآن کریم کا مفادزمین کا وہی سکون مطلق ہوگا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا "تزولا " فعل ہےاورمحل نفی میں وارد ہے اورعلم اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اورنکرہ حیزنفی میں عام ہوتا ہے، تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان وزمین کو کسی قسم کا زوال نہیں، نہ موقع عام سے، نہ مستقر حقیقی خاص سے اوریہی سکون حقیقی ہے وللہ الحمد۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی، زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہوجانا اس کا زوال ہوگا، زائل ہوجانا قطعاً مطلقاً زوال ہے، زائل ہوجانا زوال کا ترجمہ ہی تو ہے، مکان خاص سے ہو خواہ اماکن سے مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوئی۔

یونہی فرمایا: زمین کا زوال اس کے اماکن سے، پھر فرمایا: جن اماکن میں اللہ تعالی نے اس کو امساک کیا ہے اس سے باہر سرک نہیں سکتی، پھر فرمایا: اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے، اس سے زائل نہیں ہوسکتی، اور نفی کی جگہ فرمایا: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا، مگر رب عزوجل نے تو ان میں سے کوئی قید نہ لگائی۔ مطلق "یمسك" فرمایا ہے اور مطلق "ان تزولا" اللہ آسمان وزمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں، یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں رو کے ہوئے ہے، یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے اماکن عدیدہ ہیں، ان اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اس کا بڑھانا کلام الہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہوگا، از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید، عام کو مخصوص بنانا ہوگا، اور یہ ہرگز روا نہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے جو ان کی کتب عقائد میں مصرح ہے کہ "النصوص تحمل علی ظواھر ھا" بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھاٹک یہی ہے کہ بطور خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں، مطلق کو مقید، عام کو مخصوص کریں۔ "مالکم من زوال" کی تخصیص واضح سے "ان تزولا" کو بھی مخصوص کرلینا اس کی نظیر یہی ہے کہ "ان اللہ علی کل شیئ قدیر" کی تخصیص دیکھ کر "ان اللہ بکل شیئ علیم" کو بھی مخصص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات وصفات ومحالات زیر قدرت نہیں یونہی معاملہ صاف ہوگیا کہ ذات وصفات ومحالات کا معاذ اللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی بحمدہ تعالی نمبر (۸) میں آتی ہے جس سے واضح ہوجائیگا کہ اللہ ورسول وصحابہ ومسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محل نزاع میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے باہر نہ جائے، یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار
چھوڑ کر الگ بھاگ جانا؟ فانتظر

(۶) لاجرم وہ جنہوں نے خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قرآن کریم

پڑھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے معانی سیکھے انہوں نے آیۂ کریمہ کو ہرگو نہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانۂ رسالت پائے ہوئے تھے روایت کی، اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری ومسلم ہے:

حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفين عن الاعمش عن ابی وائل قال: جاء رجل الی عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنه فقال: من این جئت؟ قال: من الشام فقال: من لقیت؟ قال: لقیت کعب فقال: ما حدثك كعب؟ قال حدثنی ان السمٰوات تدور علی منکب ملك، فقال: صدقته او کذبته؟ قال: ما صدقته ولا كذبته، قال: لوددت انك افتدیت من رحلتك الیه براحلتك ارحلها، کذب کعب، ان اللہ یقول: ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا، ولئن زالتا ان امسکها من احد من بعده، زاد غیر ابن جریر وکفی بها زوالاً ان تدورا"

ایک صاحب حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں حاضر ہوئے فرمایا: کہاں سے آئے، عرض کی: شام سے؛ فرمایا: وہاں کس سے ملے، عرض کی: کعب سے، فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی کہ کہا آسمان ایک فرشتہ کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی کچھ نہیں (یعنی جس طرح حکم ہے کہ اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو تو اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ مانو نہ جھوٹ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کاش تم اپنا اونٹ اور اسکا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دیدیتے، کعب نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک اللہ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انہیں کون تھامے۔ گھومنا ان کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسند صحیح براصول حنفیہ برجال بخاری ومسلم حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ امام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی:

حدثنا جریر عن مغیرة عن ابراهیم قال: ذهب جندب البجلی الی کعب الاحبار ثم رجع فقال له عبد اللہ حدثنا ما حدثك فقال: حدثنی ان السماء فی

قطب كقطب الرحا،قال عبد الله: لو دو ت انك افتديت رحلتك بمثل راحلتك ثم قال ماتنكب اليهود ية فى قلب عبد فكا دت ان تفا رقه، ثم قال: ان الله يمسك السمٰوات والارض ان تزولا" وكفى بها زوالاان تدورا۔

جندب بجلی کعب احبار کے پاس جا کرواپس آئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی یہ کہا کہ آسمان چکی کی طرح ایک کیلی میں ہے، حضرت عبداللہ نے فرمایا: مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دیکراس سفر سے چھوٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھوٹتی ہے، اللہ تو فرمارہا ہے: بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی:

ان كعباً كا ن يقول: ان السما ء تدور على نصب مثل نصب الرحا، فقال حذيفة بن اليمان رضى الله تعالى عنه كذب كعب، ان الله يمسك السمٰوات والارض ان تزولا۔

کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی، اس پر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا، بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایائے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں، آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور ان کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے، جہاں تک احسن الخالقین تعالی نے ان کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوگا، مگر ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا، نہ جاسکتا تھا، بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا۔ کہ اللہ تعالی نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی، توانہوں نے روا نہ رکھا کہ کلام الہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگالیں۔ لاجرم اس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید واشد فرمایا وللہ الحمد۔

تنبیہ: کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں، خلافت فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے، کتب سابقہ کے عالم تھے، اہل کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے، انہیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغیط ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی، تو "کذب کعب" کے یہ معنی ہیں کہ کعب نے غلط کہا، نہ یہ کہ معاذ اللہ قصداً جھوٹ کہا، کذب بمعنی اخطأ محاورہ حجاز ہے، اور خراش یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ انکے دل میں جو علم یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے، باطل صریح، حق صحیح، اور مشکوک، کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ ان کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو۔ اسلام لاکر قسم اول کا حرف حرف قطعاً انکے دل سے نکل گیا۔ قسم دوم کا علم اور مسجل ہوگیا۔ یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہوکر انہوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا بطلان ظاہر فرمادیا، یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے، بلکہ ان خبیثوں کی خرافات سے، تابعین صحابہ کرام کے تابع وخادم ہیں، مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کرسکتے ہیں، اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا وللہ الحمد۔

(۷) اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا۔ کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے، زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے، بلکہ ۱۵۳۰ء سے پہلے (جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مردہ پڑی تھی جلایا) نصاریٰ بھی سکون ارض ہی کے قائل تھے۔ اسی قدر یعنی صرف دورہ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا، اس کی تکذیب فرمادی، دورہ زمین کہا کس نے تھا کہ اس کا رد فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دورہ کہتا صحابہ اسی آیہ کریمہ سے اس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان وزمین دونوں کا دورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا، یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے، یا صرف آسمان کا، یہ آیت پڑھئے صراحۃً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں، دونوں پر ایک ہی حکم ہے، جب حسب ارشاد صحابہ آیہ کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتی ہے اور وہ

انکار آسمان وزمین دونوں کے لئے ایک نسق ایک لفظ "ان تزولا" میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہر گونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔

ایک شخص کہے: حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لئے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا، اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے، آیہ کریمہ میں ہے "انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین" کہ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا، اس کے بعد ایک دوسرا اٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہو اور کہے قربان جایئے عالم نے تو سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، خاموشی فرمائی، اسے کیا کہا جائے گا؟

اب تو آپ نے خیال فرمالیا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلۂ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نص قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں اور یہ معاذ اللہ خسران مبین ہے جس سے اللہ تعالی ہمیں اور آپ اور سب اہل سنت کو بچائے آمین۔

(۸) عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سنا، اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہہ کہہ دیا تھا۔

(الف) حدیثوں میں کتنی جگہ "زالت الشمس" ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے: "اقم الصلوۃ لدلوک الشمس" تفسیر ابن مردویہ میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لدلوک الشمس" کی تفسیر میں فرمایا: "لزوال الشمس" ابن جریر میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظھر" نیز ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ سے "کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الظھر اذا زالت الشمس ثم تلا اقم الصلوۃ لدلوک الشمس" نیز مثل سعید ابن منصور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے: "دلوکھا زوالھا" بزار وابوالشیخ وابن مردویہ نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے "دلوک الشمس زوالھا" عبدالرزاق نے مصنف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے: "دلوک الشمس اذا زالت عن بطن السماء" مجمع بحار الانوار میں ہے "زاغت الشمس مالت وزالت عن اعلی درجات ارتفاعھا":

فقہ میں وقت زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔ کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلانے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے، حاشا مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہوگیا، یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو زوال کیوں نہیں کہتے، تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔

کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا، جرجیر یعنی چینے کو کہ ایک قسم کا ناج ہے جرجیر کیوں کہتے ہیں؟ کہا "لانہ یتجرجر علی الارض " اس لئے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے، کہا: تمہاری داڑھی کو جرجیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں؟ کہا: " لان الماء یقر فیھا " اس لئے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا تمہارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔

یہاں تین ہی موضع ممتاز تھے، افق شرقی وغربی ودائرۂ نصف النہار، ان سے سرکنے کا نام طلوع وغروب رکھا کہ یہی انسب ووجہ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا اگرچہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہ ہر وقت ہے، کریمۂ " والشمس تجری لمستقرلھا " عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی قرأت ہے " لامستقرلھا " یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اسے قرار نہیں۔ اوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے، اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام زوال رکھا۔

غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعۂ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآثار صحابۂ کرام واجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہکر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا، اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگرچہ مدار سے باہر نہ جاتی، لیکن قرآن عظیم صاف ارشاد میں اس کے زوال کا انکار فرمارہا ہے، تو قطعاً واجب کہ زمین اصلاً متحرک نہ ہو

(ب) بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن وحدیث وفقہ وزبان جملہ مسلمین سب میں مذکور، قائلان دورۂ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکت یومیہ اسی کی جانب منسوب کرتے

ہیں، یعنی آفتاب کی یہ حرکت نہیں بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے، جب وہ حصہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہوگیا رات ہوئی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا تو کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا حالانکہ زمین یعنی اس حصۂ ارض نے جانب شمس رخ کیا، جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کی محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرۂ نصف النہار مرکز شمس کے مقابل آیا دوپہر ہوگیا، جب زمین یہاں سے آگے بڑھی تو دوپہر ڈھل گیا، کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا، یہ ان کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذب و مکذب ہے۔ مسلمین تو مسلمین، بیروت وغیرہ کے سفہائے قائلان حرکت ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقت زوال اور دھوپ گھڑی کو مزولہ کہتے ہیں، یعنی زوال پہچاننے کا آلہ۔ اور اگر ان سے کہئے کیا شمس زوال کرتا ہے کہیں گے نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی تو آپ کی تاویل موافقین ومخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج) اوروں سے کیا کام آپ تو بفضلہٖ تعالیٰ مسلمان ہیں، ابتدائے وقت ظہر زوال سے جانتے ہیں کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہوگیا۔ کاہے سے زوال ہوا دائرۂ نصف النہار سے، کس کا زوال ہوا آپ کے نزدیک زمین کا کہ اسی کی حرکت محوری سے ہوا، حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: کہ زمین کو زوال نہیں، اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہکر اسے زوال ہوتا ہے۔ دنیا سے زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا؟ انصاف شرط ہے اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم وباللہ التوفیق

(د) یہاں سے بحمدہ تعالی حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالی عنہ کے اس ارشاد کی خوب توضیح ہوگئی کہ صرف حرکت محوری زوال کو بس ہے

(۹) بحمدہ تعالی تین آیتیں یہ گزریں۔

آیت (۱) "ان اللہ یمسک"

آیت (۲) "ولئن زالتا"

آیت (۳) ''لدلوک الشمس''

(نمبر ایک سے تین تک کا ترجمہ گذر چکا)

آیت(۴) "فلما افلت " جب وہ ڈوب گیا۔
آیت(۵) "وسبح بحمدربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب "
اوراپنے رب کی پاکی حمد کے ساتھ بیان کیجئے سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے۔
آیت(۶) "حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع علی قوم لم نجعل لهم من دونها سترا "
یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہونچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لئے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔
اوران سب سے زائد
آیت(۷) "وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کهفهم ذات الیمین واذا غربت تقرضهم ذات الشمال وهم فی فجوة منه ذلك من آیات الله "
تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ قدرت الہی کی نشانیوں سے ہیں۔
یوہیں صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خصوصاً حدیث صحیح بخاری ابو ذررضی اللہ تعالٰی عنہ سے " قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا بی ذر حین غربت الشمس اتدری این تذهب؟ قلت الله ورسوله اعلم قال: فانها تذهب حتی تسجد تحت العرش فتستأذن فیؤذن بها ویوشك ان تسجد فلا یقبل منها وتستأذن فلا یؤذن لها یقال لها:ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربها فذلك قوله تعالی: والشمس تجری لمستقرلها ذلك تقدیر العزیز العلیم "
غروب شمس کے وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: کہ کیاتم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر نے عرض کیا: کہ اللہ اوراس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا: کہ جاتا ہے یہاں تک کہ زیر عرش سجدہ کرتا ہے اوراجازت مانگتا ہے تو طلوع کی اجازت دے دی جاتی ہے،اورعنقریب وہ ایسا سجدہ کرے گا کہ جو نہ قبول کیا جائے گا اورطلوع کی

اجازت چاہے گا تو اس کو اجازت نہیں ملے گی، سورج سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا وہاں چلا جا، تو مغرب سے طلوع ہوگا، تو اللہ تعالٰی کا یہ قول ہے: اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھراؤ کے لئے، یہ حکم ہے زبر دست حکم والے کا۔

یوہیں ہزار ہا آثار صحابۂ عظام وتابعین کرام واجماع امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے، آفتاب کو وسط سما سے زوال ہوتا ہے، آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے، بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع وغروب زوال نہیں مگر حرکت یومیہ سے، تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے، تو قرآن عظیم واحادیث متواترہ واجماع امت سے ثابت کہ حرکت یومیہ حرکت شمس ہے، نہ کہ حرکت زمین، لیکن اگر زمین حرکت محوری کرتی تو یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے۔ تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل ومردود ہے، پھر شمس کی حرکت یومیہ جس سے طلوع وغروب وزوال ہے نہ ہوگی مگر یوں کہ وہ گرد زمین دورہ کرتا ہے۔ تو قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت ہوا کہ آفتاب حول ارض دائر ہے۔ لاجرم زمین مدار شمس کے جوف میں ہو، تو بحمدہ تعالٰی آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ واجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری ومداری دونوں باطل ہیں وللہ الحمد۔

زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ غروب تو حقیقۃً شمس کے لئے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکت زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لئے ہے کہ یہ ہٹتی ہے نہ کہ آفتاب، اور طلوع حقیقۃً کسی کے لئے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے۔

حدیث میں ہے: " لکل حد مطلع " نہایہ ودرنثیر ومجمع البحار وقاموس میں ہے: " ای مصعد یصعد الیہ من معرفۃ علمہ " نیز ثلاثہ اصول وتاج العروس میں ہے: "مطلع الجبل مصعدہ " حدیث میں ہے: "طلع المنیر " مجمع البحار میں ہے: " ای علاہ "

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں، لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے، مگر مکان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی، انہیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا چڑھتا ڈھلتا ہے، لھذا طلوع وزوال شمس کہتے ہیں۔ یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکر روا رکھ سکے کہ جاہلانہ

وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآن عظیم بھی معاذ اللہ اسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع و زوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرمادیا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس وسکون زمین پر ایمان لائے واللہ الہادی۔

(۱۰) سورۂ طٰہٰ وسورۂ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا ہے: "الذی جعل لکم الارض مہدا" دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قرأت ہند میں رائج ہے: "مہدا" پڑھا، باقی تمام ائمۂ قرأت نے "مہادا" بزیادت الف۔ دونوں کے معنی ہیں بچھونا، جیسے فرش وفراش، یونہی مہد اور مہاد۔

(الف) پس قرأت عام ائمہ نے قرأت کوفی کی تفسیر فرمادی کہ مہد سے مراد فرش ہے۔ مدارک شریف سورۂ طٰہٰ میں ہے: (مہدا) کوفی وغیرہم مہادا وھما لغتان لما یبسط ای الفرش" اسی کی طرح سورۂ زخرف میں ہے: (مہدا) کوفی وغیرہم مہادا ای موضع قرار" معالم شریف میں ہے: "قرأ اھل الکوفۃ مہدا ھھنا فی الزخرف فیکون مصدرا ای فرشا وقرأ الآخرون مہادا ای فراشا وھو اسم لما یفرش کالبساط" تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے (مہدا) فراشا، نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا ہے: "الم نجعل الارض مہادا" فرماتا ہے: "والارض فرشناھا فنعم الماھدون" فرماتا ہے: "واللہ جعل لکم الارض بساطا" فرماتا ہے: "الذی جعل لکم الارض فراشا" اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے۔

(ب) بچے ہی کا مہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے، جلالین سورۂ زخرف میں ہے: (مہادا) "فراشا کالمھد للصبی لاجرم حضرت شیخ سعدی وشاہ ولی اللہ نے "مہدا" کا ترجمہ طٰہٰ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا، اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے دونوں جگہ بچھونا۔

(ج) گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر بفرض باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ ساکنوں کو نیند آتی نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی، تو گہوارہ سے اسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں ہے تو بحیثیت آرام وراحت ہے، خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے نہ کہ ہلانا، تو وجہ شبہ وہی ہے نہ یہ۔ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د) لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا، بالکل نقیض اس کا جو آپ چاہتے ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے: "کون الارض مهادا انما حصل لاجل کونها واقفة ساكنة ولما كان المهد موضع الراحة للصبي جعل الارض مهادا لكثرة ما فيها من الراحات۔ خازن میں ہے " (جعل لكم الارض مهدا) معناه واقفة ساكنة يمكن الانتفاع بها ولما كان المهد موضع راحة الصبي فلذلك سمي الارض مهادا لكثرة ما فيها من الراحة للخلق" خطیب شربینی پھر فتوحات الٰہیہ میں زیر کریمۂ زخرف ہے ": اي لو شاء جعلها متحركة فلا يمكن الانتفاع بها فالانتفاع بها ان يحصل لكونها مسطحة قارة ساكنة"

اس ارشاد علماء پر کہ زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا، کاسہ لیسان فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شبہ لگے کہ "اس کی حرکت محسوس نہیں" تو ان سے کہئے یہ تمہاری ہوس خام ہے۔ فوز مبین دیکھئے ہم نے خود فلسفۂ جدیدہ کے مسلمات عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اس کی حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی، انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا، زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قاہر ردہوں ان کا اٹھانا ہزار ہا بانس پیراتا ہے۔

دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمدللہ ان میں کوئی نام کو تام نہیں، سب پادر ہوا ہیں، زندگی بالخیر ہے تو آپ انشاء اللہ ان سب کا رد بلیغ فقیر کی کتاب "فوز مبین" کی فصل چہارم میں دیکھیں گے، بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طریقۂ استدلال اصلانہیں آتا، انہیں اثبات دعوی کی تمیز نہیں، ان کے اوہام جن کو بنام دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں رکھتے ہیں، منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی ان کے رد میں بس ہیں کہ یہ دلائل بھی انہیں علتوں کے پابند ہوس ہیں اور بفضلہ تعالی آپ جیسے دیندار وسنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم ونبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ومسئلہ اسلامی واجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہوسکتی ہے، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن وحدیث

واجماع سچے۔ یہ ہے بحمد اللہ شان اسلام۔ محب فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دوراز کار کر کے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائل سائنس کو مردود وپامال کیا جائے، جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال واسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالی دشوار نہیں آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں۔

(ع) "وعین الرضاء عن کل عیب کلیلة "اس کے معائب مخفی رہتے ہیں۔ مولی عزوجل کی عنایت اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کر کے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ اسلام کو بنظر تحقیر ومخالفت دیکھئے، اس وقت انشاء اللہ العزیز القدیر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یوہیں سائنس کے مقابل آپ نصرت اسلام کے لئے تیار ہوجائیں گے کہ ع "ولکن عین السخط تبدی المسا ویا"

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں:

دشمن راہ خدارا خوار دار ۔۔۔ دزد را منبر منہ بردار دار

رب کریم بجاہ نبی رؤف ورحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہل سنت خادمان ملت کو نصرت دین حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے" امین الہ الحق أمین واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولا نافا نصرنا علی القوم الکفرین" والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا ومو لا نا محمد والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین آمین ۔و اللہ تعالی اعلم ۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۲۷۵۔۲۸۹

سورۃ یٰس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۲﴾ انا نحن نحی الموتٰی ونکتب ماقدموا واٰثارھم ط وکل شیء احصینٰہ فیٓ امام مبین۔☆

بیشک ہم مردوں کو جلائیں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانیوالی کتاب میں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ونکتب ماقدموا واٰثارھم ط سے وہ قدم بھی مراد لئے جاسکتے ہیں جو کسی اچھے کاکو جوتے ہوئے پڑیں، لہذا)

ہدایت کو جانے کے لئے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں ۔اور جو بغیر سواری نہ جاسکتا ہو اس کو سواری مانگنا کچھ حرج نہیں۔ یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵/ ۱۷)

رر تراویح وتحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ، مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"علیکم بالصلوۃ فی بیو تکم فا ن خیر صلوۃ المرء فی بیتہ الاالمکتو بۃ رواہ البخاری ومسلم "تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کے لئے اس کے گھر میں ہے سوا فرض کے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں:

صلوۃ المرء فی بیتہ افضل من صلا تہ فی مسجد ی ھذا الا المکتوبۃ رواہ ابو داؤد "نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرائض۔

اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور خود عادت کریمہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسی طرح تھی، احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شانہ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت نماز ظہر سے پہلے پڑھتے، پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے، پھر گھر میں رونق افروز ہوکر دو رکعتیں پڑھتے۔ اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے، اور عشاء کی امامت کرکے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم فی صحیحہ وابو داؤد فی السنن واللفظ لمسلم عن عبد اللہ بن شقیق قال سألت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن صلوة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تطوعه فقالت: کان یصلی فی بیتی قبل الظھر اربعا، ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء ویدخل بیتی فیصلی رکعتین، ثم ذکرت صلوة اللیل والوتر الی ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین زاد ابوداؤد ثم یخرج فیصلی بالناس صلوة الفجر"

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے۔ مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میرے حجرے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو جماعت کرواتے، پھر حجرے میں جلوہ افروز ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی جماعت کرواتے پھر حجرے میں تشریف لاکر دو رکعات پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے ہاں تشریف لاتے تو دو رکعات ادا کرتے۔ پھر انہوں نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا، جب طلوع فجر ہوجاتی تو آپ دو رکعات ادا کرتے۔ ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرے سے نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے

اسی طرح سنن جمعہ کا مکان جنت نشان میں پڑھنا صحیحین میں مروی، زمانہ سیدنا عمرفا روق رضی اللہ تعالی عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے نہیں،

"فی الفتح عن السائب بن یزید قا ل لقد رأیت النا س فی ز من عمر بن الخطا ب اذا انصر فوامن المغرب انصر فوا جمیعا حتی لا یصلو ن بعدالمغرب حتی یصیرون الی اھلیھم"

فتح میں سائب بن یزید سے ہے کہ میں نے دور فاروقی میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے لوٹتے ہوئے دیکھا حتی کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، گویا وہ مغرب کے بعد کوئی نماز ادا نہ کر تے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جاتے۔

سید العالمین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔

اخرج ابو داؤد والتر مزی والنسا ئی عن کعب بن عجرۃ وابن ما جۃ عن حدیث رافع بن خدیج والسیا ق لا بی داؤ دقا ل :ان البنی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبدالا شھل فصلی فیہ المغرب فلما قضواصلوتھم را ھم یسبحون بعد ھا فقال :ھذہ صلوۃ البیو ت ولفظ التر مزی والنسا ئی علیکم بھذ ہ الصلوۃ فی البیو ت ، وابن ما جۃارکعوا ھا تین الر کعتین فی بیو تکم ابو داؤد،

ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب بن عجرہ سے، اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا، ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بنو عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ جب انہوں نے اپنی نماز پوری کرلی تو ان کو اس کے بعد نفل ہڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ تو گھر کی نماز ہے۔ تر مذی اور نسائی کے الفاظ ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: یہ دو رکعات تم اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

ہرگاہ تمام کردند مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایشاں را کہ نفل

نماز می گزارند کہ مراد بوے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایں یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزاردنہ در مسجد، بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ بگزارند ہمچنیں بود عمل آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مگر بسببے یا عذرے خصوصا سنت مغرب کہ ہر گز در مسجد نگزاردو بعضے از علما گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارداز سنت واقع نمی شودو بعض گفتہ اند کہ عاصی می گردداز جہت مخالفت امر کہ ظاہرش در وجوب است و جمہور بر آنند کہ امر برائے استحباب است۔

جب لوگوں نے فرض نماز ادا کرلی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انھیں فرائض کے بعد نوافل یعنی سنن مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ سنن مغرب یا مطلق نماز نفل گھروں کی نماز ہے، انھیں گھروں میں ادا کرنا چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا یہی عمل تھا ،البتہ کسی سبب یا عذر کی صورت مستثنی ہے خصوصا نماز مغرب کی سنن مسجد میں ادا نہ کی جائیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے سنن مغرب مسجد میں ادا کیں تو سنت واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی گنہگار بھی ہوگا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے) کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لئے ہے الخ۔

گاہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو علماء فرماتے ہیں: وہ کسی عذر کے سبب سے تھا "کما مر عن الشیخ وبمثلہ قال العلا مۃ ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ، معہذا ترک احیانا منافی سنیت واستحباب نہیں بلکہ اس کا مقرر و مؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت وجوب ہے "کما فی البحر وغیرہ،

علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی تعالی علیہ وسلم نے دائما سب سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں، تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے "فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا "ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ انہیں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ "نماز گھروں میں

پڑھا کرو" "کما مر کل ذلك" توہمارے لئے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں ہے کہ قول فعل پر مرجح ہے، اوران احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہوسکتی کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل، اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا"کما سبق" اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے، ہدایہ میں ہے:

"والافضل فی عامة السنن والنوا فل المنزل وهو المروی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم " تمام سنن ونوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہی بات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

عامتهم علی اطلا ق الجواب کعبار ة الکتاب وبه افتی الفقیه ابو جعفر الا ان یخشی ان یشغل عنها اذا رجع فا ن لم یخف فا لافضل البیت " عام فقہاء جواب کو مطلق قرار دیتے ہیں جیسا کہ عبارت کتاب سے ظاہر ہے، اور فقیہ ابوجعفر نے یہ کہتے ہوئے فتوی دیا ہے: مگراس صورت میں جب کسی مشغولیت کی بناء پر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو (تو مسجد ہی میں پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہوتو گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔

شرح صغیر میں ہے:

السنة فی سنة الفجر وکذا فی سا ئر السنن ان یا تی بها فی بیته وهو الافضل اوعند با ب المسجد واما السنن التی بعد الفریضة فانه ان تطوع بها فی المسجد فحسن وتطو عه بها فی البیت افضل ، وهذا غیر مختص بما بعد الفریضة بل جمیع لنوا فل ما عدا التراویح وتحیة المسجد الافضل فیها المنزل لما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم انه کا ن یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت اه ملخصا۔

پھر سنت، سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہی افضل ہے یا دروازۂ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ سنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے، اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح وتحیۃ المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے

کیونکہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنن ووتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے۔

اور جب ثابت ہو چکا کہ سنن ونوافل کو گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے یونہی ہمیں حکم فرمایا تو بخیال مشابہت روافض اسے ترک کرنا کچھ وجہ نہیں رکھتا۔ اہل بدعت کا خلاف ان کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امور خیر سے جو بات وہ اختیار کریں ہم اسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں۔ بالجملہ اصل حکم استحبابی یہی ہے کہ سنن قبلیہ مثل رکعتین فجر ورباعی ظہر وعصر وعشاء مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں، اور سنن بعدیہ مثل رکعتین ظہر ومغرب وعشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہو گا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر، اور اس سے ایک زیادت ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادۂ ادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے۔

"قال تبارك وتعالى ونكتب ما قدموا اٰثارهم وكل شئ احصينٰه فى امام مبين" اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے: ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شئی کو ہم نے کتاب مبین میں شمار کر رکھا ہے۔

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ بلحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلوۃ فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جاگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے "کما فی کتب الفقہ" مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن وانگشت نمائی وانتشار ظنون وفتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمۂ دین فرماتے ہیں:

"الخروج عن العادة شهرة ومكروه" معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے ۔واللہ تعالی اعلم۔　　(فتاوی رضویہ جدید ۷/۴۱۱ تا ۴۱۶)

(۱۲) وكل شیء احصينٰه فیؔ امام مبين۔

بیضاوی نے کہا: یعنی لوح محفوظ، اور رب عزوجل نے فرمایا: آسمان وزمین کا کوئی غیب ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ اور امام بغوی نے معالم التنزیل میں فرمایا: یعنی لوح محفوظ میں۔ اور امام نسفی نے مدارک التنزیل میں فرمایا: لوح مبین ہے یعنی جو ملائکہ اسے دیکھتے ہیں ان کے لئے ظاہر اور روشن ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اور یقیناً معلوم ہے کہ لوح متناول نہیں ہر آنے والے کو ابد تک، کیونکہ متناہی کا احاطہ غیر متناہی کو صحیح نہیں اور لوح میں وہی ثبت ہے جو پہلے دن سے تھا اور قیام قیامت تک ہوگا۔ اور میرے نزدیک کوئی دلیل قاطع اب تک اس پر قائم نہ ہوئی کہ یہ غایت مغیا میں داخل ہے یا خارج تو اگر واقعی یہ ہو کہ تعین وقت ساعت لوح میں مثبت ہے تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جان لیا، کہ اب آیات اسے متناول ہیں،

امام جلال الدین سیوطی نے اس کے لئے ایک فصل خصائص کبریٰ میں باندھی اور فرمایا کہ یہ فصل ہے اس بیان میں کہ بعض علمائے کرام ادھر گئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم خمس بھی دیا گیا، اور علم وقت ساعت اور علم روح بھی دیا گیا، اور حضور کو اس کے چھپانے کا حکم فرمایا۔ (الدولۃ المکیۃ ۔ ۱۴۷)

(۲۹) وما علمنٰہ الشعر وماینبغی لہ ط ان ھو الا ذکر وقراٰن مبین۔☆

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

خطبہ جمعہ میں محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ واساءت وخلاف سنت وموجب ترک تلاوت۔ اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کر کے لائیں تو اول تو غالباً یہ بلا تغییر نظم قرآن نا متیسر، اور بعد تغییر نظم تلاوت نہ رہے گی اگر چہ اقتباس ہو، اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنت تلاوت کے لئے قرآن مجید کو منظوم کر کے پڑھنا ترک قرأت سے اشدو اشنع ہے ،قرآن عظیم شعر سے پاک ومنزہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی وارفع ہے

" وما علمناه الشعر وما ینبغی له " اور ہم نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم ہی نہ دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ تو اس طور پر قصد تلاوت صریح اسائت ادب ہے،

" وبه فارق الاقتباس الذی لا یراد فیه تلاوة القرآن فانه شائع ذائع علی الاصح " اس سے وہ اقتباس الگ ہوگیا جس سے مقصد تلاوت قرآن نہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق یہ مشہور اور مروج ہے۔

اور یوں بھی نظم پر اقتصار میں بلا وجہ کلمات ماثورہ وطریقۂ متوارثہ سے اعراض ہے، تو اس سے اعراض ہی چاہئے۔　　　(فتاوی رضویہ جدید ۸/ ۳۲۵)

﴿۷۱﴾ اولم یروا انا خلقنا لهم مما عملت ایدینآ انعامًا فهم لها مالکون۔☆

اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لئے پیدا کئے تو یہ ان کے مالک ہیں۔

﴿۷۲﴾ وذللنها لهم فمنها رکوبهم ومنها یاکلون۔☆

اور انہیں ان کے لئے نرم کردیا تو کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔

﴿۷۳﴾ ولهم فیها منافع ومشارب ط افلا یشکرون۔☆

اور ان کے لئے ان میں کئی طرح کے نفع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا شکر نہ کریں گے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہاں جانوروں سے نفع حاصل کرنے کے سلسلہ میں فرمایا اس میں ان کا گوشت کھانا بھی شامل لہذا اس کی تفصیل ملاحظہ کریں)

پہلے دو امر ذہن نشین کرنا لازم۔

اول یہ کہ ہماری شریعت مطہرہ اعلی درجہ حکمت ومتانت ومراعات دقائق مصلحت میں ہے، اور جو حکم عرف ومصالح پر مبنی ہوتا ہے انہیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے، اور اعصار وامصار میں ان کے تبدل سے متبدل ہوجاتا ہے، اور وہ سب احکام احکام شرع ہی قرار پاتے

ہیں، مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر و نایابیٔ فتنہ وشدت تقوٰی وقوت خوف خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب، اور زنان مسلمین برائے نماز پنجگانہ مساجد میں جماعتوں کے لئے حاضر ہوتیں، بعد حضور کے جب زمانے کا رنگ قدرے متغیر ہوا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

" لو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی من النساء ما رأینا لمنعھن من المسجد کما منعت بنو اسرائیل نساء ھا رواہ احمد والبخاری ومسلم "

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے زمانہ کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے تو انہیں مساجد جانے سے ممانعت کرتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کردیا تھا، اسے امام احمد وبخاری ومسلم نے روایت کیا۔

جب زمانۂ رسالت سے اور بعد ہوا ائمۂ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی، جب اور فساد پھیلا علماء نے جوان وغیر جوان کسی کے لئے اجازت نہ رکھی، درمختار میں ہے:

یکرہ حضورھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزالیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان " رات کو عورتوں کا خواہ بوڑھی ہوں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور اگر جمعہ اور وعظ کی مجلس ہو تو مفتی بہ مذہب میں مطلقاً مکروہ ہے زمانہ کے فساد کی وجہ سے۔

فتح القدیر میں ہے:

عمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبۃ الفساد فی سائر الاوقات " غلبۂ فساد کی وجہ سے تمام اوقات کی نمازوں میں عموماً بوڑھی اور جوان عورتوں کا نکلنا متاخرین علماء نے منع فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اذا استأذنت احدکم امرأتہ الی المسجد فلا یمنعھا ۔ رواہ احمد والشیخان والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما"

جب تم میں کسی کی عورت مسجد میں جانیکی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے (اسے احمد

، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ۔ رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر واحمد و ابو داود عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنھم " اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ اسے امام احمد اور مسلم نے حضرت ابن عمر اور احمد و ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کیا۔

پھر ان ائمہ وعلماء کے یہ احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے، بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پائے، اسی طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت وحکمائے امت نے حکم حجاب دیا، اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کردیا،

نہایہ میں ہے:

سدل الشیئ علی وجھھا واجب علیھا "چہرہ پر پردہ لٹکانا عورت کو واجب ہے

شرح لباب میں ہے:

دلت المسئلۃ علی ان المرأۃ منھیۃ عن اظھار وجھھا للاجانب بلا ضرورۃ" یہ مسئلہ اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو بلاضرورت اجنبی لوگوں پر اپنا چہرہ کھولنا منع ہے۔

تنویر میں ہے:

تمنع من کشف الوجہ بین الرجال لخوف الفتنۃ " فتنہ کے خوف سے مردوں میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکا جائے۔

اسی قسم کے صدہا احکام ہماری شریعت میں ہیں:" ومن القواعد المقررۃ فی شریعتنا المطھرۃ ان الحکم یدور مع علتہ"

ہماری شریعت مطہرہ کے مسلمہ قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔

دوم واجبات ومحرمات ہماری شریعت میں دو قسم ہیں:

ایک لعینہ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب وتحریم موجود ہو، جیسے عبادت خدا کی

فرضیت اور بت پرستی کی حرمت ۔دوسرے لغیرہ یعنی وہ کہ امور خارجہ کالحاظ ان کی ایجاب وتحریم کا اقتضا کرتا ہے اگر چہ نفس ذات میں کوئی معنی اس کو مقتضی نہیں، جیسے تعلم صرف ونحو کا وجوب کہ ہمارے رب تعالی کی کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے ،اور اس کا فہم بے اس علم کے متعذر ،لھذا واجب کیا گیا ،اور افیون اور بھنگ وغیرہا مسکرات کی حرمت کہ ان کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کر دیتا ہے جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ وشر سے بچانے والی ہے، اسی قبیل سے ہے شعار کہ مثلاً انگر کھے کا سیدھا پردہ ہماری اصل شریعت میں واجب نہیں ، بلکہ ہمارے شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی انگر کھا نہ پہنا ، نہ حضور کے ملک میں اس کا رواج تھا، مگر اب کہ ملک ہندوستان میں شعار مسلمین قرار پایا اور الٹا پردہ کفار کا شعار ہوا، تو اب سیدھا پردہ چھوڑ کر الٹا اختیار کرنا بلاشبہہ حرام ،اسی طرح بوجہ عرف وقرارداد امصار وبلاد جس مباح کا فعل عزت وشوکت اسلام پر دلالت کرے اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے ،تو قواعد شرعیہ بالیقین اس سے بازرہنے کی تحریم کرتے ہیں ،اور مبنی اس کا وہی نظر مصالح واعتبار عرف ومراعات اقتضائے امور خارجہ ہے، جسے ہم دونوں مقدمۂ سابقہ میں بیان کر آئے ،جب یہ امور منقح ہولئے تو اب اصل مسئلہ کا جواب لیجئے:

گاؤکشی اگر چہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت بنظر نفس ذات فعل گنہ گار، نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شئ کا کھانا بالتعیین فرض، مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤکشی جاری رکھنا واجب لعینہ ،اور اس کا ترک لعینہ حرام نہیں ،یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں ، بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری وحتمی ہے، یوں ہی واجبات ومحرمات لغیرہا میں بھی امتثال واجتناب اشد ضروری ہے، جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں، اور ان سے بالجبر باز رکھنے میں بیشک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روانہیں رکھ سکتے۔

ہم ہر مذہب وملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں گاؤکشی بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہر گز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی ، یک قلم موقوف کیا جائے ،تو کیا اس میں ذلت اسلام متصور نہ ہوگی ، کیا اس میں خواری

ومغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گے، کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلی درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب واہل مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا، کیا بلا وجہ وجیہہ اپنے لئے ایسی دنائت وذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع جائز فرماتی ہے؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں، ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں، اور دوسری طرف کی توہین وتذلیل روا رکھیں۔

سائل لفظ ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے، اس نے ''ترک'' اور ''کف'' میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات، ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں، یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا، اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا، اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی وتنگی کر دینا، ہم اہل اسلام کی ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے لئے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق تبارک وتعالی نے قرآن عزیز میں جا بجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔
(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۵۵۰تا۵۵۳)

اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث میں گوشت کو دنیا وآخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل وبہتر فرمایا۔

" والحدیث مخرج بطریق عدیدۃ من عدۃ من الصحابۃ الکرام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین " یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے متعدد طرق سے تخریج شدہ ہے۔

اور بیشک بکری کا گوشت دواما ہمارے ہر امیر وفقیر کو دستیاب نہیں ہوسکتا خصوصا مسلمانان ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم اور افلاس غالب ہے، غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤ کے نہیں، اور کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قویٰ کی افزائشیں ہیں اس کے غیر سے حاصل

نہیں، اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو، چند دن روز متواتر کھانے سے طبیعت اس سے سیر ہو جاتی ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۵۵۴تا۵۵۵)

سورۃ الصافات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۹۶〉واللہ خلقکم وما تعملون ۔☆

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اہل سنت کے ایمان مین انسان اور اسکے تمام اعمال واقوال واوصاف واحوال سب جناب عزوجل کے مخلوق ہیں۔انسان کو فقط کسب میں ایک گونہ اختیار ہے۔

〈۱۲۳〉وان الیاس لمن المرسلین ۔☆

اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سیدنا الیاس علیہ السلام نبی مرسل ہیں۔

(براءت علی از بشرک جاہلی ۔۳۱/۱۵)

سورہ ص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲۴﴾ قال لقد ظلمک بسؤال نعجتک الیٰ نعاجہٖ ط وان کثیرًا من الخلطآء لیبغی بعضھم علی بعضٍ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وقلیل ماھم ط وظنّ داؤد انما فتنٰہ فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب۔☆

داؤد نے فرمایا بیشک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بیشک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے اور وہ بہت تھوڑے ہیں اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعض علماء فرماتے ہیں: معراج سے پہلے رکوع اصلا نہ تھا، نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں، رکوع ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی امت مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسراء عطا ہوا، بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اس تک رکوع نہ تھا، اس کے بعد عصر میں اس کا حکم آیا اور حضور وصحابہ نے ادا فرمایا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید، امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالرکوع فی الصلاۃ

ذکر جماعۃ من المفسرین فی قولہ تعالی وارکعوا مع الراکعین، ان مشروعیۃ الرکوع فی الصلاۃ خاص بھذہ الملۃ وانہ لا رکوع فی صلاۃ بنی اسرائیل۔

ولـذا امرهم بالركوع مع امة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قلت : وقد يستدل لـه بـما اخرجه البزارو الطبراني في الاوسط عن علي رضي الله تعالى عنه قال: اول صـلاة ركـعـنـا فيها العصر فقلنا: يا رسول الله! ما هذا؟۔ قال: بهذا امرت۔ ووجه الاسـدلا ل انـه صـلـى قبل ذلك صلا ة الظهر وصلى قبل فرض الصلوات الخمس قيام الـلـيـل وغيـر ذلك۔ فكو ن الصلا ة السابقة خاليابالر كو ع قرينةبخلو صلا ة الامم السابقة منه اه۔

باب اس بیان میں کہ رسول اللہ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالی کے فرمان اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس امت کے ساتھ خاص ہے اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا ۔اسی لئے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کریں، اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی، تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے۔ کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے۔تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا اھ۔

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے:

الـركـو ع مـن خـصـائـص الامة وما صلا ه المصطفى صلى الله تعالىٰ عليه وسـلـم قبـل الاسراء لا ركو ع فيه ـ وكذا ظهر عقب الاسرار اول صلا ة بركو ع العصر بعدها ـ

رکوع اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی اس میں بھی رکوع نہ تھا، اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔

اقول: یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح وحسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عفیف کندی رضی اللہ تعالی عنہ ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے، کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے، دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر روبہ کعبہ کھڑے ہوگئے، ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے، تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں، پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے، پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا، جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے، انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حال پوچھا کہا: یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجہ الکبری ہیں رضی اللہ تعالی عنہما۔ میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی وہ مسلمان ہوئے ہیں۔

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عفیف الکندی رضی اللہ تعالی عنه قال: جئت فی الجاھلیة الی مکة وانا ارید ان ابتاع لا ھلی من ثیا بھا وعطرھا فاتیت العباس وکان رجلا تاجرا ۔ فانی عندہ جالس انظر الی الکعبة وقد کلفت الشمس وارتفعت فی السماء اذاقبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبل الکعبة فلم البث الایسیر احتی جاء غلام فقام عن یمینه، ثم لم یلبث الایسیرا حتی جاءت امرأۃ فقامت خلفھما فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأۃ ۔ فقلت یا عباس امرا عظیم ، فقال: امر عظیم، تدری من ھذا الشاب ؟ ھذا محمد بن عبد اللہ ابن اخی، تدری من ھذا الغلام ؟ھذا علی بن اخی ،تدری من ھذاہ المراۃ؟ ھذہ خدیجة بنت خویلد زوجته ۔ ان ابن اخی ھذا حدثنی ان ربه رب السموات و الارض امرہ بھذا لدین ولم یسلم معه غیر ھولاء الثلثة ۔ فیه سعید بن خیثم الھلالی قال الازدی منکر الحدیث عن اسد بن عبد اللہ العسری ۔ قال البخاری لا یتابع علی حدیثه۔

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عفیف کندی رضی اللہ عنہ سے

تخریج کی ہے۔وہ فرماتے ہیں: کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا، میں مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا، اس لئے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے، ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن تھا اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کو دیکھا، پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے۔تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا اور جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی، پھر جوان نے سجدہ کیا تو یہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔میں نے کہا: اے عباس یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے، عباس نے کہا: ہاں بڑا معاملہ ہے، جانتے ہو یہ جوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے۔جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے جوان کی بیوی ہے، میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے۔اس میں ابن خثیم ہلالی ہے۔ازدی نے کہا ہے کہ سعید، اسد ابن عبداللہ العسری سے منکر روائتیں بیان کرتا ہے۔بخاری نے کہا: اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اور دعوی اختصاص امت پر آیہ کریمہ "وظن داود انما فتنہ فاستغفر ربہ وخرراکعا واناب ۔ " اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار کی۔کے ورود میں اگر تامل بھی ہو۔

"فان کثیرا منھم فسرو اھھنا الرکو ع بالسحود وان قال الحسین بن الفضل ان معناہ خربعد ما کا ن راکعا ای سحد ۔ کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے۔اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا۔کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں چلا گیا۔ (فتاوی رضویہ جدید۔۵/۹۱۔تا۔۹۴)

﴿۳۰﴾ ووھبنا لداوٗد سلیمٰن ط نعم العبد ط انہ اواب۔☆

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا۔

﴿۳۱﴾ اذ عرض علیہ بالعشی الصٰفنٰت الجیاد۔☆

جب کہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو کہ روکئے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے اور چلائیں تو ہوا ہو جائیں۔

﴿۳۲﴾ فقال انی احببت حب الخیر ان ذکر ربی ج حتّٰی توارت بالحجاب۔☆

تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لئے۔ پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے چھپ گئے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔

علماء فرماتے ہیں:

یہ نماز نماز عصر تھی۔ جلالین میں ہے:

عن ذکر ربی ای صلاۃ العصر "اپنے رب کی یاد سے مراد نماز عصر ہے۔

مدارک میں ہے:

غفل عن العصر و کانت فرضا فاغتم ۔ "عصر سے غافل ہو گئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس لئے غمزدہ ہو گئے۔

اور سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یونس وعزیر علیہم الصلاۃ والسلام سے مقدم ہے، تو اولیت صلاۃ عصر ان دونوں صاحبوں کے لئے کیونکر ہو سکتی ہے۔ نسیم الریاض میں زیر حدیث "ماینبغی لا حد ان یقول انا خیر من یو نس بن متی " کسی کے لئے یہ کہنا روا نہیں ہے کہ میں یونس ابن متی سے افضل ہوں ہے۔

ھو من ولد بنیامین بن یعقوب علیھم الصلاۃ والسلام و کان بعد سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام وفیہ فی فصل حکم عقد قلب البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یو نس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما فی مراۃ الزمان کان بعد سلیمٰن نبی اللہ علیہ الصلاۃ والسلام ۔

یونس بنیامین ابن یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے بعد تھے اھ۔ نسیم الریاض ہی کی اس فصل میں جس کا عنوان ہے "حکم عقد قلب البنی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ' مراۃ الزمان کے حوالے سے مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے نبی سلیمان علیہ الصلاۃ السلام کے بعد تھے۔

یہ تو یونس علیہ الصلاۃ السلام کی نسبت تصریح تھی۔ اور حضرت عزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاۃ والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر کہ ان کا واقعہ موت وحیات کہ قرآن عظیم میں مذکور بعد اس کے ہوا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کر گیا تھا، اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بنا داود علیہ الصلاۃ والسلام نے شروع کی اور سلیمٰن علیہ السلام نے ختم فرمائی، تو سلیمٰن وعزیر علیہم الصلاۃ والسلام میں صدہا سال کا فاصلہ تھا۔

معالم التنزیل میں ہے:

قال الذی قال :ان الما ر کان عزیر ا ان بخت نصر لما خرب بیت المقدس واقدم سبی بنی اسرائیل ببابل کان فیھم عزیر ودانیال وسبعۃ الاف من اھل بیت داود علیھم الصلاۃ والسلام فلما نجا عزیر من بابل ار تحل علی حمار لہ الخ۔

جس نے کہا ہے کہ گزرنے والے عزیر تھے، اس نے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس کو برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے آیا تو ان میں عزیر اور دانیال کے علاوہ داؤد علیہم السلام کے خاندان سے تعلق رکھنے والے سات ہزار افراد بھی تھے، پھر جب اللہ تعالی نے عزیر کو نجات دی اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سفر کے لئے نکلے الخ۔

اسی میں ہے:

یعملون لہ ما یشاء من محاریب کان مما عملو ا لہ بیت المقدس ابتداہ داود علیہ الصلوٰۃ السلام فلما تو فاہ اللہ تعالی استخلف سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام فبنی المسجد بالرخام والجواھر واللاٰلی والیواقیت ۔ فلم یزل بیت المقدس علی ما بنا ہ سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام حتی غزاہ بخت نصر ، فخرب المدینۃ ونقض المسجد اہ ملتقطا۔

(بناتے تھے اس کے لئے جو وہ چاہتا تھا یعنی محراب وغیرہ) جنوں نے جو کچھ ان کے لئے بنایا ان میں ایک بیت المقدس بھی تھی جس کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی تھی، ان کی وفات کے بعد سلیمٰن علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام، ہیروں

،موتیوں اور یا قوتوں سے بنوایا۔ یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا، اس نے شہر برباد کر دیا اور مسجد گرادی۔ اھ ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

(جدید۔۵/۱۷۔تا۔۷۳)

﴿۴۴﴾ وخذ بیدک ضغثًا فاضرب بہ ولاتحنث ط انا وجدنٰہ صابرًا ط نعم العبد ط انہٗ اواب۔☆

اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بیشک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک کمزور شخص پر حد لگانے میں اسی حیلہ جمیلہ پر عمل فرمایا۔

عن أبی امامة بن سهل بن حنیف رضی الله تعالیٰ عنه أنه أخبره بعض اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من الأنصار انه اشتکی رجل منهم حتی أضنی قعاد جلدة علی عظم فد خلت علیه جارية لبعضهم ،فهش لها فوقع علیها ، فلما دخل علیه رجال قومه یعودونه أخبر هم بذلك فقال : استفتوا الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فانی قد وقعت علی جارية دخلت علیّ، فذكروا ذلك لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و قالوا: ما رأینا باحد من الناس من الضر مثل الذی هو به لو حملنا الیك لتسفخت عظامه ، ما هو الا جلد علی عظم فامر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أن یا خذوا له مائة شمراخ فیضربوه بها ضربة واحدة ۔

ایک انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بتایا کہ ایک انصاری ایسے سخت بیمار ہوئے کہ انکا چمڑا ہڈیوں سے چپک گیا۔اسی درمیان ایک انصاری صحابی کی باندی کا گزر انکے پاس سے ہوا تو یہ اس سے زنا کر بیٹھے، جب کچھ لوگ انکے خاندانی انکی عیادت کے لئے آئے تو انہوں نے خود یہ واقعہ بتایا اور کہا: میرے لئے سرکار سے یہ مسئلہ معلوم کرو۔لہذا

سرکار سے تذکرہ کیا گیا اور یہ بھی کہا: اس جیسا کمزور شخص ہم نے نہیں دیکھا کہ آپکی خدمت میں انکولایا جائے تو انکی ہڈیاں ٹوٹ جائیں، وہ تو ایک ہڈی کا ڈھانچہ ہیں۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سوشاخوں والی ایک ٹہنی لیکر ایک بار مارو۔

فتاوی رضویہ ۴/۴۴۶

عن سعید بن سعد بن عبادة رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال : کان بین ابیا تنا رجل مخدج ضعیف ،فلم یرع الا وهو علی امة من آماء الدار یخبث بها ،فرفع شانه سعد بن عبادة الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال : اِجْلِدُوْهُ ضَرْبَ مِأَةَ سَوْطٍ! قالوا: یا نبی اللہ ! هوا ضعف من ذلك ، لو ضربناه مائة سوط مات ، قال : فَخُذُوْا لَهٗ عِثْكَالًا فِیْهِ مِأةُ شَمْرَاخٍ فَاضْرِبُوْا ضَرْبَةً وَّاحِدَةً۔

حضرت سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ ہماری بستی میں نہایت کمزور شخص رہتے تھے۔ وہ اپنے خاندان کے کسی شخص کی باندی سے زنا کر بیٹھے۔ حضرت سعد نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ سرکار نے فرمایا: سوکوڑے لگاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ ! وہ نہایت کمزور ہیں۔ اگر سوکوڑے مارے گئے تو مرجائیں گے۔ فرمایا: اچھا سوشاخوں والی ایک کھجور کی ٹہنی لو اور ایک مرتبہ مارو۔

عن سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : ان ولیدة فی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حملت من الزنا فسئلت من احبلك فقالت : احبلنی المقعد ، فسئل فاعترف ، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : اِنَّهٗ لَضَعِیْفٌ عَنِ الْجِلْدِ ، فأمر بمأة عثکول و ضربه بها ضربة وا حد ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک باندی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زنا سے حاملہ ہوگئی۔ اس سے جب پوچھا گیا تو اس نے مقعد نامی ایک شخص کے بارے میں بتایا۔ اس شخص نے اس فعل کا اعتراف کرلیا۔ تو سرکار نے اسکی کمزور حالت دیکھ کر فرمایا: سوشاخوں والا ایک گچھا لیکر ایک مرتبہ مارو۔

فتاوی رضویہ ۴/۴۴۶

سورۃ الزمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴۲﴾ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا ج فیمسک التی قضٰی علیھا الموت ویرسل الاخرٰی الیٰ اجلٍ مسمًی ط ان فی ذٰلک لاٰ یٰت لقوم یتفکرون ۔☆

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں پھر جس پر موت کا حکم فرمادیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آدمیوں ، جانوروں اور ہر ذی روح کی جان اللہ ہی قبض فرماتا ہے۔ مدبرات الامر میں یہ کام ملک الموت علیہ الصلوۃ والسلام کو سپرد ہے، اور اس میں تخصیص جن وانس ووحش وطیر نہیں، سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کیا مچھر کی روح بھی ملک الموت قبض کرتے ہیں؟ فرمایا: مچھر نفس رکھتا ہے؟ کہا: ہاں، فرمایا: تو اس کی روح بھی وہی قبض فرماتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۔۱۱/۲۱)

سورۃ غافر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ حٰمٓ۔

﴿۲﴾ تنزیل الکتٰب من اللہ العزیز العلیم۔☆

یہ کتاب اتارنا ہے اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا۔

﴿۳﴾ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب لا ذی الطول ط لآ الہ الا ھو ط الیہ المصیر۔☆

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا اسکے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

صبح وشام کی دعاؤں میں آیت الکرسی کے ساتھ ان تینوں آیتوں تک پڑھنے کو حدیث میں ارشاد ہوا کہ جو صبح پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے، اور شام پڑھے تو صبح تک" رواہ الترمذی والبزار وابنا نصر ومردویہ والبیھقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "بحال جنابت اسے نہیں پڑھ سکتا ہے کہ حروف مقطعات کے معنی اللہ ورسول ہی جانتے ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (فتاوی رضویہ جدید۔ ۱/۸۲۰)

لیکن بحالت جنابت وحیض انہیں بطور عمل بھی نہیں پڑھ سکتا، مثلا تفریق اعدا کے لئے سورۂ تبت نہ کہ سورۂ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے، عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں، یا تو دعا جیسے حزب البحر، حرز یمانی، یا اللہ عزوجل کے نام وکلام سے کسی مطلب خاص میں استعانت، جیسے عمل سورۂ یٰس وسورۂ مزمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، یا اعداد معینہ خواہ

ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہوجائے ،اس کے موکلات تابع ہوجائیں ،اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنی بیوضو پڑھنا بھی روانہیں رکھتے ،اوراگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت وسورت بھی جائز نہیں ہوسکتی جس میں صرف معنی دعاوثنا ہی ہے کہ اولا یہ نیت نیت دعاوثنا نہیں، ثانیا اس میں خود آیت وسورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اس کے خدام مطیع ہوں تو نیت قرآنیت اس میں لازم ہے۔رہیں پہلی دونیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیت اولی ناممکن، اور نیت ثانیہ عین نیت قرآن ہے اور بقصد قرآن اسے ایک حرف بھی روانہیں۔

تنبیہ ٦: یہی حکم دم کرنے کے لئے پڑھنے کا ہے کہ طلب شفا کی نیت تغییر قرآن نہیں کرسکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے،کون کہے گا کہ "افحسبتم انما خلقنکم عبثا "تا آخر سورت مصروع ومجنون کے کان میں جب پڑھ سکتا ہے، ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنی دعاوثنا بصیغہ غیبت وخطاب ہوں اور اس کے اول میں قل بھی نہ ہو نہ اس میں حروف مقطعات ہوں اور اس سے قرآن عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دعاوثنا کی برکت سے طلب شفا کرنے کے لئے اس پردم کرے تو رواہے۔

(فتاوی رضویہ جدید۔۱/۸۲۰۔تا۔۸۲۱)

﴿۴۶﴾النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ج ویوم تقوم الساعة قف ادخلوآ اٰل فرعون اشد العذاب ۔☆

آگ جس پر صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں "ان ارواح ال فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یو م مرتین تغدو وتروح الی النار فیقال یاال فرعون وھذہ مأ وٰکم حتی تقوم الساعة۔

فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ڈال کرانہیں روزانہ دوبار نار پر پیش کیا جاتا ہے۔صبح کو اور شام کو نار کی طرف جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے اے فرعون والو یہ تمہارا ٹھکانا ہے

یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے، ہر روز صبح وشام دو وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، جہنم جھنکا کران سے کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے۔اور ایک انہیں پر کیا موقوف ہر مومن وکافر کو یونہی صبح وشام جنت ونار دکھاتے اور یہ کلام سناتے ہیں۔صحیح بخاری وصحیح مسلم وموطائے امام مالک وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذامات احد کم عرض علیه مقعده بالغداة والعشی ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمن اهل النار یقال له هذا مقعدك حتی یبعثك الله الی یوم القیامة۔

جب تم میں سے کوئی مرتا ہے اس پر اس کا ٹھکانا صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت سے تھا تو جنت کا مقام اور اہل نار سے تھا تو اہل نار کا مقام دکھایا جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تجھ کو روز قیامت اس کی طرف بھیجے۔

یونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا ان سے باتیں کرنا، ان کی حد نگاہ تک کشادہ ہونا، احیاء کے اعمال انہیں سنائے جانا، اپنے حسنات وسیئات اور گاؤ ماہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیرہ جن کی طرف صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا جن کے بیان میں دس بیس نہیں صدہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں، جس طریقے سے وہ ان چیزوں اور آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے، خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے یونہی زائروں، قبروں کے سامنے گزرنے والوں اور ان کے کلام کو۔طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب وسوال ۔۱۹۔ میں تسلیم کیا، مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں۔حضرت جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انہی سے کلام، یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا، اب جانب منکرین نظر کیجئے، ان کا انکار بھی قطعا عام ہے۔صرف آلات جسمانیہ سے خاص نہیں۔ کاش! وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراک تام کرتے ہیں مگر نہ گوش بدن سے، تو جھگڑا ہی کیا ہے۔ابھی اتفاق ہو گیا، اہل سنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں، گوش وگوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں؟ مگر حاشا! وہ کب اس راہ آتے ہیں۔انہیں تو اولیائے مدفونین کی ندا

حرام کرنی ہے، ان محبوبان خدا سے طلب دعا حرام کرنی ہے، وہ کس دل سے سننا مان لیں اگرچہ بے ذریعہ گوش، دیکھنا تسلیم کرلیں گے گو بے واسطہ چشم، انہیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ جب درمیان زائر و مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، یہ تحریر محل نزاع ہے جس کا سمجھ لینا مزیل اشکال۔ الحمد للہ المھیمن المتعال وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد و الہ وصحبہ خیر صحب وال۔ تمام تعریف خدا نگہبان برتر کے لئے ہے اور اللہ تعالی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر جو بہترین آل واصحاب ہیں درود نازل فرمائے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۸۷۳۔تا۸۷۵)

﴿۵۵﴾ فاصبر ان وعداللہ حق واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار۔☆

تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مواہب لدنیہ کی فصل اول میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں، کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے، فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں؟ تو کہا گیا ہے: کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: وسبح بحمد ربک قبل طلاع الشمس وقبل غروبھا۔ اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے۔

اور نووی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ڈرسنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا۔ پھر اللہ تعالی نے قیام لیل فرض کردیا جس کا سورۂ مزمل کی ابتداء میں ذکر ہے۔ پھر اس کو منسوخ کر

دیا، اس حکم سے جو سورۂ مزمل کے آخر میں ہے۔ پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔

اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے نویں مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔ اور حربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو، لیکن حربی کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا ہے

اور مواہب وزرقانی کے پانچویں مقصد میں جو کہ معراج کے بیان میں ہے جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے، وہاں لکھا ہے۔ اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے؟۔ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر حمل کیا جاتا ہے، مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے۔ (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے: اس پر انس کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے۔ (یا نفل ہے) اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو) اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے کہا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقا پہلی نماز جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی۔ اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاوی نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۷۶ تا ۷۸)

اما استدلا ل مقاتل بقوله تعالى و سبح بحمد ربك بالعشي والابكار ۔

فـاقـول: اضـعـف ،واضعف ، بل ليس بشئى اصلا ، فان الآية من سورة حم المـؤمـن ، وقـد تـاخـر نـزولها عن سورة بني اسرائيل النازلة بخبر الاسراء ، بزمان

طویل ، فقد روی ابن الضریس فی فضائل القران عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما فی حدیث ترتیب نزول السور، قال: کان اول مانزل من القران اقرا باسم ربك ثم ن ۔ فذکر الحدیث الی ان قال ثم بنی اسرائیل ، ثم یو نس ، ثم ھود ، ثم یوسف ثم الحجر، ثم الانعام ثم الصفت ثم لقمان ثم سبا ، ثم الزمر ، ثم حم المومن الحدیث فکیف یستدل بھا علی ایجاب صلاۃ قبل الاسراء لاجرم ان فسر ھا ترجمان القران رضی اللہ تعالی عنہ بالصلوات الخمس کما فی المعالم ۔ وقد یستدل بما روی ابن ابی حاتم فی تفسیر ہ عن انس رضی اللہ تعالی عنہ فی حدیث الاسراء واتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس لم البث الایسیر احتی اجتمع ناس کثیر ، ثم اذن موذن واقیمت الصلاۃ قال فقمنا صفوفا ننتظر من یو منا فاخذ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام بیدی فقد منی فصلیت بھم فلما انصرفت قال لی جبریل: اتدری من صلی خلفك ؟ قلت : لا ۔ قال صلی خلفك کل نبی بعثہ اللہ وھو الحدیث المشار الیہ فی کلام الزرقانی عن الامام النعمانی ۔

رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالی کے اس فرمان سے ۔اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے ۔تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضیعف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے۔ بلکہ سرے سے بیکار ہے کیونکہ یہ آیت سورہ حم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے جس میں معراج کا ذکر ہے طویل زمانے کے بعد ہوا ہے۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقراء باسم ربک نازل ہوئی، پھر ۔ن ۔ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے۔ پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ۔ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر صافات، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر، پھر حم مومن آخر تک تو پھر حم مومن کی آیت سے کس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی جب کہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی ۔اس لئے ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے جیسا کہ معالم میں ہے،اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج اور رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے۔(اس میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان دی اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہوئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے۔تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا، چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، جبریل نے کہا: کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا ہے، یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے۔

اقول: ولعل مطمح نظر ظاهر۔

اما اولا: فلان الاذان والاقامة المعروفين ما شرع الا بالمدينة، والاسراء قبل الهجرة ولذا قال الزرقانی فی تفسير الحديث: اذن موذن ای اعلم لطلب الصلاة فاقيمت الصلاة ای تهيؤ الها وشرعوا فيها، فلا يرد ان الاذان والاقامة انما شرعا بالمدينة والاسراء كان بمكة اھ۔

و اما ثانيا: فلا ن تخصيصهما بالفرائض انما عرف بعد ما شرعا للامة اما قبل ذلك فای دليل عليه؟

واما ثالثا: وهو القاطع فلان الاسراء انما كان بالليل وقد علمنا ان صلاة الليل كانت فريضة قبل فرض الخمس فما يدريك لعلها هی، وبه يظهر الجواب عما عسى ان يتعلق به متعلق مما روى مسلم عن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه فی حديث الاسراء، وحانت الصلاة فاممتهم۔

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمح نظر یہ ہو کہ اس نماز میں اذان واقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے۔

اولا: اس لئے کہ معروف اذان واقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھی جب کہ معراج ہجرت سے پہلے ہوئی تھی، اسی لئے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے"ایک موذن

نے اذان کہی' کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لئے طلب کئے جانے سے ان کو آگاہ کیا۔اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کے لئے تیار ہو گئے اور اس میں شروع ہو گئے، اس لئے یہ اعتراض نہیں پیدا ہو گا کہ اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہوئی تھی۔

ثانیا:اس لئے کہ اذان واقامت کا فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو امت کے لئے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے۔مشروعیت سے پہلے تخصیص پر کون سی دلیل ہے؟

ثالثا:اس لئے اور یہ اعتراض استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے۔کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی، تو کیا پتا؟ ہو سکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو، اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی مستدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث معراج میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اور نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازیں پڑھتے ،نماز شب کی فرضیت تو خود سورۂ مزمل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد، عام ازینکہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے۔

کان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس یصلون الضحی والعصر فکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا آخرالنہار تفرقوا فی الشعاب فصلوھا فرادی رواہ ابن سعد وغیرہ عن عزیزۃ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ تعالی عنہا ذکرہ فی ترجمتہا من الاصابۃ۔

فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے ،اس کو ابن سعد و غیرہ نے عزیزہ بنت تجراۃ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا۔ یہ بات اصابہ میں عزیزہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع وتلفیق کی حاجت نہیں ، بلکہ نماز شروع روز بعثت شریفہ سے مقرر ومشروع ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم نماز پڑھی اور اسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الاسنی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورۂ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی، تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخرج احمد وابن ماجة والحارث فی مسنده وغیرهم عن اسامة بن زید عن ابیه رضی الله تعالی عنهما ان جبریل اتی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی اول ما اوحی الیه فاراه الوضوء والصلاة فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفة من ماء فنضح بها فرجه وفی سیرة ابن اسحق وسیرة ابن هشام والمواهب اللدینه من المقصد الاول وکتاب الخمیس وافضل القری لقراء ام القری للامام ابن حجر المکی ثم حاشیة الکنز للعلامة السید ابی السعود الازهری ثم حاشیة الدر للعلامة السید احمد الطحطاوی وهذا لفظ القسطلانی مزیدا من الزرقانی (قدروی)مرضه لان له طرقا لاتخلو من مقال لکنها متعددة یحصل باجتماعهاالقوة ان جبریل بداله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو باعلی مکة کما عند ابن اسحق ای بجبل الحراء کما فی الخمیس فی احسن صورة واطیب رائحة فقال یا محمد! ان الله یقرئك السلام ویقول لك انت رسولی الی الجن والانس فادعهم الی قول لا اله الاالله، ثم ضرب برجله الارض فنبعت عین ماء فتوضابهاجبریل زادا ابن اسحق، ورسول الله ینظر الیه لیریه کیف الطهور للصلاة ثم امره ان یتوضاء وقام جبریل یصلی وامره ان یصلی معه، زادفی روایة ابی نعیم عن عائشة رضی الله تعالی عنها فصلی رکعتین نحو الکعبة فعلمه الوضو والصلاة ثم عرج الی السماء ،ورجع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا یمر بحجرولا مدر ولا شجر الاوهو یقول: السلام علیك یا رسول الله !حتی اتی خدیجة فاخبرها فغشی علیها من

الفرح ثم امرها فوضأت وصلى بها كما صلى به جبرئيل ،زادفي رواية و كانت اول من صلى ۔ فكان ذلك اول فرضها اى تقدير ها ركعيتن اه وله تمام سياتى
واخرج الطبراني عن ابى رافع رضى الله تعالى عنه قال صلى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اول يوم الاثنين وصلت خديجة ۔ آخره وصلى على يوم الثلثاء ۔

تخریج کی ہے احمد اور ابن اماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے روای ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا، سیرت ابن اسحٰق ، سیرت ابن ہشام، مواہب لدنیہ کے مقصد اول ، کتاب الخمیس، ابن حجر مکی کی افضل القری لقراء ام القری ،سید ابوالسعو دازہری کے حاشیہ کنز میں ،سید احمد طحاوی کے حاشیہ درمختار میں مذکور ہے اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے۔روایت کی گئی ہے۔ بصیغہ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لئے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے۔
کہ جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آئے جب کہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے جیسا کہ سیرت ابن اسحٰق میں ہے، یعنی کوہ حرا پر تھے جیسا کہ خمیس میں ہے۔اچھی صورۃ اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالی آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں ۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا۔ابن اسحٰق نے اضافہ کیا ہے کہ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تا کہ رسول اللہ کو نماز کے لئے طہارت کا طریقہ بتائیں ۔ پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں ۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں ،اور نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں ۔ چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ! یہاں تک کہ آپ خدیجہ

کے پاس آئے ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آ گئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی۔ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں۔تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی، یعنی اس کا اندازہ تھا۔دو رکعتیں اھ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا اور طبرانی نے ابو رافع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ تعالی عنہ نے منگل کے دن۔ (فتاوی رضویہ جدید۔۵/۸۰۔تا۸۵۔)

〈۲۰〉وقال ربكم ادعوني استجبلكم ط ان الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين ۔☆

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔

《۳》امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(دعا کی مقبولیت میں مندرجہ ذیل احادیث اس آیت کی تفسیر ہیں)

عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : ان رسو ل الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ذکر یوم الجمعة فقال : فیه ساعة لا یوفقها عبد مسلم و هو یصلی یسأل الله شیًا الا اعطاه ایاه ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں کوئی بھی مسلمان بندہ بحالت نماز دعا کرے تو اس کی مراد ضرور پوری ہوتی ہے۔۱۲م

عن أبی بردة بن أبی موسی الاشعری رضی الله تعالیٰ عنهما قال : قال لی عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما : اسمعت اباك یحدث عن رسول الله فی شان ساعة الجمعة ؟ قال : قلت : نعم سمعته یقول :سمعت رسول الله صلی الله

تعالیٰ علیه وسلم یقول : هی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضی الصلوة ۔

حضرت ابوبردہ بن ابی موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کی حدیث جمعہ کے دن کی اس خاص ساعت کے بارے میں سنی جس میں دعا قبول ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ساعت امام کے خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز ادا ہونے تک ہے۔۱۲م

عن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التمسوا الساعة التی ترجی فی یوم الجمعة بعد العصر الی غیبوبة الشمس ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن جس ساعت میں قبولیت دعا کی غالب امید ہے اس کو تم عصر سے غروب آفتاب تک تلاش کرو۔۱۲م

عن عمرو بن عوف رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ان فی الجمعة ساعة لا یسأل الله العبد فیها شیًا الا اتاه الله ایاه ، قالوا: یا رسول الله ! ایة ساعة هی ، قال : حین تقام الصلوة الی انصراف عنها ۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اس ساعت میں جو مانگتا ہے پاتا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کونسی ساعت ہے؟ فرمایا: جب نماز قائم ہو اس وقت سے فارغ ہونے تک۔۱۲م

۲۵۱۷۔ **عن** أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : خرجت الی الطور فلقیت کعب الاحبار فجلست ، فحدثنی عن التورات و حدثته عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فکان فیما حدثته ان قلت : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اخیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعة فیه خلق آدم ، و فیه اهبط ، و فیه تیب علیه ، و فیه مات ، و فیه تقوم الساعة ، و ما من دابة الا و هی مصبحة یوم الجمعة

من حين تصبح حتى تطلع الشمس شفقا من الساعة الا الجن و الانس ، و فيه ساعة لا يصادف فهـا عبد مسلم و هو يصلي فيسأل الله شيًا الا اعطاه اياه، قال كعب: ذلك في كل سنة ، فقلت : بل في كل جمعة ، فقرأ كعب التوراة فقال : صدق رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں طور کی جانب سفر کر کے گیا تو وہاں حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی ، میں ان کی مجلس میں بیٹھا تو انہوں نے تورات سے کچھ سنایا اور میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام ایام میں بہتر وافضل یوم جمعہ ہے ۔ کہ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی ، اسی دن زمین پر اتارے گئے ، اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اسی دن ان کا وصال ہوا ، اسی دن قیامت قائم ہوگی زمین پر چلنے والا ہر جانور جمعہ کے دن صبح ہی سے قیامت آنے سے خوفزدہ رہتا ہے مگر جن وانس ۔ اور اسی دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مسلمان بندہ بحالت نماز جب دعا کرتا ہے تو قبول ہوتی ہے ۔ حضرت کعب نے فرمایا: یہ ہر سال میں فقط ایک دن ہے میں نے کہا: بلکہ ہر جمعہ میں ایک ساعت ہے ۔ حضرت کعب نے جب دوبارہ تورات پڑھی تو بولے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ۔ ۱۲م

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : في الجمعه ساعة لا يوا فقها عبد يستغفر الله الا غفر له ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں کوئی بندہ استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتا ہے ۔ ۱۲م

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ قبولیت دعا کی ساعت روز جمعہ کی پچھلی ساعت ہے ۔

ساعت جمعہ کے بارے میں اگر چہ اقوال علماء چالیس سے متجاوز ہوئے مگر قوی وراجح

ومختار اکابر محققین وجماعت کثیرہ ائمہ دین دو قول ہیں۔

ایک وہ جس کی طرف حضرت والد ماجد قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: یعنی ساعت اخیرہ روز جمعہ غروب آفتاب سے کچھ ہی پہلے ایک لطیف وقت۔ اشباہ میں فرمایا: ہمارا یہ ہی مذہب ہے عامۂ مشائخ حنفیہ اسی طرف گئے۔

یونہی تاتارخانیہ میں اسے ہمارے مشائخ کرام کا مسلک ٹھہرایا۔ اور یہ ہی مذہب ہے عالم الکتابین سیدنا حضرت عبداللہ بن سلام، سیدنا حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔ اور اسی طرف رجوع فرمایا سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ اور ایسا ہی منقول ہے حضرت بتول زہراء صلوات اللہ وسلامہ علی أبیہا وعلیہا سے۔ اور یہ ہی مذہب ہے امام شافعی و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔ اور امام اسحاق بن راہویہ وابن الزملکائی، اور ان کے تلمیذ علائی وغیرہم علماء کا۔ امام ابو عمرو بن عبدالبر نے فرمایا: اس باب میں اس سے ثابت تر کوئی قول نہیں۔ فاضل علی قاری نے کہا: یہ تمام اقوال سے زیادہ لائق اعتبار ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: اکثر احادیث اسی پر ہیں۔ ولہذا حضرت والد ماجد قدس سرہ نے اسی کو اختیار فرمایا۔

دوسرا قول جب امام منبر پر بیٹھے۔ اس وقت سے فرض جمعہ کے سلام تک ساعت موعودہ ہے۔ یہ حدیث مرفوع أبی موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں منصوص ہوا۔ امام مسلم نے فرمایا: یہ سب اقوال سے اصح اور احسن ہے۔ اسی کو امام بیہقی و امام ابن العربی و امام قرطبی نے اختیار کیا۔

امام نووی نے فرمایا: یہ ہی صحیح بلکہ صواب ہے۔ اور اسی طرح روضہ ودرمختار میں اس کی تصحیح کی۔

دلائل طرفین فتح الباری وغیرہ میں مبسوط۔ اور انصاف یہ ہے کہ دونوں جانب کافی قوتیں ہیں۔ طالب خیر کو چاہئے کہ دونوں وقت دعا میں کوشش کرے۔ یہ طریقہ جمع کا امام احمد وغیرہ اکابر سے منقول۔ اور بیشک اس میں امید اقوی واتم، اور مصادفت مطلوب کی توقع اعظم، واللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

میں کہتا ہو: اس دوسرے قول پر اس مأ بین میں دعا دل سے ہوگی۔ یا زبان سے دعا کا موقع بعد التحیات ودرود کے ملے گا۔ خواہ جلسہ بین السجدتین میں جبکہ امام بھی وہاں قدرے

توقف کرے۔ فافہم ذیل المدعا ص ۴۷

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنهم ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال : خيرا لدعا دعا ء يوم عرفة ۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالی عنہ سے بطریق عن أبیہ عن جدہ روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ ۱۲م

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : خير الدعا ء دعا ء يوم عرفة و خير ما قلت اناوالنبيون من قبلى لا اله الا الله و حده لا شريك له ، له الملك و له الحمد ، و هو على كل شئ قدير ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ اور بہتر وظیفہ وہ ہے جو میرا اور انبیائے سابقین کا رہا ہے یعنی لا اله الا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير۔

عن عثمان بن العاص رضى الله تعالىٰ عنه قال:قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تفتح ابواب السماء نصف الليل ، فينادى مناد ! هل من داع فيستجاب له ؟ هل من سائل فيعطى ؟ هل من مكروب فيفرج عنه ـ فلا يبقى مسلم يدعو ا الله بدعوة الا استجاب الله عزوجل له الا زانية تسعى بفرجها او عشار۔

حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے! کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے؟ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کیا کریں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مشکل کشائی ہو؟ اس وقت جو مسلمان اللہ عزوجل سے کوئی دعا کرتا ہے مولی سبحانہ وتعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ مگر زانیہ کہ اپنی فرج کی کمائی کھاتی ہے، یا لوگوں سے بے جا محاصل تحصیلنے والا۔

فتاوی رضویہ۹/۱۸۲

عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم جوف اللیل الآخر الدعاء فیه افضل وارجی ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نصف رات میں دعا افضل ہےاور قبولیت کی اس میں زیادہ امید ہے۔

ذیل المدعا،۳۵

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال :قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : الدعاء بین الاذان والا قامة مستجابة فادعوا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:اذان واقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے۔لہذا اس وقت دعا کرو۔۱۲م

عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : من تعار من اللیل فقال:لا اله الا الله وحده لا شریك له ، له الملك وله الحمد وهو علی كل شیء قدیر ، وسبحان الله والحمد الله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله ،ثم قال : اللهم اغفرلی ، او قال: ثم دعا استجیب له، فان عزم توضا ثم صلی قبلت صلوته ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے شب بیدار رہ کر پڑھا، لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له ، له الملك وله الحمد وهو علی كل شیء قدیر، اورسبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله ،اورپھربطوردعا پڑھا،اللهم اغفرلی، یافرمایا: پھراس نے دعا کی تواس کی دعا قبول ہے۔پھراس نے ارادۂ نماز کیا اوروضوکر کے نماز پڑھی تواس کی نماز قبول ہے۔۱۲م

عن ام المؤمنین عائشة الصدیقة رضی الله تعالی عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ثلاث ساعات للمرء المسلم ما دعا فیهن الا استجیب له مالم یسئل قطیعة رحم او ماثما ، حین یوذن المؤذن بالصلوة حتی

یسکت ، وحین یلتقی الصفان حتی یحکم اللہ تعالیٰ بینھا ،وحین ینزل المطرحتی یسکن ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے لئے تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں دعا قبول ہوتی ہے اگرکسی گناہ یارشتہ کاٹنے کی دعا نہ کرے،اذان کے وقت، جہاد کے وقت،اور بارش ہوتے وقت۔۱۲م

سورہ فصلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۲۱〉 وقالوالجلودھم لم شھد تم علینا ط قالوآ انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء وھو خلقکم اول مرۃ والیہ ترجعون ۔☆

اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا یا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی اور اس نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں قیامت کے دن انسان کی کھالوں کی گویائی کا ذکر جس سے امام احمد رضا قدس سرہ مندرجہ ذیل استدلال فرمایا)

اخرس تو انسان ہے، جامد کے لئے بھی کلام محال شرعی تک نہیں صرف محال عادی ہے۔ کتب حدیث دیکھئے بطور خرق عادت ہزار بار پتھروں و جمادوں سے کلام واقع ہوا اور ہزار رہا بار ہوگا۔ قریب قیامت آدمی سے اس کا کوڑا باتیں کرے گا۔ جب اہل اسلام یہود عنود کو قتل کریں گے اور وہ پتھروں درختوں کی آڑ لیں گے، شجر وحجر مسلمان سے کہیں گے اے مسلمان آ، یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ اسی طرح سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے گونگے کا کلام کرنا احادیث میں وارد۔ اللہ عزوجل اپنی قدرت کا اظہار بھی یونہی فرمائے گا۔

اگر کلام جماد و اخرس ممتنع بالغیر یا محال شرعی ہوتا زنہار وقوع کا نام نہ پاتا۔ کہ ہر ممتنع بالغیر کا وقوع اس غیر یعنی ممتنع بالذات کے وقوع کو مستلزم۔ تو وقوع نے ظاہر کر دیا کہ صرف خلاف عادت ہے۔ جب وقوع کلام ثابت اور ان کے استحالہ پر ہرگز کوئی دلیل عقلی نہ شرعی۔ تو یقیناً اس کے لئے بھی جواز وقوعی جو امتناع بالغیر کا منافی قطعی۔ اب جیوٹ بہادر استدلال کرتا ہے کہ ایسا

عدم کذب مفید مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل میں مدح ہے۔تو لاجرم وہاں ایسا عدم بھی نہ ہوگا، اتنا تو اس کے کلام کا منطوق صریح ہے۔آگے خود دیکھ لیجئے کہ اخرس وجماد میں کیسا عدم تھا جس کو باری عزوجل میں نہیں مانتا، زنہار نہ امتناع عقلی تھا نہ استحالہ شرعی بلکہ صرف استبعاد عادی تو بالضرور ملائے بیباک اپنے رب میں کذب کو مستبعد بھی نہیں جانتا۔العظمۃ للہ۔اگر لازم قول قول ٹھہرے تو اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہے۔مگر یہ حسن احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا۔اہل بدعت خصوصا نجدیہ کہ یہ شخص جن کا معلم وامام ہے کفروشرک کو ٹکے سیر کئے ہوئے ہے، بات پیچھے اور کفروشرک پہلے۔اگر جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا (اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے) کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پر بھی فتوی کفر نہ دیتے مگر الحمد للہ یہاں۔ ادفع بالتی ھی احسن (برائی کو بھلائی سے ٹال) پر عمل اور کلمہ طیبہ کا ادب پیش نظر ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچا تے ہیں۔والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۹۸۔۳۹۹۔)

﴿۳۳﴾ ومن احسن قولاً ممن دعآ الی اللہ وعمل صالحًا وقال اننی من المسلمین۔☆

اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں اللہ تعالی کی طرف بلانے کا ذکر ہے اس سے ہر کار خیر کی طرف بلانا ثابت)

عیدین میں "الصلاۃ جامعۃ" نماز کی جماعت تیار ہے، بآواز بلند پکارنا مستحب ہے

مرقات شرح مشکوۃ شریف میں ہے:

یستحب ان ینادی لھا الصلوٰۃ جامعۃ بالاتفاق ۔

یہ آواز دینا کہ جماعت تیار ہے بالاتفاق مستحب ہے۔

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ درمختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا ۔ یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل

للکل بما تعارفوه ۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله فی الکل ای الصلوات لظهور التوانی فی الامور الدینیة قال فی العنایة احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامة علی حسب ماتعارفوه فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وهو تثویب الفجر ماراه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن اه۔

متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لئے اذان واقامت کے درمیان تثویب کہنا چاہئے۔

فی الکل۔ سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثویب کہے، کیونکہ دینی امور میں سستی غالب آچکی ہے۔ عنایہ میں ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے مغرب کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان واقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالی کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے اھ۔

نماز جنازہ میں حرمین شریفین میں دستور ہے کہ موذن بآواز بلند کہتے ہیں۔ الصلوۃ علی المیت یرحمکم اللہ'' میت پر نماز جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اور یہ سب اس آیہ کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ ''من احسن قولا ممن دعاالی الله'' اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعاالی الهدی فله اجره واجرمن تبعه ۔ جو کسی نیک بات کی طرف بلائے اس کے لئے اس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں ان سب کا ثواب ہے اوران کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

(جدید ۳۸۴/۵۔۳۸۵)

﴿۴۱﴾ ان الذین کفروا بالذکر لما جآءهم ۚ وانه لکتٰب عزیز۔☆

بے شک جو ذکر سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا ان کی خرابی کا کچھ حال نہ پوچھ اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے۔

﴿۴۲﴾لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه ط تنزیل من حکیم حمید۔☆

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

﴿۳﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر معالم التنزیل شریف میں ہے:

قال قتادة والسدی الباطل هو الشیطان لا یستطیع ان یغیر او یزید فیه او ینقص منه قال الزجاج معنا ہ انه محفوظ من ان ینقص منه فیاتیة الباطل من بین یدیه اویزاد فیه فیاتیه الباطل من خلفه وعلی هذا لمعنی الباطل الزیادة والنقصان ۔

یعنی قتادہ وسدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا، بڑھا اور بدل نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا باطل کہ زیادت ونقصان ہیں قرآن ان سے محفوظ ہے، کچھ کم ہو جائے تو باطل سامنے سے آئے، بڑھ جائے تو پس پشت سے، اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے

۔

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳، ص ۱۸۸ وص ۱۸۹۔ میں ہے:

کان نسخ التلادہ الحکم جمیعا جائز ا فی حیاة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاما بعد وفاته فلا یجو ز، قال بعض الرا فضة والملحدة ممن یستتر باظهار الاسلام وهو قاصد الی افسادہ هذا جائز بعد وفاته ایضا، وزعموا ان فی القرآن کانت آیات فی اما مة علی فی فضائل اهل البیت فکتمها الصحابة فلم تبق باندراس ز مانهم والدلیل علی بطلان هذا القول قوله تعالی :انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون ۔ کذا فی اصول الفقه لشمس الائمة اه ملتقطا ۔

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت وحکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں۔ بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں بظاہر مسلمانی کا نام لیکر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقۃً انہیں اسلام کا تباہ کرنا مقصود ہے، وہ کہتے

ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامت مولی علی وفضائل اہل بیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپاڈالیں، جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں۔ اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے: کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اسکے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی صفحہ ۳۶۴ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کرکے فرماتے ہیں:

و کذلك من انکر القرآن او حرفامنه او غیر شیئا منه او زادفیه "

یعنی اسی طرح وہ بھی قطعا اجماعا کافر ہے جو قرآن عظیم یا اسکے کسی حرف کا انکار کرے یا اسمیں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجود سے کچھ زیادہ بتائے۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنوص ۶۱۷ میں ہے:

اعلم ان رایت فی مجمع البیان تفسیر الشیعة انه ذهب بعض اصحابهم الی ان القرآن العیا ذ بالله کان زائد اعلی هذاا لمکتوب قد ذهب بتقصیر من الصحابة الجامعین العیا ذ بالله لم یختر صاحب ذلك التفسیر هذاا لقول فمن قال بهذا لقول فهو کافر لا نکار ہ الضروری ۔

یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا، جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذا باللہ ان کے قصور سے جاتا رہا، اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۰/۵۲۲۔۵۳۲)

سورۃ الشوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲۱﴾ ام لھم شرکٰؤا شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ ط ولولا کلمۃ الفصل لقضی بینھم ط وان الظٰلمین لھم عذاب الیم ۔☆

یاان کے لئے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے وہ دین نکال دیا ہے کہ اللہ نے اس کی اجازت نہ دی اور اگر ایک فیصلہ کا وعدہ نہ ہوتا تو یہیں ان میں فیصلہ کردیا جاتا اور بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق، احکام الٰہیہ دو قسم ہیں۔

اول تکوینیہ: مثل احیاء واماتت، قضائے حاجت ودفع مصیبت، عطائے دولت، رزق، نعمت، فتح اور شکست وغیرہا عالم کے بندوبست۔

دوم تشریعیہ: کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کردینا۔

مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک، قال اللہ تعالیٰ۔

ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ ۔

کیاان کے لئے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین میں وہ راہیں نکال دیں ہیں جنکا خدا نے حکم نہ دیا۔ اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: والمدبرات امرا۔

قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں،

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں۔

حضرت امیر وذریۂ طاہرہ اور تمام امت بر مثال پیراں ومرشداں می پرستند وامور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند۔ وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

حضرت امیر یعنی حضرت مولی علی مشکل کشا اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام امت اپنے مرشد جیسے سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو انہیں سے وابستہ جانتی ہے، اور فاتحہ، درود، صدقات اور ان کے ناموں کی نذر وغیرہ دینا رائج ومعمول ہے۔

مگر کچھ وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں۔ اگر کہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کردیا تو شرک کا سودا نہیں اچھلتا، اور اگر کہئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی یا غنی کردیا تو شرک سوجھتا ہے۔ یہ ان کا نرا تحکم ہی نہیں خود اپنے مذہب نامہذب میں کچا پن ہے، جب ذاتی وعطائی کا تفرقہ اٹھادیا پھر احکام احکام میں فرق کیسا؟ سب یکساں شرک ہونا لازم۔

ان کا امام مطلق وعام کہہ گیا:

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔

نیز کہا:

کسی کام کو روا یا ناروا کردینا اللہ ہی کی شان ہے۔ تفویۃ الایمان

صاف تر کہا:

کسی کی راہ ورسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں۔ تو جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔ تفویۃ الایمان

اور آگے اسکا قول:

رسول اللہ کے حکم پہونچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی خبر دینا ہے

تقویۃ الایمان

اس میں وہ رسول کو حاکم نہیں مانتا صرف مخبر و پیام رساں مانتا ہے اور اس سے پہلے حصر کیساتھ تصریح کر چکا ہے کہ

پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے،

تقویۃ الایمان

نیز کہا کہ:

انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا، سو ان میں بڑائی یہ ہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں، صرف بتانے، جاننے، پہچاننے پہوچانے پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم ان کے ہیں، فرائض کو انہوں نے فرض کیا محرمات کو انہوں نے حرام کر دیا۔ تقویۃ الایمان

آخر ہمیں جو احکام معلوم ہوئے اپنے بزرگوں سے آئے انہیں ان کے اگلوں نے بتائے، یونہی طبقہ بطبقہ تبع کو تابعین، تابعین کو صحابہ، صحابہ کو سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے، تو کیا کوئی یوں کہے گا کہ نماز میرے باپ نے فرض کی ہے، یا زنا کو میرے استاد نے حرام کر دیا نبی کی نسبت یوں کہے گا تو وہی ذاتی عطائی کا فرق مان کر، اور وہ کسی کی راہ ماننے اور اسکا حکم سند جاننے کو ان افعال سے گن چکا جو اللہ تعالی نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں۔ اور انہیں غیر کے لئے کرنے کا نام اشراک فی العبادۃ رکھا، اور اس قسم میں بھی مثل دیگر اقسام تصریح کی کہ۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

تقویہ

تو ذاتی عطائی کا تفرقہ دین نجدیت میں قیامت کا تفرقہ ڈال دے گا وہ کہہ چکا۔

نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے، اس نے تو یہ ہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا مت مانو

تقویہ

جب رسول کو ماننے ہی کی نہ ٹھری تو رسول کا حاکم ماننا اور فرائض و محرمات کو رسول

کے لئے فرض وحرام کردینے سے جاننا کیوں کر شرک نہ ہوگا۔ غرض وہ اپنی پکی دھن کا پکا ہے، ولہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس قدر تاکید شدید سے مدینہ طیبہ کے گرد پیش کے جنگل کا ادب فرض کیا اور اس میں شکار وغیرہ منع فرمایا، مگر جو ارشاد ہوا کہ مدینے کو حرم میں کرتا ہوں، اس چوئی کے موحد نے کہ جا بجا کہتا ہے:

خدا کے سوا کسی کو نہ مانو۔ تفویۃ

صاف صاف حکم شرک جڑ دیا، اور اللہ تعالیٰ واحد قہار کے غضب کا کچھ خیال نہ کیا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

واللہ الھادی الی منائر النور ۔

ہم پہلے چند آیتیں قسم اول یعنی احکام تکوینیہ کی تلاوت کرتے ہیں پھر احکام تشریعیہ کا بیان آیات واحادیث سے مسلسل رہے، وباللہ التوفیق۔

آیت: ان کل نفس لما علیھا حافظ ۔

کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔ یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ ونگہبان رہتے ہیں۔

آیت:۲۔ ان الذین توفتھم الملائکۃ ۔

بیشک وہ لوگ جنہیں موت دی فرشتوں نے۔

آیت۳۔ جاء تھم رسلنا یتو فو نھم ۔

ہمارے رسول ان کے پاس آئے انہیں موت دینے کو۔

آیت۴۔ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ ۔

کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔

آیت۵۔ ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین تتوفتھم الملائکۃ ظالمی انفسھم ۔

بیشک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔

آیت۶۔ کذلک یجزی اللہ المتقین الذین تتوفتھم الملائکۃ طیبین ۔

ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیز گاروں کو جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔ جعلنا اللہ منھم بفضل رحمتہ بھم، آمین

آیت ۷۔ الٓرٰ کتاب انزلناہ الیك لیخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید ۔

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی لوگوں کو اندھیریوں سے نکال لو روشنی کی طرف، ان کے رب کی پروانگی سے غالب، سراہے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت ۸۔ ولقد ارسلنا موسی بآیتنا ان اخرج قومك من الظلمات الی النور۔

اور بیشک بالیقین ہم نے موسی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسی! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

اقول: اندھیریاں کفر وضلالت ہیں اور روشنی ایمان وہدایت، جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان وکفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے، تو آیات کریمہ صاف ارشا فرمارہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسی علیہ الصلوۃ والسلام، نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دیدی، ۔ اس امت کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا، انہیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عزوجل کا انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالایطاق تھا۔

الحمد للہ، قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی۔

پیغمبر خدا نے بیان کردیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کو کیا کرسکوں، غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں فقط پیغمبری کا مجھ کو دعوی ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرادیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنادیوے، دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، انبیا میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کردیں یا فتح وشکست دے دیویں یا غنی کردیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں، ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار۔

ملخصا تقویۃ الایمان

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ، دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا ورسول کو جھٹلا رہا ہے، خیر اسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے، شکر اس اکرم الاکرمین کا بجالائیے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم الکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا ،ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہ تعالیٰ محفوظ بھی رہے

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا

تو کریم ،اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطائے ذاتی خاصہ خدا ہے،انك لا تهدى من احببت ، وغیرہا میں اسی کا تذکرہ ہے، کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا۔تا خدانہ دہد سلیماں کے دہد

یہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بہکے،،اور افتؤ منون ببعض الكتاب و تكفرون ببعض ، میں داخل ہوئے۔

نسأل الله العافية وتمام العاقبة و دوام العافبة والحمدلله رب العالمين۔

الامن والعلی ۱۵۷ تا ۱۷۰

﴿۲۵﴾ وهو الذى يقبل التوبة عن عباده ويعفوا عن السيأت ويعلم ماتفعلون۔☆

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے،اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے۔

عن أبى الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كل شئ يتكلم به ابن آدم فانه مكتوب عليه ، فاذا خطأ الخطيئة ثم احب ان يتوب الى الله عزوجل فليأت بقعة مرتفعة فليمد د يديه الى الله ثم يقول : اللهم انى اتوب اليك منها لا ارجع اليها ابد ا، فانه يغفر له ما لم يرجع فى عمله ذلك ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے، تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے کہ بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلائے اور کہے :الٰہی ! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی ادھر عود نہ کرونگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمادیگا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی یہ ہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع معصیت سے بعد اور دوری نیز محل طاعت ومنزل رحمت یعنی آسمان کا قرب حاصل ہو۔ جب سیدنا حضرت موسی علی نبینا علیہ الصلوۃ السلام کا زمانہ انتقال قریب آیا بن میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا، وہاں تشریف لیجانا میسر نہ ہوا دعا فرمائی: اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے۔

(فتاوی رضویہ ۳/۵۴۲)

عن عبدا للہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے گناہ سے توبہ کرلی وہ ایسا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔

(فتاوی رضویہ ۳/۲۱۰)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : خیر الخطائین التوابون ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خطا کار کی خیر اس میں ہے کہ توبہ کرے۔

فتاوی رضویہ ۷/۵۱۰)

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۵۵۲)

﴿۲﴾ ذٰلک الذی یبشر اللہ عبادہ الذین اٰمنوا وعملوا

الصّٰلحٰت ط قل لآ اسئلکم علیه اجرًا الا المودة فی القربٰی ط ومن یقترف حسنةً نزدله فیها حسنًا ط ان الله غفور شکور۔☆

یہ ہے وہ جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اسکے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں بیشک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی قبیلہ کفار مکہ کا ایسا نہ تھا جو سرکار سے قرابت نہ رکھتا ہو۔ اور قبیلہ والے کے ساتھ کرم اہل عرب کی سرشت میں رکھا گیا تھا۔ تو وہ جو تکلیفیں پہونچاتے تھے ان کی بابت ارشاد فرمایا گیا کہ اور کسی بات کا خیال نہ کرو قرابت داری ہی کا کہ حضور کو تکلیف پہونچانے سے باز رہو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ "قربیٰ" سے مراد سادات کرام و اہل بیت عظام ہیں اور استثناء بر صورت منقطع ہے۔ "لا اسئلکم علیه اجرا۔ سالبہ کلیہ ہے۔

(الملفوظ۔۴/۵۸)

سورة الزخرف

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۸﴾ او من ينشؤا فى الحلية وهو فى الخصام غير مبين۔☆

اور کیا وہ جو گہنے میں پروان چڑھے اور بحث میں صاف بات نہ کرے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عورتوں کو سونے چاندی کے زیورات پہننا جائز ہیں۔

عن زيد بن ارقم رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الذهب و الحرير حل لا ناث امتى و حرام على ذكورها

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سونا اور ریشم کا لباس میری امت کی عورتوں کو حلال اور مردوں پر حرام ہیں۔ (فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۱۴)

﴿۳۶﴾ ومن يعش عن ذكر الرحمٰن نقيض له شيطٰناً فهو له قرين۔☆

اور جسے رتوندآئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

﴿۳۷﴾ وانهم ليصدونهم عن السبيل ويحسبون انهم مهتدون ۔☆

اور بے شک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

﴿۳۸﴾ حتّى اذا جآء نا قال يٰليت بينى وبينك بعد

المشرقین فبئس القرین ۔☆

یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی برا ساتھی ہے۔

﴿۳۹﴾ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون ۔☆

اور ہرگز تمہارا اس سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ تم نے ظلم کیا کہ تم سب عذاب میں شریک،

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہ پست فطرت، دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈر نہ دلائیں ۔قرآن وحدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۶۴۵)

رکھا اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر اور اس کا دودھ چھٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا ،فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا" اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۵۹/۹)

سورۃ محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۱۳〉وکاین من قریۃ ھی اشد قوۃ من قریتک التی اخرجتک ج اھلکنھم فلاناصر لھم ۔☆

اور کتنے ہی شہر کہ اس شہر سے قوت میں زیادہ تھے جس نے تمہیں تمہارے شہر سے باہر کیا ہم نے انہیں ہلاک فرمایا تو ان کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی مکہ معظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کفر وکافرین کا تسلط وغلبہ تھا ظاہر وعیاں ہے،اور اکثر مرسلین کرام اصحاب شرائع جدیدہ علیہم الصلوۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوتے اور وہیں کے ساکن ہوکر انہیں پر مبعوث ہوئے۔خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس وقت غلبہ کفر کے سبب مکہ معظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اس وقت بھی قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا جیسا کہ آیت میں ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۳۶۸/۸)

〈۱۹〉فاعلم انہ لآ الٰہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت ط واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم ۔☆

تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام لینا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالی اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ اور شفاعت کا ہے کا نام ہے۔

(قدیم۔ ۱۱/۱۳۵)

﴿۳۳﴾ یآایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولاتبطلوآ اعمالکم ۔☆

اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر کسی نے شرعی وضو کا ارادہ کیا اور بعض اعمال کئے پھر وضو کو بلا عذر نامکمل چھوڑ دیا۔ تو یہ فعل عبث ہے اور اس پر ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالی نے قطع کو ابطال قرار دیا۔ فرماتا ہے: تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ اور باطل کا کوئی حکم نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲/۴۷)

سورة الفتح

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾ليغفرلک الله ماتقدم من ذنبک وماتاخرويتم نعمته عليک ويهديک صراطاً مستقيمًا۔☆

تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

لام ''لک'' تعلیل کا ہے اور ''ما تقدم من ذنبک'' تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا عبداللہ وسیدنا آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا۔ سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام وامہات طیبات باستثنائے انبیائے کرام مثل آدم وشیث ونوح علیہم الصلوٰۃ والسلام ۔ اور ''ما تاخر'' تمہارے پیچھے یعنی قیامت تک تمہارے اہلسنت وامت مرحومہ۔تو حاصل کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تا کہ اللہ تعالی تمہارے سبب سے بخشدے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ والحمد اللہ رب العالمین ۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۱۱۲)

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

ہر نعمتیکہ داشت خداشد بروتمام۔

میرے ایک وعظ میں ایک نفیس نکتہ مجھ پر القا ہوا تھا اسے یاد رکھو کہ جملہ فضائل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے معیار کامل ہے، وہ یہ کہ کسی منعم کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار ہی طور پر ہوتا ہے۔یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں۔یا دے سکتا ہے مگر بخل

مانع ہے۔یا جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہ تھا۔یا وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد اسے کوئی اور محبوب ہے اس کے لئے بچار کھی۔الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں،باقی تمام کمالات تحت قدرت الہی ہیں،اور اللہ تعالی اکرم الاکرمین ہر جواد سے بڑھکر جواد اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فضل وکمال کے اہل اور حضور سے زائد اللہ عزوجل کو کوئی محبوب نہیں،لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جتنے فضائل جس قدر کمالات جتنی نعمتیں جس قدر برکات ہیں مولی عزوجل نے سب اعلی وجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں،اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہوتا ضرور یہ بھی عطا فرماتا جیسے۔ارشاد ہوا۔لواردنا ان نتخذ ولدا لاتخذ ناہ من لدنا ان کنا فاعلین''اگر ہم بیٹا چاہتے تو اپنے پاس سے کرلیتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔گویا ارشاد ہوتا ہے اے نصرانیو!تم'عزیز'کو اور عرب کے مشرکو تم'ملائکہ'کو ہماری اولاد ٹھہراتے ہو،ہمیں اگر اپنے لئے بیٹا بنانا ہوتا تو انہیں کو نہ بناتے جو سب سے زیادہ ہمارے مقرب ہیں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ (الملفوظ۔۲/۴۵)

﴿۸﴾انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا۔☆

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔

﴿۲﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کہ جو تمہاری تعظیم کرے اسے فضل عظیم کی بشارت دو اور جو معاذ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذاب الیم کا ڈر سناؤ۔اور جب وہ شاہد وگواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار۔تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال واقوال واعمال واحوال ان کے سامنے ہوں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۱۶۸)

﴿۹﴾لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ ط وتسبحوہ بکرۃ واصیلا۔☆

تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

﴿۳﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معلوم ہوا کہ دین وایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا نام ہے۔جو ان

کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالی۔

(فتاوی رضویہ جدید۔ ۱۵/۱۶۸)

﴿۲۵﴾ هم الذين كفروا وصدوكم عن المسجد الحرام والهدى معكوفًا ان يبلغ محله ط ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنٰت لم تعلموهم ان تطؤهم تصيبكم منهم معرة بغير علم ج ليدخل الله فى رحمته من يشآء ج لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذابًا اليمًا۔

وہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں روند ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے انجانی میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کی قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لئے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے اگر وہ جدا ہو جاتے تو ضرور ہم ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روکا، شہر میں نہ جانے دیا، صلح پر فیصلہ ہوا، ظاہر کی نظر میں اسلام کے لئے ایک دبتی ہوی بات تھی اور حقیقت میں بڑی فتح نمایاں تھی جسے اللہ عزوجل نے ''انا فتحنا لک فتحا مبینا'' فرمایا، اللہ تعالی نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اس سال تمہیں داخل مکہ نہ ہونے دینے میں کئی حکمتیں تھیں، مکہ معظمہ میں بہت مرد وعورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن کی تمہیں خبر نہیں، تم تھرا جاتے تو وہ بھی تیغ و بند کے روندنے میں آجاتے اور ان کے سوا ابھی وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ تعالی انہیں اپنی رحمت میں لے گا، اسلام دے گا، ان کا قتل منظور نہیں، ان وجوہ سے کفار مکہ پر سے عذاب قتل وقہر موقوف رکھا گیا، یہ سب لوگ الگ ہو جاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔ کیسا روشن نص ہے کہ اہل اسلام کے سبب کافروں پر سے بھی بلا دفع ہوتی ہے وللہ الحمد۔

(الامن والعلی۔ ص ۶۴)

﴿۲۹﴾ محمد رسول اللہ ط والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم ترٰھم رکعًا سجدًا یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانًا ز سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ط ذٰلک مثلھم فی التورٰۃ ج مثلھم فی الانجیل کزرعٍ اخرج شطأہٗ فاستغلظ فاستوٰی علی سوقہٖ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار ط وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت منھم مغفرۃً واجرًا عظیمًا۔☆

محمد اللہ کے رسول ہیں اوران کے ساتھ والے کافروں پرسخت ہیں اورآپس میں نرم دل توانہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل ورضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اوران کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے وعدہ کیا ان سے جوان میں ایمان اوراچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے اس نشانی کی تفسیر میں چار قول ماثور ہیں۔قال اللہ تعالی: سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود "

ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے۔

قول اول = وہ نور کہ روز قیامت ان کے چہروں پر برکت سجدہ سے ہوگا۔

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود، امام حسن بصری، عطیہ عوفی، خالد حنفی اور مقاتل بن حیان سے ہے۔

قول دوم = خشوع وخضوع وروش نیک جس کے آثار صالحین کے چہروں پر دنیا میں ہی بے تصنع ظاہر ہوتے ہیں۔یہ حضرت عبداللہ بن عباس اور امام مجاہد سے ہے۔

قول سوم = چہرہ کے زردی کہ قیام اللیل وشب بیداری میں پیدا ہوتی ہے۔

یہ امام حسن بصری، ضحاک، عکرمہ اور شمر بن عطیہ سے۔

قول چہارم = وضو کی تری اور خاک کا اثر کے زمیں پر سجدہ کرنے سے ماتھے اورنا

ک پر مٹی لگ جاتی ہے۔ یہ امام سعید بن جبیر اور عکرمہ سے ہے۔

ان میں پہلے دو قول اقوی واقدم ہیں کہ دونوں خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حدیث سے مروی ہیں۔ اور سب سے قوی ومقدم پہلا قول ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشاد سے بسند حسن ثابت ہے۔

روا ہ الطبرانی فی المعجم الا وسط والصغیر وابن مردویہ عن ابیبن کعب رضی اللہ تعا لی عنہ قا ل: قا ل رسو ل اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی قو لہ عز وجل: سیما ھم فی وجو ھھم من اثر السجو د وقال :النو ر یو م القیامۃ "

ولہذا امام جلال الدین محلی نے جلالین میں اسی پر اقتصار کیا۔

قول سوم میں قدر ضعف ہے کہ وہ اثر بیداری ہے نہ اثر سجود۔ ہاں بیداری بغرض سجود ہے۔

اور چہارم سب سے ضعیف تر ہے۔ وضو کا پانی اثر سجود نہیں۔ اور مٹی بعد نماز چھڑا دینے کا حکم ہے۔ یہ سیما ونشانی ہوتی تو زائل نہ کی جاتی۔ امید ہے کہ سعید بن جبیر سے اس کا ثبوت نہ ہو

بہر حال یہ سیاہ دھبہ کہ بعض کے ماتھے پر کثرت سجود سے پڑتا ہے تفاسیر ماثورہ میں اس کا پتہ نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس وسائب بن یزید ومجاہد رضی اللہ تعالی عنھم سے اس کا انکار ماثور۔ طبرانی نے معجم کبیر اور بیہقی نے سنن میں حمدی بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے۔

میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنھما کے پاس حاضر تھا، اتنے میں ایک شخص آیا جس کے چہرہ پر سجدہ کا داغ تھا۔ سائب رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: لقد افسد ھذا وجھہ اما واللہ ماھی السیما التی سمی اللہ ولقد صلیت علی جبھتی منذ ثما نین سنۃ ما اثر السجو دبینی عینی" بیشک اس شخص نے اپنا چہرہ بگاڑ لیا۔ سنتے ہو خدا کی قسم یہ وہ نشانی نہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ میں اسی (۸۰) برس سے نماز پڑھتا ہوں میرے ماتھے پر داغ نہ ہوا۔

سعید ابن منصور وعبد بن حمید وابن نصر وابن جریر نے مجاھد سے روایت کی اور یہ سیاق اخیر ہے۔

" حدثنا ابن حمید ثا جر یر ابن منصور ان مجا ھدا فی قو لہ تعا لی: سیما

ھم فی وجوھھم من اثر السجود وقال :ھو الخشوع فقلت :ھو اثر السجو د فقال: انه یکون بین عینیه مثل رکبة العنزوھو کما شاء الله "

یعنی منصور بن المعتمر کہتے ہیں امام مجاھد نے فرمایا: اس نشانی سے خشوع مراد ہے ۔میں نے کہا بلکہ داغ جو سجدہ سے پڑتا ہے فرمایا: ایک کے ماتھے پر اتنا بڑا داغ ہوتا ہے جیسے بکری کا گھٹنا، اور باطن میں ویسا ہے جیسی اس کے لئے خدا کی مشیت ہوئی یعنی یہ دھبہ تو منافق بھی ڈال سکتا ہے۔

ابن جریر نے بطریقہ مجاھد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھما سے روایت کی کہ فرمایا:

" اما انه لیس با لذی ترو ن ولکنه سیما الا سلام ومجیته وسمته وخشوعه"

خبردار یہ وہ نہیں جو تم لوگ سمجھتے ہو بلکہ یہ اسلام کا نور، اس کی خصلت، اس کی روش، اس کا خشوع ہے۔

بلکہ تفسیر خطیب شربنی پھر فتوحات سلیمانیہ میں ہے۔ " قا ل البقا ئی ولا یظن ان من السیما ما یصنعه بعضه المرا ئین من اثرھیاۃ سجو د فی جبهته فا ن ذا لك من سیما الخوا ر ج وعن ابن عبا س عن النبی صلی الله تعالی علیه و سلم انه قا ل لأ بغض الرجل واکرھه اذا رأیت بین عینیه اثر السجو د "

یعنی یہ نشان سجدہ جو بعض ریا کار اپنے ماتھے پر بنالیتے ہیں یہ اس نشانی سے نہیں ہے ۔یہ خارجیوں کی نشانی ہے اور ابن عباس سے روایت مرفوع آئی کہ میں آدمی کو دشمن ومکروہ رکھتا ہوں جبکہ اس کے ماتھے پر سجدہ کا اثر دیکھتا ہوں۔

اقول: اس روایت کا حال اللہ جانے اور بفرض ثبوت وہ اس پر محمول جو دکھاوے کے لئے ماتھے اور ناک کی مٹی نہ چھڑائے کہ لوگ جانیں کہ یہ ساجدین سے ہے اور وہ انکار بھی سب اسی صورت ریا کی طرف راجع، ورنہ کثرت سجود یقیناً محمود اور ماتھے پر اس سے نشان خود بن جانا نہ اس کا روکنا اس کی قدرت میں ہے نہ زائل کرنا، نہ اس کی اس میں کوئی نیت فاسد ہے۔ تو اس پر انکار نا متصور اور مذمت ناممکن بلکہ وہ من جانب اللہ اس کے عمل حسن کا نشان اس کے چہرے

پر ہے۔تو زیرآیہ کریمہ " سیما هم فی وجو ههم من اثر السجو د "داخل ہوسکتا ہے کہ جو معنی فی نفسہ صحیح ہواوراس پر دلالت لفظ مستقیم اسے معانی آیات قرآنیہ سے قرار دے سکتے ہیں
"کما صرح به الا ما م حجة الا سلام وعلیه د رج عا مة المفسرین الا علام":

اب یہ نشان اسی محمود و مسعود نشانی میں داخل ہوگا جس کی تعریف اس آیت کریمہ میں ہے۔کہ بلاشبہ یہ امر جس طور پر ہم نے تقریر کی فی نفسہ عمل حسن سے ناشی اوراس کی نشانی اور الفاظ آیت کریمہ میں اسکی گنجائش ہے۔لاجرم تفسیر نیشاپوری میں اسے بھی آیت میں برابر کا محتمل رکھا۔تفسیر کبیر میں اسے بھی تفسیر آیت میں ایک قول بتایا۔کشاف وارشاد العقل میں اسی پر اعتماد کیا۔بیضاوی نے اسی پر اقتصار کیا۔اوراس کے جائز بلکہ محمود ہونے کو اتنا بس ہے کہ سیدنا امام سجاد زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہم کی پیشانی نورانی پر سجدہ کا یہ نشان تھا (فتاوی افریقہ ص ۷۳)

سورۃ الحجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾یٰایھا الذین اٰمنوا لاترفعوآ اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعضٍ ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔☆

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعض مسائل میں اہل بدعت اور بعض یا کل اہل سنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے ماخذ حسب اختلاف مذہب مختلف، مثلا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے، اور وہابیہ تو قاطبۃ شرک کہتے ہیں، ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم، اور ہمارے منع کی وجہ آیہ کریمہ "لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا" رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یارسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ، وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہئے۔ یوں ہی مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ ان سنگ ساروں کے نزدیک اموات کی روح وبدن سب اینٹ پتھر ہیں۔ ولہذا وہ سفہاء عذاب قبر وسوال نکیرین کے منکر ہیں، اور حنفیہ میں جمہور مانعین وہی ہیں، قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا قول سن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ پر ہے، قول ۱۳۴ و ۱۳۵ میں جوہرہ نیرہ ودرمختار سے گزرا کہ تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۱۰۹)

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے روضہ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا فرمایا: کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے۔اور یہی آیت تلاوت کی۔

(فتاوی رضویہ جدید۔۱۵/۱۶۹)

﴿۳﴾ان الـذیـن یـغـضـون اصـواتـهم عـنـد رسـول الله اولٰئک الذین امتحن الله قلوبهم للتقوٰی ط لهم مغفرة واجر عظیم۔☆

بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

﴿۲﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تعالی نے دربار مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ادب کی طرف رہنمائی کی ،اس بارگاہ میں بلند آوازی جائز نہیں۔اور ایسی شدید وعید فرمائی کہ اس میں (معاذ اللہ) عمل ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔اور یہاں پست آوازی پر اللہ تعالی کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔اور شبہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت واجلال کیلئے ہے۔(صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) تو دربار الہی جل جلالہ کا ادب واحترام تو اس سے بدرجہا اعلی واہم ہے۔

(شمائم العنبر ۔۲۵۴۔تا۔۲۵۵)

(۳) ہمارے اماموں نے اصول کی کتابوں میں تحریر فرمایا کہ (عند) حضور کے لئے ہے، چنانچہ امام فخر الاسلام بزدوی اپنے اصول میں، اور امام صدر الشریعہ نے تنقیح وتوضیح میں اور علامہ تفتازانی نے تلویح میں فرمایا: کہ عند حضور کیلئے ہے۔محقق علی الاطلاق اور ان کے شاگرد رشید محقق چلپی کی شرح تقریر میں ہے کہ عند حضور حسی کے لئے ہے۔جیسے آیۃ کریمہ ’’فلما رآہ مستقرا عندہ‘‘ اور حضور معنوی کے لئے جیسے۔’’وقال الذی عندہ علم من الکتاب‘‘ اس نے کہا جس کے پاس علم کتاب تھا۔اور اسی طرح امام اجل ابو البرکات نسفی کی منار میں اور اس کی شرح کشف الاسرار میں اور علامہ شمس الدین انصاری نے فصول البدائع فی اصول الشرائع میں۔ مولا خسرو نے مرأت الاصول اور اس کی شرح مرقات الوصول میں فرمایا: کہ عند حضور حقیقی یا حکمی کیلئے آتا ہے۔مدقق بہاری نے مسلم الثبوت میں ملک العلماء بحر العلوم نے فواتح الرحموت میں

فرمایا: کہ عند حضور حقیقی کے لئے ہے۔جیسے ''عندی کوز'' میرے پاس پیالا ہے۔اور معنوی کے لئے جیسے ''عندی دین فلان'' مجھ پر فلاں کا قرضہ ہے۔اور یہ بالکل واضح ہے کہ حاضر پیش نگاہ ہے۔اور جو پیش نگاہ ہے قریب ہی کہا جائے گا،تو نہ تو ''عند'' کے معنی سے قرب کے انکار کی گنجائش اور نہ ''عند'' کیلئے ساتھ چپکا ہونا ضروری ہے۔اور سچ پوچھو تو ''عند'' اپنے مفاد میں ''بین یدیہ'' سے بھی زیادہ وسیع ہے نہ یہ کہ ''عند'' کو ''بین یدیہ'' سے تنگ مانا جائے۔چنانچہ عند اور لدی میں یہی فرق بیان کیا جاتا ہے کہ عند قریب وبعید دونوں کے لئے ہے اور لدی خاص طور پر قریب پر دلالت کرتا ہے۔رضی نحوی نے شرح کافیہ میں تحریر کیا:

عند اعم تصرفا من لدی لان عند یستعمل فی الحاضر القریب وفیما هو فی حرزك وان کا ن بعید ابخلاف لدی فانه لا یستعمل فی البعید ۔

عند اپنے تصرفات میں لدی سے اعم ہے کہ وہ پاس اور دور دونوں میں مستعمل ہے،اور لدی کا استعمال بعید میں ہوتا ہی نہیں ہے۔

اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ خود قریب کی جولانگاہ بھی بہت وسیع ہے،مزید آیات قرآنیہ سے ہم اسے واضح کرتے ہیں۔

ارشاد الٰہی:

ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله ۔

جولوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں۔

نحہ قرآنیہ میں ہم واضح کر آئے ہیں کہ یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیش نگاہ ہو۔حضور کے بالکل پاس بیٹھنے والوں کے لئے کچھ خاص نہیں ،بلکہ جو پاس ہے اور جو باب مسجد کے پاس ہے سب کے لئے یہی حکم ہے،محراب رسول اور دروازہ مسجد پر بیٹھنے والے دونوں ہی عند رسول اللہ کہے جائیں گے،سبھی کیلئے چیخنا اور چلانا منع ہے بلکہ یہ کہئے کہ ضرورت سے زیادہ آواز نکالنا منع ہے۔اور اس مقام پر اگر عند کے وہی معنی ہوں جو یہ لوگ اذان عند منبر میں مراد لیتے ہیں تو آواز پست رکھنے پر مغفرت اور اجر عظیم کے وعدہ کا مستحق وہ بےادب بھی ہو جائے گا جو رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے چند ہاتھ کی دوری پر کھڑا چیخ رہا ہو۔یا صرف اس کے لئے خاص ہوگی جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک

بالشت کی دوری پر کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز میں بات کرے، یا خود حضور ہی سے کلام کرے۔ اور چار ہاتھ دور کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز سے بات کرے تو وہ دائرہ رحمت سے باہر ہے کہ (وہ عند رسول اللہ نہیں) بھلا کون عقلمند ایسا کہہ سکے گا۔

ارشاد الہی:

هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا ۔

یہ منافقین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہنے والوں پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ ادھر ادھر منتشر ہو جائیں۔

یہاں عند کا مفہوم پہلی والی آیت سے بھی وسیع ہے۔ کیونکہ یہاں تو عند سے مرادہ سبھی لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہیں اگر چہ فی الحال حضور سے بہت دور ہوں۔

ارشاد الہی ہے کہ منافق آپ کے سامنے کہتے ہیں:

فاذابرزوا من عندك بيت طائفة منهم غير الذى تقول ۔

ہم آپ کے فرماں بردار ہیں اور جب آپ کے پاس سے دور ہو جاتے ہیں تو انکی ایک جماعت اس کے خلاف بولنے لگتی جو آپ کے سامنے کہہ چکے تھے۔

یہ منافقین کے حال کا بیان ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں آپ کے بالکل پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ قریب کی جگہ تو ابو بکر وعمر وعثمان وعلی ودیگر مخلصین صحابہ کے لئے تھی۔ منافقین تو ادھر ادھر آنکھ بچا کر بیٹھتے تھے اگر کچھ کسی مجبوری سے آپ کے سامنے بیٹھ بھی گئے ہوں۔ تو عند کہہ کر سبھی منافقین مراد ہیں۔ قریب بیٹھنے والے ہوں یا دور۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان المتقين فى جنات و نهر فى مقعد صدق عند مليك مقتدر ۔

بیشک متقین باغوں اور نہروں میں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور ہونگے۔

یہ آیت تو سارے ہی متقیوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن اسمیں کہاں بہ نسبت علماء کے

کسی صالح مسلمان کا درجہ، اور بہ نسبت اولیاء کے کسی عالم کا درجہ۔ اور بہ نسبت انبیاء کے کسی ولی کا درجہ۔ اور کہاں سید الانبیاء علیہم السلام کا درجہ۔ ان مراتب میں تو فلک الافلاک اور تحت الثری سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔ مگر سب کو عند سے بیان کیا گیا ہے۔

نیز یہ آیات:

ان للمتقین عند ربهم جنت النعيم ۔ واذقالت رب ابن لی عند ك بيتا فی الجنة۔

متقین کے لئے رب کے پاس جنت نعیم ہے۔ اس نے دعا مانگی یا اللہ میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک مکان بنادے۔

حضرت سلمان وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے ان پاک بی بی کی دعا قبول کرلی۔ تو کیا وہ انبیا واولیا سے بھی زیادہ قربت الہی کی طالب تھیں، وہ تو اس کی خواستگار تھیں کہ قرب کا وہ مقام جوان کے لائق ہونا چاہیے، حضرت خدیجہ وعائشہ رضوان اللہ علیہا کے درجہ کے ہم پلہ بھی نہ ہو۔ چہ جائیکہ انبیا واولیا عظام علیہم الرحمہ الرضوان کے درجہ کے برابر ہو۔

اللہ تعالی نے شہدائے کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

بل احياء عند ربهم " شہداء اللہ تعالی کے پاس زندہ ہیں۔

تو بھلا کہاں سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقام بلند اور کہاں عام شہداء کرام رضوان اللہ علیہم کی منزل بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام میں شہادت پانے والوں کی منزلیں۔

اللہ تعالی فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

ان الذين عند ربك ۔ جو فرشتے تمہارے رب کے پاس ہیں۔

ان فرشتوں میں باہم درجات کا کتنا تفاوت ہے، ہم اس کی حقیقت تو نہیں جان سکتے۔ مگر تفاوت ہونا یقینا معلوم ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے ایک متعین مقام۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وقد مكروا مكر هم وعندالله مكرهم ۔

کافروں نے خدا سے مکر کیا۔ ان کا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے۔

کافروں کے مکر کے لئے اللہ تعالی سے کوئی قرب نہیں، نہ قرب مکانی کہ یہ ذات باری کے لئے محال ہے، نہ قرب مرتبی کہ مکر تو نہایت ذلیل چیز ہے، لامحالہ اس آیت میں قرب سے مراد حضور ہے یعنی یہ اللہ تعالی کے سامنے ہے اس سے پوشیدہ نہیں۔ تو یہ حضور علمی ہوا۔

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

ثم محلها الی البیت العتیق (یعنی البدن) قال فی المعالم ای عند البیت العتیق یرید ارض الحرم کلها قال فلا یقربو االمسجد الحرام کله۔

قربانی کے جانور ذبح کرنے کی جگہ بیت اللہ کے پاس ہے۔ معالم التنزیل میں فرمایا: الی البیت العتیق کا مطلب عند البیت العتیق ہے۔ یعنی حرم کی پوری زمین۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہوا: پورے حرم کے قریب نہ جاؤ۔

آیت مذکورہ بالا میں پورے حرم کو منحر عند البیت العتیق قرار دیا۔ جب کہ حدود حرم مختلف جہات میں بیت اللہ شریف سے کوسوں دوری پر ہے۔

احادیث کریمہ میں بہت سے تابعین فرماتے ہیں: ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ پتہ نہیں یہ باطل کوش یہاں قربت کو کتنے قرب پر محمول کرینگے۔

دربان کہتا ہے: میں ابھی بادشاہ کے پاس سے آرہا ہوں۔ حالانکہ وہ دروازہ سے آگے بڑھ نہیں سکتا۔

مکہ کا رہنے والا اپنا پتہ بتاتا ہے کہ میرا گھر باب السلام کے پاس ہے حالانکہ بسا اوقات دونوں کا فاصلہ دوسو ہاتھ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

شاگرد استاذ سے اپنا تعلق بتاتے ہوئے کہتا ہے: میں اپنے استاذ کے پاس مکمل تین سال رہا حالانکہ قیام اس کا مسجد میں ہوتا ہے۔ اور شیخ کی مجلس میں اسے آخری صف میں بیٹھنے کی جگہ ملتی ہے۔

یہ کہاں کا انصاف ہے؟ فقہاء کے کلام میں آئے ہوئے لفظ "عند" سے تو اذان ثانی کے متصل منبر ہونے پر استدلال کیا جائے اور فقہائے کرام نے خود لفظ "عند" کے جو معنی بتائے

ہیں اس سے روگردانی کی جائے۔

ہدایہ، کنز، تنویر وغیرہا میں فرمایا یہ عبارت کنز کی ہے:

من سرق عن المسجد متاعا ربه عنده قطع۔

جس نے مسجد سے ایسا سامان چرایا جس کا مالک سامان کے پاس تھا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

کنز کی شروح مجتبٰی، فتح القدیر، بحر الرائق اور در مختار میں فرمایا: الفاظ در مختار کے ہیں:

عنده ای بحیث یراه ۔ سامان کے مالک کے پاس ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اتنی دور ہو جہاں سے اپنا سامان دیکھ رہا ہو۔

مذکور بالا شواہد سے یہ ثابت ہو گیا کہ عند کے معنی بھی اس سے زیادہ نہیں جو ہم نے ''بین یدیہ'' کے معنی میں بیان کیا۔ اور ان دونوں لفظوں کی کوئی دلالت اذان کے داخل مسجد ہونے پر نہیں چہ جائیکہ منبر سے متصل مراد لی جائے، مگر جب کوئی وہم آدمی کے دماغ میں جم جاتا ہے تو وہ جو چیز بھی دیکھتا ہے اسکو وہی وہمی چیز سمجھتا ہے۔ اور کوئی بات سنتا ہے تو وہی چیز اس کے خیال میں آتی ہے، جیسا کہ بھوکے سے پوچھا جائے کہ ایک ایک کتنا ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے دو روٹی۔

الحمد للہ رب العالمین۔ گذشتہ اظہار سے ان لوگوں کی جہالت واضح ہو گئی جو اس موقعہ پر بھی امام راغب کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ۔

عند لفظ موضوع للقرب فتارة یستعمل فی المکان وتارة فی الاعتقاد نحو عندی کذا وتارة فی الزلفی او المنزلة ۔ (مفردات امام راغب)

لفظ عند قرب کے لئے وضع کیا گیا ہے، تو کبھی مکان کیلئے ہوتا ہے اور کبھی اعتقاد کے لئے، جیسے کوئی کہے میرے پاس ایسا ہے اور کہیں رتبہ اور مرتبہ کے لئے ہوتا ہے۔

یا امام سرخسی کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ ''وعند عبارة عن القرب۔ (مبسوط)

عند قرب بیان کرنے کیلئے ہے۔

کیونکہ ہم نے قرب کے تمام موارد کا ذکر کر دیا ہے جس کے لئے آیات کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان تمام آیتوں کا ترجمہ دونوں زبانوں میں لفظ نزد و پاس

سے کیا گیا ہے جبکہ ان موارد میں قرب کے معنی میں بڑی وسعت ہے۔اور خود لفظ قرب کا بھی یہی حال ہے۔جیسا کہ آیت۔"اقترب الساعۃ۔قیامت قریب ہوئی،اور،اقترب للناس حسابہم۔لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب ہوا۔وغیرہ سے ظاہر ہے۔کہ لفظ قرب اپنے دامن میں صدیوں کا فاصلہ سمیٹے ہوئے ہے۔اور یہ بات بچوں تک پر واضح ہے۔

ہم نے ان سے بارہا ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب آج تک کوئی نہ دے سکا اور وہ کیسے جواب دیتے،وہی جواب تو خود ان پر لوٹتا۔بات یہ ہے یہ جب حق ظاہر ہوتا ہے زبانیں گونگی ہو جاتی ہیں۔صورت مسئلہ یہ ہے۔

زید نے ایک دینار مساوی دس درم یا زائد کا ایک ہلکا پھلکا منبر بنایا جسے ایک آدمی بلا تکلف و بے زحمت و مشقت جہاں چاہے اٹھالیجائے،اذان منبر کے وقت زیداسے مسجد لے کر پہونچا،متولی مسجد نے اسے مالک سے عاریۃ مانگ لیا کہ نماز سے فارغ ہو کر واپس کر دیں گے،بعد نماز لوگ تو ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور منبر وہیں پڑا رہ گیا،اور مالک سامنے مسجد کے دروازہ پر یا حدود مسجد کے اندر کھڑا رہ کر اسے دیکھتا اور نگرانی کرتا رہا۔اس اثناء میں ایک وہابی چوری کی نیت سے مسجد کے اندر دوسرے دروازہ سے داخل ہوا اور مالک کے ایک ذرا رخ پھیرنے کا انتظار کرتا رہا۔جیسے ہی مہلت پائی منبر لے کر نکل بھاگا۔

سوال یہ ہے کہ وہ وہابی چوری کی علت میں ماخوذ ہوگا یا نہیں۔اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں۔

تو داخل مسجد اذان کے حامی اگر یہ جواب دیں کہ نہیں۔تو ائمہ فقہ کی نص صریح کے خلاف ہوگا،ان کا ارشاد ہے:

جس نے مسجد کے اندر کے سامان کو چرایا جبکہ مالک اس سامان کے پاس ایسی جگہ ہو جہاں سے سامان نظر آرہا ہو۔تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

اور اگر یہ جواب دیں کہ ہاتھ کاٹا جائے گا تو کاٹنے کی شرط یہ تھی کہ مالک سامان کے اتنے پاس ہو کہ اس کا محافظ قرار دیا جائے،کیونکہ مسجد خود محفوظ جگہ نہیں تو ان لوگوں نے یہ اعتراف کر لیا کہ مسجد کے دروازہ کے پاس اس کے فناء میں منبر کے سامنے کھڑا ہونے والا منبر کے پاس ہی ہے،یہ تو ہمارا دعوی تھا جس کا اعتراف مخالف نے کیا۔اللہ تعالی کے لئے بے شمار

پاک اور مبارک تعریفیں جس سے وہ راضی ہو اور جسے پسند کرے۔

اگر ہم ان لوگوں کے معیار فہم پر اتر کر بھی بات کریں تو اتنا تو سب پر ظاہر ہے کہ عند ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں ہی کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد باری:

خذوا زينتكم عند كل مسجد ۔ ہر مسجد کے پاس اپنی زینت اختیار کرو یعنی ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو۔ اور خود وقت بھی مکان اور زمان دونوں ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ وقت کے ساتھ ان کو کوئی خصوصیت ہو۔ ارشاد الہی ہے: "ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم ۔ اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے۔

حنین ایک جگہ کا نام ہے۔ یہی حال یوم بدر، یوم احد، یوم دار، لیلۃ العقبہ، لیلۃ المعراج ، اور لیلۃ الغار کا ہے۔ صحیحین کی حدیث: "ومن لہا یوم السبع ۔ سبع کا لفظ باء کے سکون کے ساتھ بھی مروی ہے۔ تو لفظ سبع سے مراد مکان حشر ہوگا۔ اور باء کے ضمہ کے ساتھ تو شیر مراد ہوگا۔ اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے پس ان مقامات میں یوم کی نسبت مقام کی طرف ہے۔

(شمائم العنبر ۔ ۲۸۶ ۔ تا ۔ ۲۹۴)

﴿۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ۔☆

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں فاسق کی خبر سے متعلق حکم آیا خوب تحقیق کر لیا کرو، لہذا)

حلت، حرمت، طہارت، نجاست احکام دینیہ ہیں، ان میں مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کافر، درمختار میں ہے:

شرط العدالة فی الديانات كالخبر عن نجاسة الماء يتيمم ولا يتوضاء ان اخبر بها مسلم عدل منزجر عما يعتقد حرمته ويتحرى فی خبر الفاسق والمستور اه ملخصا وفی العلمگيرية عن الكافی لا يقبل قول المستور فی الديانات

فی ظاهر الروایات وهو الصحیح اه وفی ردالمحتار عن الهدایة الفاسق متهم والکافر لا یلتزم الحکم فلیس له ان یلزم المسلم اه۔

دیانات (عبادات سے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے، جیسے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں اگر کوئی مسلمان عادل جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو خبر دے تو تیمم کرے وضو نہ کرے۔ اور فاسق و مستور الحال کی خبر کے بارے میں غور و فکر کرے۔ انتہی تلخیص، اور عالمگیریہ میں کافی سے نقل کیا کہ ظاہر روایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول نہ کیا جائے یہی صحیح ہے اھ۔ اور ردالمحتار میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔ اھ

ہاں فاسق و مستور میں اتنا ہے کہ ان کی خبر سن کر تحری واجب، اگر دل پر ان کا صدق جمے تو لحاظ کرے جب تک دلیل اقوی معارض نہ ہو، اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں۔ مثلا: پانی رکھا ہو، کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اس سے وضو کر لے، یا گوشت خریدا ہو کافر کہے اس میں لحم خنزیر ملا ہے مسلمان کو اس کا کھانا حلال اگر چہ اس کا صدق ہی غالب ہو اگر چہ اس کی یہ بات دل پر کچھ جمتی ہوئی ہو کہ جو خدا کو جھٹلاتا ہے اس سے بڑھ کر جھوٹا کون، پھر ایسے کی بات محض واہیات البتہ احتیاط کرے تو بہتر، وہ بھی وہاں جب حرج نہ ہو۔

فی فتاوی الامام قاضی خان ان کان المخبر بنجاسةالماء رجلا من اهل الذمة لا یقبل قوله فان وقع فی قلبه انه صادق فی هذا الوجه قال فی الکتاب احب الی ا ن یریق الماء ثم یتیمم ولو تو ضاء به وصلی جازت صلاته اه۔

فتاوی امام قاضی خان میں ہے: اگر پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینے والا ذمی (کافر) ہو اس کی بات قبول نہ کی جائے، اگر اس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس بات میں سچا ہے تو کتاب میں فرمایا: مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہادے اور تیمم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کر کے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے۔

وفی الهندیة عن التاتا ر خانیة رجل اشتری لحما فلما قبضه فاخبر ه مسلم ثقة انه قد خالطه لحم الخنزیر لم یسعه ان یا کله اه۔

اور فتاوی ہندیہ میں تاتار خانیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے گوشت خریدا جب اس

پر قبضہ کرلیا تو اسے کسی صالح مسلمان نے خبر دی کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہوا ہے تو اس کے لئے کھانے کی گنجائش نہیں۔اھ

قلت:ومفهوم المخالفة معتبر فی الكتب كما صرح به الائمة والعلماء وفی ردالمحتار عن الذخيرة انه فی الفاسق يجب التحری وفی الذمی يستحب اھ۔

میں کہتا ہوں: کتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ ائمہ وعلما نے اس کی تصریح کی، ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ فاسق کے سلسلے میں سوچ وبچار ضروری ہے، اور ذمی کے بارے میں مستحب ہے۔اھ

وفی شرح التنوير عن شرح النقاية والخلاصةو الخانية اماالكافر اذا غلب صدقه علی كذبه فاراقته احب اھ۔

اور شرح تنویر میں شرح نقایہ۔خلاصہ اور خانیہ سے منقول ہے کہ کافر کا سچ جب اس کے جھوٹ پر غالب ہو تب بھی اس (پانی) کا بہا دینا زیادہ پسندیدہ ہے۔اھ

(فتاوی رضویہ جدید ۴/۴۸۲۔تا۔۴۸۳)

﴿۷﴾واعلموا ان فيكم رسول الله ط لو يطيعكم فی كثير من الامر لعنتم ولكن الله حبب اليكم الايمان وزينه فی قلوبكم وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان ط اولئك هم الراشدون۔☆

اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔

﴿۸﴾فضلا من الله ونعمة ط والله عليم حكيم ۔☆

اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ دل کی محبت ہے کہ مدار ایمان وکمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگواری جس پر زیادت ثواب کی بنا ہے۔حدیث میں فرمایا: افضل العبادات احمزہا۔سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا

ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔

(جدید ۱۴/۳۶۶)

﴿۹﴾ وان طآئفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما ج فان بغت احدٰیھما علی الاخرٰی فقاتلوا التی تبغی حتّٰی تفیٓء الیٰٓ امراللہ ج فان فآءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ط ان اللہ یحب المقسطین ۔☆

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کریں تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں پھر اگر پلٹ آئیں تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کر دو اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کافہ اہل سنت و جماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں۔

بلکہ مذہب معتمد و محقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو، غرض ضروریات دین کے سوا کسی شی کا انکار کفر نہیں اگر چہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اس کا جس کی تصدیق نے اسے دائرۂ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات دین، کما حققہ العلماء المحققون من الائمۃ المتکلمین۔ جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت "وقد فصل القول فی ذلک سیدنا العلامۃ الوالد رضی اللہ تعالی عنہ فی بعض فتاواہ ۔ اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بعض فتاوی میں مفصل گفتگو کی ہے۔

بالجملہ اس قدر پر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں بایں ہمہ تارک صلاۃ کا کفر و اسلام ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ۔

اقول وباللہ التوفیق: اگر چہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی

بعض ماجاء به من عند ربه جل وعلا کا نام ہےاور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اوران کی بناپر حکم کفردیا جاتا ہے یونہی بعض افعال بھی اس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

کالقاء المصحف فی القاذورات والسجود للصنم وقتل النبی والزنا بحضرته و کشف العورة عند الاذان وقراء ة القرآن علی جهة الاستخفاف و کل مادل علی الاستهزاء بالشرع اوالازدراء به ۔

جیسا کہ قرآن کریم کوگندگی میں پھینکنا، بت کے لیے سجدہ کرنا، نبی کوقتل کرنا، اس کے روبروزنا کرنا، اذان سن کرشرمگاہ کوننگا کرنا، قرآن کوتحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہروہ عمل جوشریعت کے ساتھ استہزاواہانت پردلالت کرے۔

یہ حکم اس اجماع کا منافی نہیں ہوسکتا کہ نفس فعل من حیث ہومبنائے تکفیرنہیں بلکہ من حیث کونه علما علی الحجود الباطنی والتکذیب القلبی ۔ والعیاذ باللہ تعالی منه۔اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکاراور قلبی تکذیب کی علامت ہےوالعیاذ باللہ۔

صدراول میں ترک نماز بمعنے کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہےاسی قبیل سے گنا جا تا،ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

کان اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا یرون شیئا من الاعمال ترکه کفرا غیر الصلاة۔

اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کوکفر نہ جانتے۔

رواه الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطهما وروی الترمذی عن عبد الله بن شقیق العضلی مثله۔

اس کوترمذی نے روایت کیا ہےاور حاکم نے بھی اور کہا کہ بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔اور ترمذی نے عبداللہ ابن شقیق عضلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

ولہذا بہت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالی اجمعین تارک الصلاۃ کو کافر کہتے، سیدنا امیرالمومنین علی مرتضی مشکل کشا کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

من لم یصل فھو کافر ۔ جونماز نہ پڑھےوہ کافر ہے۔رواہ ابن ابی شیبۃ والبخاری فی

التاریخ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

من ترك الصلاة فقد كفر ۔ جس نے نماز چھوڑی وہ بیشک کافر ہوگیا۔رواہ محمد بن نصر المروزی وابو عمربن عبد البر ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: من ترك الصلاة فلادين له ۔جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔رواہ المروزی ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: من لم يصل فهو كافر ۔بے نمازی کافر ہے۔رواہ ابن عبدالبر۔

ایضا امام اسحق فرماتے ہیں:

صح عن النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان تارك الصلاة كافر وكذلك كا ن راى اهل العلم من لدن النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان تارك الصلاة عمدا من غير عذر حتى يذهب وقتها كافر۔

سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلاۃ کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصدا بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔

اسی طرح امام ابوایوب سختیانی سے مروی ہوا کہ " ترك الصلاة كفر لا يختلف فيه "۔ترک نماز بے خلاف کفر ہے۔

ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمر وعبد الرحمٰن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی هريرة وغيرهم من الصحابة رضى الله تعالى عنهم ان من ترك صلاة فرض واحد متعمدا حتى يخرج وقتها فهو كافر مرتد ، ولا يعلم لهو لاء مخالف ۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ وحضرت معاذ بن جبل امام العلماء وحضرت ابوہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصدا چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل

جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں

اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ وابوداؤد طیالسی وابوبکر بن ابی شیبہ وزہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنۃ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ ذکر کل ذلک الامام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار و مرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں

عند احمد فی الروایۃ المکفرۃ انہ یقتل کفرا، وھی المختارۃ عند جمہور اصحابہ علی ماذکرہ ابن ھبیرۃ۔

امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے۔ جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید۔ کما فصل جملۃ منھا خاتم المحققن سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی الکتاب المستطاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، وفی سرور القلوب فی ذکر المحبوب، وفی جواھر البیان فی اسرار الارکان وغیرھا من تصانیفہ النقیۃ العالیۃ الرفیعۃ الشان اعلی اللہ تعالی درجاتہ فی غرفات الجنان آمین۔

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح میں، اور سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواہر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر ستھری بلند مرتبہ و عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے بالاخانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے آمین۔

بالجملہ اس قول کو مذہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر

قدمائے اہلسنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہہ وہ اس وقت وحالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا۔صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیااور بعض عوام کے قلب میں سستی وکسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چستی ومستعدی کہ صدر اول میں مطلقا ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی ،وہ امارت مطلقہ وعلامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی ،لہذا جمہور ائمہ نے اسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ وآیات متکاثرہ واحادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ،یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ وائمہ شافعیہ وائمہ مالکیہ اورایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین وائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کہتے ،اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے ہے ،اس کی رو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالی عنہم کا مجمع علیہ ہے، حلیہ میں فرمایا:

ذهب الجمهور منهم اصحابنا ومالك والشافعي واحمد في رواية الى انه لا يكفر ثم اختلفو افى انه هل يقتل بهذا الترك فقال الائمه الثلاثة ، نعم، ثم هل يكون حدا او كفرا ؟فالمشهور من مذهب مالك وبه قال الشافعية انه حد وكذاعن احمد في هذه الرواية الموافقةللجمهور في عدم الكفر۔

جمہور جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک وشافعی اورایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں قتل کیا جائے گا۔پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے،تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا ،شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے یعنی عدم کفر والی روایت۔

اوراس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلا تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال واستخفاف وجحود وکفران وفعل مثل فعل کفار وغیرہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کرے یا اسے

ہلکا اور بے قدر جانے یا اس کا ترک حلال سمجھے تو کافر ہے، یا یہ کہ ترک نماز سخت کفران نعمت وناشکری ہے۔ کما قال سیدنا سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام لیبلونی ،اشکرام اکفر۔ جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکرگذابنتا ہوں یا ناشکرا۔

یا یہ کہ اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ الی غیر ذلک مماعرف فی موضعه ومن الجادة المعروفة ردالمحتمل الی المحکم لا عکسه کما لا یخفی فیجب القول بالاسلام

اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے نہ کہ اس کا الٹا جیسا کہ ظاہر ہے اس لئے اسلام کا ہی قول کرنا پڑیگا۔

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے ازانجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس صلوات کتبهن الله علی العباد ۔

پانچ نمازیں خدانے بندوں پر فرض کیں،

الی قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من لم یا ت بهن فلیس له عند الله عهد ا ن شاء عذبه وان شاء ادخله الجنة ۔

جوانہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے۔ رواہ الامام مالک وابوداود والنسائی وابن حبان فی صحیحہ،اسے امام مالک، ابوداوٗد، نسائی اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں روایت کیا۔

یہ حدیث اس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔

دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثة ، فدیوان لا یغفر الله منه شیء ودیون لا یعبؤا لله به شیا ودیوان لا یترك الله منه شیئا، فاما الدیوان الذی لا یغفر الله منه شیئا فالاشراك بالله واما الدیوان الذی لا یعبئو الله به شیئافظلم العبد نفسه فیما بینه وبین ربه من صوم یوم و ترکه اوصلاة وترکها ،فان الله تعالی یغفر ذلك ان شاء متجاوزا واما الدیوان

الذی لا یترك الله منه شیئا فمظالم العباد بینهم القصاص لا محالة۔

دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالی کچھ نہ بخشے گا، اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں، اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک وتعالی کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سبحنہ وتعالی کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں، مثلا کسی دن کا روزہ ترک کیا، یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالی چاہے تو اسے معاف کردے گا اور درگزر فرمائے گا۔ اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔

رواہ الامام احمد والحاکم عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہا۔

اسے امام احمد اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا۔

بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں، وہ شرعا سخت سزاؤں کا مستحق ہے، ائمہ ثلثہ مالک وشافعی واحمد رضی اللہ تعالی عنہم فرماتے ہیں: اسے قتل کیا جائے، ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالی علیہم کے نزدیک وہ فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجائے۔ امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ کے نزدیک سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو، اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید۔ ۵/۱۰۱۔ تا۔ ۱۰۸)

﴿۱۰﴾ انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔☆

مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمان ہونے سے دونوں جہاں کی عزت حاصل ہوتی ہے، مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں، نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم وقبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اسی قوم وقبیلہ کی طرف نسبت کئے جاتے، ہندوانی قوم میں چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں،

ان میں کھتری یعنی ٹھاکر دوسرے نمبر پر ہیں، ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی، ولہذا انہیں راجپوت کہتے ہیں، تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے، اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ "اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ" جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اس کی خاطر کرو۔ خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندۂ خدا بہدایت الٰہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آملا، ہم میں کا ہو گیا اس کا کس قدر اعزاز و اکرام اللہ سبحنہ کو پسند ہوگا۔ اسلام کی عزت کے برابر اور کیا عزت ہے، اس نے تو اسے اور بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگا دیے، اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے، وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا۔ فتاوی رضویہ قدیم ۴۵۶/۵)

﴿۱۱﴾ یاایھا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیرا منھم ولا نسآء من نسآء عسٰی ان یکن خیرًا منھن ج ولا تلمزوآ انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب ط بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ج ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظٰلمون۔☆

اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہے۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ای لا یغتب بعضکم بعضا۔ واللمز وھو الطعن ۔ یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو "اللمز" کہتے ہیں۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا آپ نے فرمایا: مسلمان کا مال عزت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے کسی انسان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵۴۹/۴)

عجب اس سے کہ ورع کا قصد کرے اور محرمات قطعیہ میں پڑے، یہ صرف تشدد و تعمق کا

نتیجہ ہے اور واقعی دین وسنت صراط مستقیم ہیں ان میں جس تفریط سے آدمی مداہن ہو جاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں ابتلا پاتا ہے۔ "لم یجعل لہ عوجا۔ اس میں اصلا کجی نہ رکھی ۔ دونوں مذموم، بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آج کل بہت جہال منتسب بنام علم وکمال یہی روش چلتے ہیں، مکروہات کیا مباحات بلکہ مستحبات جنہیں بزعم خود ممنوع سمجھ لیں ان سے تحذیر وتکفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے حتی کہ نوبت تا بہ اطلاق شرک وکفر پہچانے میں باک نہیں رکھتے، پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے، نہیں نہیں بلکہ اسے طرح طرح سے جمائیں ، الٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔ پھر جب مواخذہ کیجئے تو ہوا خواہ فحوائے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں۔ کہ بنظر تخویف وترہیب تشدد مقصود ہے۔ سبحن اللہ ، اچھا تشدد ہے کہ ان سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے، کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر ومشرک بتانا بلکہ براہ اصرار اسے عقیدہ ٹھرانا کتنا شدید وعظیم اور دین حنیف سہل لطیف صحیح نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت شنیع ودخیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۴/۵۵۰)

عن أبی هـريـرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلـم: إنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَ لَن يُّشادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ الاَغلَبَه، فَسَدِّدُوْا، وَ قَارِبُوْا ،وَ أَبْشِرُوْا ،وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَ الرَّوْحَةِ وَ شَيءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ ـ

(فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک دین آسان ہے، اور جو شخص دین میں بے جاسختی برتے گا دین اس پر غالب آجائیگا۔ لہذا تم میانہ رو رہو، لوگوں سے قریب رہو، بشارت سناؤ، اور آخر شب کے کچھ حصہ میں عبادت اور خیرات کر کے دینی قوت حاصل کرو۔ ۱۲م

عن أبی هـريـرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اَلدِّيْنُ يُسْرٌ،وَ لَن يُّغَالِبَ الدِّيْنَ أَحَدٌ اِلَّاغَلَبَه ـ

(فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: دین آسان ہے، اور دین پر جس نے بھی غالب آنیکی کوشش کی دین اس پر غالب آگیا۔۱۲م

ان کے علاوہ احادیث ہیں جن کا ذکر باعث طول ہے، جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ کافی وافی ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے عفووعافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید۔۴/۵۵۱)

﴿۱۲﴾ یٰایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن ز ان بعد الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ط ایحب احد کم ان یاکل لحم اخیہ میتًا فکرھتموہ ط واتقوااللہ ط ان اللہ تواب الرحیم ۔☆

اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الزام اور بدگمانی شرعا جائز نہیں۔

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ایاکم و الظن ، فان الظن اکذب الحدیث۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھکر جھوٹی بات ہے۔

(فتاوی رضویہ حصہ دوم،۹/۲)

عیب جوئی ہر مسلمان کی حرام ہے نہ کہ علماء کی۔ اور علمائے دین کی اہانت کفر ہے۔کمافی مجمع الانہر وغیرہ۔

(فتاوی رضویہ جدید۔۱۴/۲۷۱)

﴿۱۳﴾ یٰایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثٰی وجعلنٰکم شعوبًا و قبآئل لتعارفوا ط ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم ط ان اللہ

علیم خبیر۔☆

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فضل اگرچہ تقوی کیلئے ہے مگر تقوی بے علم ناممکن۔ حدیث شریف میں ہے "المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون ۔ بے علم کے عابد بننے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت کرے اور اسے کچھ حاصل نہیں" رواہ ابونعیم فی الحلیہ عن واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ،

درمختار میں ہے:

فی فتاوی المصنف لاتقبل شهادة الجاهل علی العالم لفسقه بترك مایجب تعلمه شرعا فحینئذ لا تقبل شهادة علی مثله ولا علی غیره و للحاکم تعزیره علی ترك ذلك ۔

فتاوی مصنف میں ہے، جاہل کی گواہی عالم پر مقبول نہیں۔ کیونکہ جس علم کا طلب کرنا اس پر واجب ہے اسے چھوڑ کر وہ فاسق ہوا تو اس کی شہادت نہ تو اسی جیسے جاہل پر مقبول ہے نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو اسے علم نہ حاصل کرنے پر تعزیر کرنا چاہئے۔

تو یہ فضل جانب علم راجع ہوا۔ اور شک نہیں کہ عالم دین سنی صحیح العقیدہ کو ہر جاہل پر مطلقا فضیلت ہے،

قال اللہ تعالی:

قل هل یستوی الذی یعلمون والذین لایعلمون ۔

تم فرمادو کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور بے علم۔

درمختار میں ہے:

للشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاهل ولو قرشیا،قال الله تعالی :والذین اوتو العلم درجات ۔

جوان عالم کو شیخ جاہل پر مقدم ہونے کا حق ہے جاہل قریشی ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالی فرما تا ہے: علم والوں کو درجوں بلندی حاصل ہے۔

پھر بھی سید کا فضل ذاتی ہے جو فسق بلکہ بدمذہبی سے بھی نہیں جاتا جب تک معاذ اللہ حد کفر تک نہ پہنچے، سید صحیح النسب اس سے محفوظ رہے گا بحمد اللہ تعالی، اور متقی عالم کا فضل عملی وصفی ہے۔ ولہذا عالم معاذ اللہ اگر بدمذہب ہو اس کی تعظیم حرام کہ اس کی عظمت نیابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب تھی اور جب وہ بدمذہب ہوا نائب شیطان ہوا۔ اور سید کی تعظیم بسبب جزئیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور جزئیت تا بقائے اسلام باقی ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۲۲۔۲۳)

سورۃ الذاریات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲۴﴾ ھل اتٰک حدیث ضیف ابرٰھیم المکرمین۔☆

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

﴿۲۵﴾ اذ دخلوا علیہ فقالوا سلٰمًا قال سلٰم قوم منکرون۔☆

جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام ناشنا سا لوگ ہیں۔

﴿۲۶﴾ فراغ الٰی اھلہ فجآء بعجلٍ سمین۔☆

پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ھل اتاك الآیۃ۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کی، اور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم فرماتے، مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمایا یا نہیں، اس بارے میں کوئی تصریح حدیث میں اس وقت پیش نظر نہیں (فتاوی رضویہ قدیم ۳۶۹/۸)

حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خانصاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حدیث مسلم کتاب زکاۃ کہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے گوشت گاو صدقہ میں آیا وہ حضور کے پاس لایا گیا اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ کہ بریرہ کو آیا، فرمایا: اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔ اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

(حاشیہ قدیم۔ ۳۶۹/۸)

﴿۵۵﴾ وذکر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین۔☆

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بہ نرمی سمجھاؤ۔ ترک نماز و ترک جماعت و ترک مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سناؤ، جن کے دلوں میں ایمان ہے انہیں ضرور نفع پہونچے گا۔ اللہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔ اور جو کسی طرح نہ مانیں اس پر جس کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعہ سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام و کلام میل جول یک لخت ترک کر دیں۔

(فتاوی رضویہ جدید۔ ۱۹۱/۶)

سورة النجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۱﴾ما کذب الفؤاد ما رای۔☆

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ای علی القول المختار ان المراد بالرؤ یۃ بحاسۃ البصر۔

قول مختار کی بنیاد پر معنی یہ ہے کہ رویت سے مراد حاسہ نگاہ سے دیکھنا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

انسان ایک شئی واحد ہے، اسی شئی کا تکلیفات شرعیہ اور احکام ربانیہ سے ابتلا ہے، وہی سننے دیکھنے سے متصف ہے اور پورا بدن یہ صفت نہیں رکھتا، نہ ہی اعضائے بدن میں سے کوئی عضو اس وصف کا ہے، تو روح پورے بدن کے مغایر اور ہر جزو بدن کے مغایر ایک شئے ہے وہی ان تمام صفات سے متصف ہے۔

اسی میں بعد اقامت حجج کے لکھتے ہیں:

فثبت بما ذکر نا ان النفس الانسانیۃ شئی واحد وثبت ان ذلک الشئی ھو المبصر والسامع والشام والذائق واللامس والمتخیل والمتفکر والمتذکر والمشتھی والغاضب وھو الموصوف بجمیع الادراکات لکل المدرکات وھو موصوف بجمیع الافعال الاختیاریۃ والحرکات الارادیۃ۔

یہاں مذکور سے ثابت ہوا کہ روح انسانی ایک شئی واحد ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہی شئی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھونے، خیال کرنے، سوچنے، یاد کرنے، خواہش کرنے، غصہ کرنے والی ہے۔ وہی تمام ادراکات سے متصف ہے اور وہی تمام افعال اختیاریہ اور حرکات ارادیہ سے متصف ہے۔

پھر فرمایا:

لما كانت النفس شئيا واحد اامتنع كو ن النفس عبارة عن ا لبدن وكذاالقوة السامعة و سائرالقوى فانا نعلم بالضرورة انه ليس فى البدن جزء واحد هو بعينه موصوف بالابصار والسماع والفكر فثبت ان النفس الانسانية شئى واحد موصوف بحملة هذه الادراكات وثبت بالبداهة ان البدن وشيئامن اجزاء البدن ليس كذلك ولنقرر هذا البرهان بعبارة اخرى فنقول :نعلم بالضرورة انا اذاابصرنا شيئاعرفناه واذاعرفنا ه اشتهينا ه واذااشتهينا ه حركنا ابداننا الى القرب منه فوجب القطع بان الذى ابصر هو الذى عرف هو الذى اشتهى هو الذى حرك الى اخر ما اطال واطاب هذا مختصر ملتقط۔

جب روح شئی واحد ہےتو محال ہے کہ روح بدن سے یا قوت سامعہ یا دیگر قوی سے عبارت ہو۔اس لئے کہ ہمیں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ بدن میں کوئی ایک خاص جز ایسا نہیں کہ وہی دیکھنے، سننےاور فکر کرنے سے متصف ہو،تو ثابت ہوا کہ روح انسانی وہ شئی واحد ہے جوان تمام ادراکات سے متصف ہے،اور بدیہی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ بدن اور اجزائے بدن میں کوئی جز ایسا نہیں۔اس دلیل کی تقریر ہم دوسرے الفاظ میں یوں کرتے ہیں کہ بدیہی طور پر ہم جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کو پہچان لیتے ہیں اور جب اس کی خواہش کرتے ہیں تو اپنے بدن کواس سے قریب ہونے کے لئے حرکت دیتے ہیں،تو اس بات کا قطعی طور پر حکم کرنا ضروری ہے کہ جس نے دیکھا،اسی نے پہچانا،اسی نے خواہش کی،اسی نے حرکت دی۔امام رازی نے اس کی مزید تفصیل اور عمدہ تقریر فرمائی ہے،یہاں اختصار کے ساتھ جگہ جگہ کی عبارتوں کا انتخاب نقل ہوا۔

تفسیر عزیزی میں ہے:

جزو اعظم جان است وشعورو ادراک وتلذذ وتالم خاصۂ اوست اھ ملخصا۔

جزو اعظم جان ہے،اور شعورو ادراک اور احساس لذت الم اس کا خاصہ ہے اھ بتلخیص

(جدید۹/۸۴۷۔۸۴۹)

﴿۱۳﴾ولقد راٰہ نزلۃً اخرٰی۔☆

اورانہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔

﴿۱۴﴾ عندسدرة المنتهى۔ ☆

سدرۃ المنتہی کے پاس

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

"عند" راہ ۔ کی ضمیر فاعل سے ظرف ہے۔اور جن لوگوں نے اس سے مراد رویت جبرئیل لی ہے وہ " راہ " کی ضمیر مفعول سے مانتے ہیں۔اور بعض اس پوری سورۃ کو جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق مانتے ہیں۔پھر فرمایا: اور اصح وارجح اور نظم قرآنی سے اوفق وہی جو جمہور صحابہ کرام وتابعین عظام وائمہ اعلام کا مذہب ہے کہ یہ تمام ضمیریں رب العزت جل جلالہ کی طرف راجع ،ارشاد ہوتا ہے:"فاوحی الی عبدہ مااوحی " ظاہر آیت چاہتی ہے اس بات کو کہ یہ ضمیریں اللہ کی طرف راجع ہوں،ورنہ اختلاط ہوجائے گا کہ "اوحی " کی ضمیریں دونوں جگہ جبریل کی طرف راجع ہونگی اور " عبدہ " کی ضمیر بیچ میں اللہ کی طرف۔پھر آگے معبود ان باطل کا مقابل فرمایا جاتا ہے "افرأیتم اللت والعزی ۔ ومنواۃ الثالثۃ الاخرٰی ۔ الی قولہ تعالی ان ھی الااسماء سمیتموھا انتم وآبائو کم ،ما انزل اللہ بھا من سلطن، ان یتبعون الاالظن " کیا تم نے دیکھا ہے لات وعزا ومنات کو،وہ تو نہیں ہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گڑھ لئے ،اللہ نے اس پر کوئی دلیل نہ اوتاری، وہم کی پیروی کرتے ہو۔تو فرمایا جاتا ہے کہ تم اپنے معبودوں کو بغیر دیکھے پوجتے ہو اور یہ اپنے رب کو دیکھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔پھر فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس میں کیا کمال کہ جبریل کو دیکھ لیں، جبریل کا کمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں۔امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ ان ضمائر کو جبریل کی طرف پھیرا کرتے۔ایک مرتبہ خلوت میں لیٹے ہوئے تھے،ایک صاحب نے پوچھا۔"ھل رأی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ" کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یہ سنتے ہی اٹھکر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: راٰہ راٰہ حتی انقطع نفسہ"حضور نے اپنے رب کو دیکھا دیکھا دیکھا فرماتے رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہوگئی۔اس وقت کے عوام کے ذہن میں یہ مسئلہ نہیں آسکتا تھا اس لئے عوام میں اس کے معنے وہ فرماتے تھے اور جب خلوت میں پوچھا تو

چونکہ کوئی اندیشہ نہ تھا اس لئے صاف صاف فرمادیا۔ پھر فرمایا: یہ واقعہ ایسا ہے کہ رب العزۃ جل جلالہ کو اس کی تصریح خود نہیں منظور، سورۂ والنجم شریف میں کوئی لفظ تصریح کا نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس حدیث میں اس واقعہ کو بیان فرمایا وہ دونوں معنی کو محتمل، فرماتے ہیں: نور انی اراہ" انیٰ' کے معنی' کیف' کے بھی ہیں، تو معنے یہ ہونگے، نور ہے اس کو کیونکر دیکھوں۔ اور 'انی' اینما کا مرادف ہے، تو معنی یہ ہیں، نور ہے جہاں دیکھوں اس کو۔

(الملفوظ ۳/۳۷۔۳۸۔)

﴿۳۲﴾ الذین یجتنبون کبآئر الاثم والفواحش الا اللمم ط ان ربک واسع المغفرۃ ط ھو اعلم بکم اذ انشاء کم من الارض واذ انتم اجنۃ فی بطون امھٰتکم ج فلا تزکوا انفسکم ط ھو اعلم بمن اتقیٰ۔☆

وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیات کریمہ میں مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بے پایاں علوم کے بے شمار اقسام سے ایک سہل قسم کا بہت اجمالی ذکر فرماتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب کا سارا حال پیٹ رہتے وقت، اور اس سے پہلے، اور پیدا ہوتے اور پیٹ میں رہتے اور جو کچھ اس پر گزرا، اور گزرنے والا ہے، جتنی عمر پائے گا، جو کچھ کام کرے گا، جب تک پیٹ میں رہے گا اس کا اندرونی بیرونی ایک ایک عضوا یک ایک پرزہ جو صورت دیا گیا، جو دیا جائے گا، ہر رونگٹا جو مقدار مساحت وزن پائے گا، بچے کی لاغری فربہی، غذا حرکت خفیفہ زائدہ انبساط انقباض اور زیادت وقلت خون، طمث وحصول فضلات وہوا اور رطوبات وغیرہا کے باعث آن آن پر پیٹ جو سمٹتے پھیلتے ہیں غرض ذرہ ذرہ سب اسے معلوم ہے، ان میں کہیں نہ تخصیص ذکور وانوثت کا ذکر، نہ مطلق علم کی نفی وحصر، تو یہ محل ومحتمل اعتراض پادر ہوا کہ بعض پادریان پادر بند ہوا کی تازہ

گڑھت ہے، اس کا اصل منشا معنی آیات میں بے فہمی محض یا حسب عادت دیدہ ودانستہ کلام الٰہی پر افترا و تہمت ہے، قرآن عظیم نے کس جگہ فرمایا ہے کہ کوئی کبھی کسی مادہ کے حمل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا نہیں معلوم کرسکتا کہ نر ہے یا مادہ، اگر کہیں ایسا فرمایا ہو تو نشان دو اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناث کے بعض حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص بعد جہل طویل و عجز مدید بعض آلات بیجان کا فقیر و محتاج ہو کر اس فانی و زائل و بے حقیقت نام کے ایک ذرہ علم وقدرت سے کہ وہ بھی اسی بارگاہ علیم وقدیر سے حصہ رسد چندروز سے چندروز کے لئے پائے اور اب بھی اسی کے قبضہ واقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں۔ اگر صحرا سے ذرہ، سمندر سے قطرہ معلوم کرلیا تو یہ آیات کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا، وہ خود فرماتا ہے. یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء. ''اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے اور وہ نہیں پاتے اسکے علم سے کسی چیز کو مگر جتنی وہ چاہے۔

تمام جہان میں روز اول سے ابدالآباد تک جس نے جو کچھ جانا یا جانے گا سب اسی الا بما شاء کے استثنا میں داخل ہے جس کے لاکھوں کروروں سر بفلک کشیدہ پہاڑوں سے نہایت قلیل وذلیل و بے مقدار ذرہ یہ آلہ بھی ہے، ایسا ہی اعتراض کرنا ہو تو بے گنتی گذشتہ وآئندہ باتوں کا جو علم ہم کو ہے اسی سے کیوں اعتراض نہ کرے جو صیغہ یعلم فی الارحام میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے بعینہ وہی صیغہ یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ گزرا۔ جب ان بے شمار علوم تاریخی وآسمانی ملنے میں کسی عاقل منصف کے نزدیک اس آیت کا کچھ خلاف نہ ہوا، نہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی پادری صاحب کو ان علوم کے باعث اس آیت کریمہ پر لب کشائی کا جنون اچھلا، تو اب ایک ذرا سی آلی نکال کر اس آیت کا کیا بگاڑ متصور ہوسکتا ہے، ہاں عقل نہ ہو تو بندہ مجبور ہے، یا انصاف نہ ملے تو انکھیارا بھی کور ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثم اقول وباللہ التوفیق: مفصلا حق واضح کو واضح تر کروں۔ اصل یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے۔

اول علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو۔

دوم علم کا غنا کہ کسی آلہ وجارحہ وتدبیر وفکر ونظر التفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔
سوم علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔
چہارم علم کا وجوب کہ کبھی کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔
پنجم علم کا ثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ اس میں تغیر تبدل فرق تفاوت کا امکان نہ ہو۔
ششم علم کا اقصی غایات کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ اضافیہ ماضیہ آتیہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہوسکے،

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں، جو کسی غیر الہی کے لئے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ، ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے، ان تمام وجوہ کی طرف آیات کریمہ میں باطلاق کلمہ یعلم اشارہ فرمایا کہ یہاں علم کو مطلق رکھا اور مطلق فرد کامل کی طرف منصرف، اور علم کامل بلکہ علم حقیقی حق الحقیقہ وہی ہے جو ان وجوہ ستہ کا جامع ہو، اسی لحاظ پر ہے وہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا: "یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالو الاعلم لنا" جس دن اللہ عزوجل رسولوں کو جمع کرکے فرمائے گا: تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔ کفار کے پاس ان محبوبان خدا صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہم کا تشریف لانا ہدایت فرمانا ان ملاعنہ کا تکذیب وانکار واصرار واستکبار وبیہودہ گفتار سے پیش آنا کسے نہیں معلوم، مگر حضرات انبیا عرض کریں گے "لاعلم لنا" ہمیں اصلاً علم نہیں، لانفی جنس کا ہے سلب مطلق فرمائیں گے، یعنی وہی علم کامل کہ بحقیقت حقیہ علم اسی کا نام ہے اصلاً اس کا کوئی فرد ہمیں حاصل نہیں، حق حقیقت تو یہ ہے، جب اس سے تجاوز کرکے حقیقت عرفیہ یعنی مطلق دانستن کی طرف چلئے، خواہ بالذات ہو یا بالغیر، غنی ہو یا محتاج، سرمدی ہو یا حادث، ابدی ہو یا فانی، واجب ہو یا ممکن، ثابت ہو یا متغیر، تام ہو یا ناقص، بالکنہ ہو یا بالوجہ، بایں معنی مطلق علم کہ ایک آدھ چیز کے جاننے سے بھی صادق زنہار مختص بحضرت عزت عزت عظمتہ نہیں، نہ معاذ اللہ قرآن نے ہرگز کہیں اس کا دعوی کیا، بلکہ جس طرح معنی اول کا غیر کے لئے اثبات کفر ہے اس معنے کی غیر سے نفی مطلق بھی کفر ہے، کہ یہ خود صدہا نصوص قرآن عظیم بلکہ تمام قرآن عظیم بلکہ تمام ملل وشرائع وعقل ونقل وحس سب کی تکذیب ہوگی، قرآن عظیم نے

اپنے محبوبوں کے لئے بے شمار علوم عظمیہ ثابت فرمائے اوران کے عطا سے منت رکھی۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۴۲۔تا۔۴۴)

سورۃ القمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔☆

پاس آئی قیامت اور شق ہوگیا چاند۔

﴿۲﴾ وان یروا اٰیۃً یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔☆

اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

﴿۳﴾ وکذبوا واتبعوا اھواء ھم وکل امر مستقر۔☆

اورنہوں جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فلسفہ میں توغل کی وجہ سے قاضی بیضاوی نے (وانشق القمر میں) ایک اور تاویل نکالی۔ انہوں نے لکھا ”ای سینشق“ یعنی قیامت کے دن شق ہوجائے گا۔ چونکہ یقینی الوقوع ہے اس لئے بصیغہ ماضی فرمایا گیا۔ لیکن اس تاویل کو خود آگے کی آیت رد فرماتی ہے۔ ”وان یرو اایاتہ یعرضوا و یقولو اسحر مستمر“ اور اگر وہ دیکھیں معجزہ کو تو اعتراض کریں گے اور کہیں گے یہ بڑا زبردست جادو ہے۔ قیامت کے دن کوئی اعتراض کرنے والا نہ ہوگا، اس دن کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جادو ہے۔ شاہ ولی اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں لکھا کہ شق ہوجائے گا اور یہ محض غلط ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثیں اس کو مردود کررہی ہیں۔ حدیث میں مصرح ہے کہ حضور نے انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا اور وہ شق ہوا، اور ارشاد فرمایا: اللھم اشھد، اے اللہ گواہ ہوجا۔ اس کی احادیث مشہور ہیں اور ان سے اجماع مسلمیں لاحق ہوگیا۔

(الملفوظ ۴/۲۔۳)

﴿۱۷﴾ ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر۔☆

اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جا بجا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے حفظ قرآن کی ترغیب وتحریص فرمائی۔ حفظ قرآن فرض کفایہ ہے اور سنت صحابہ وتابعین وعلمائے دین متین۔ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔ اور من جملہ افاضل مستحبات عمدہ قربات منافع وفضائل اس کے حصر وشمار سے باہر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن امیر المؤمنین علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : من قرء القرآن فاستظهره فاحل حلاله و حرم حرامه ادخله اللہ به الجنة و شفعه فی عشرة من اهل بیته کلهم قد و جبت له النار

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن کریم حفظ کیا اور اسکے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا اور اسے اس کے گھر والوں سے ایسے دس کا شفیع بنائے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔

اراءۃ الادب ۴۰

عن ام المؤمنین عائشة الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : الماهر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة ، والذی یقرء القرآن و یتتعتع فیه وهو علیه شاق له اجران ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قرآن مجید میں مہارت رکھتا ہو وہ نیکوں اور بزرگوں اور وحی وکتابت، یا لوح محفوظ لکھنے والوں یعنی انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہے۔ اور جو قرآن کو بزور پڑھتا ہے اور وہ اس پر شاق ہے اس کے لئے دو اجر ہیں۔

فتاوی رضویہ حصہ اول ۱۰۵/۹

سورۃ الرحمٰن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۵﴾ الشمس والقمر بحسبانٍ۔☆

سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شریعت مطہرہ محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے نماز وروزہ وحج وزکوٰۃ وعدت وفات وطلاق ومدت حمل وایلا وتاجیل عنین ومنتہائے حیض ونفاس وغیرذلک امور کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے، یعنی طلوع صبح وشمس وغروب شمس وشفق ونصف النہار ومثلین وروز وماہ وسال ان سب کے ادراک کا مدار رویت ومشاہدہ پر ہے، ان میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانون عقلی سے مدرک ہوجاتا، ہاں رویت ومشاہدہ ان سب کے ادراک کا سبب کافی ہے، اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائق شان تھا کہ تمام جہان کے لئے اتری اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق محاسبات ہیئت وزیج کی تکلیف انہیں نہیں دیجاسکتی "انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب" فرماکر اپنے تمام غلاموں کے لئے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لئے حکیم رحیم عزوجل جلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں، چاند اور سورج جن کے اختلاف احوال پر نظر کرکے خواص وعوام سب اوقات مطلوب شرعیہ کا ادراک کرسکیں۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۶۴۳/۴)

پھر ان میں بعض تو وہ ہیں جن کا مدار صرف رؤیت ہی پر رہا وہ ہلال ہے کہ "ان اللہ امدہ لرؤیتہ" اس کے ظہور وخفا کے وہ اسباب کثیرہ نامنضبط ہیں جن کے لئے آج تک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہوسکا، ولہذا بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور وخفا کے لئے باب وضع کئے مگر رویت ہلال سے اصلا بحث نہ کی، وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں، اس کا میں کوئی ضابطہ کلیہ نہیں دے سکتا، بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بنا پر اگرچہ بلحاظ درجہ

ارتفاع یا بعد سواء یا بعد معدل وقوس تعدیل الغروب وغیر ذلک کچھ باتیں بیان کیں مگر وہ خود ان میں بشدت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنی قرارداد پر جازم بھی نہیں جیسا کہ واقف فن پر ظاہر ہے، اسی لئے اہل ہیئت جدیدہ باآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق وتعمق کرتے ہیں اور سالانہ المنک میں ہر روز کے لئے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل ومطالع قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع واستقبال وتربیع ایمن وایسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات وثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے، وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں ولہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اس بارے میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی۔ درمختار میں وھبانیہ سے ہے: وقول اولی التوقیت لیس بموجب۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۴/۶۴۴)

اور باقی وہ ہیں کہ اگرچہ ان کا اصل مدار رویت پر تھا مگر رویت ہی کے تکرر سے تجربہ نے ان کے بارے میں ضوابط کلیہ دیے جن کا ادراک بے رویت نہ ہوسکتا تھا مگر بعد ادراک وہ قاعدہ مقرر ہوکر وقت کو قوانین علم ہیئت وزیج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا جس کے سبب ہم پیش از وقت حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹہ منٹ سکنڈ پر واقع ہوگا، واقف فن کا وہ حکم لگایا ہوا کبھی خطا نہ کرے گا۔ کہ آخر مدار کار شمس وقمر کی چال پر ہے اور ان کی چال عزیز وعلیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے۔ "قال تعالی: الشمس والقمر بحسبان۔ وقال تعالی: ذلك تقدیر العزیز العلیم" تو حساب تو قطعی تھا ہی جتنی بات کی طرف اسے راہ نہ تھی وہ مکرر رؤیت نے براہ تجربہ بتادی اور اب تجربہ وحساب دو قطعیوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آگیا، مثلا طلوع وغروب اگر نجومی مراد ہوتے یعنی مرکز شمس کا افق حقیقی پر طرفین شرق وغرب میں انطباق کہ ان کے جاننے کے لئے رویت کی کچھ حاجت نہ تھی، شہر کا عرض اور جزر شمس کا میل معلوم ہونا ہی ان کا وقت بتانے کے لئے کافی ووافی ہوتا جس کے ذریعہ سے ہم ہر عرض کے لئے جداول تعدیل النہار تیار کرلیتے ہیں، مگر شرع مطہر میں اس طلوع وغروب کا کچھ اعتبار نہیں، طلوع وغروب عرفی درکار ہے یعنی جانب شرق آفتاب کی کرن چمکنا، یا جانب غرب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہوجانا، اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم درمیان ہوتا تو دقت نہ تھی۔ مرکز عالم سے آفتاب کا ہر جزو مرکز شمسی پر بعد دریافت کرکے ہر

روز کے نصف قطر کی مقدار دریافت کرسکتے تھے جس کی جدول المنک میں دی ہوئی ہوتی ہے مگر بالائے زمین ۔۴۵۔ میل سے ۔۵۲۔ میل تک علی الاختلاف بخارات وہواء غلیظ کا محیط ہونا اور شعاع بصر کا پہلے اس ملاء غلیظ پھر اس کے بعد ملاء صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا حکیم عزوجل کے حکم سے اشعہ بصریہ کے لئے موجب انکسار ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب شرق افق حقیقی پر آئے ہمیں نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب با نکہ افق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے، یہ انکساری ہی وہ چیز ہے جس نے صدہا سال موقتین کو پیچ وتاب میں رکھا اور طلوع وغروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا اور یہی وہ بھاری پیچ ہے جس سے آجکل عام جنتری والوں کے طلوع وغروب غلط ہوتے ہیں ۔ اس انکسار کی مقدار مدت دریافت کرنے کو عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا جس سے وہ محتاج رویت نہ رہتی، ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس کی مقدار اوسطا ۔۳۳۔ دقیقہ فلکیہ ہے، اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا کہ ان ۔۳۳۔ دقیقوں سے اختلاف منظر کے ۔۹۔ ثانیہ منہا کرکے باقی پر اس کا نصف قطر شمس زائد کریں، یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی یعنی طلوع یا غروب کے وقت آفتاب افق حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا، جب قدر انحطاط معلوم ہولی تو دائرہ ارتفاع کے اجزاء سے وقت وطالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علم ہیئت وزیج میں دیے ہوئے ہیں راہ پائی اور ہمیں حکم لگانا آسان ہوگیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن اتنے گھنٹے منٹ سکنڈ پر آفتاب طلوع کریگا اور اتنے پر غروب، معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا کثافت اگرچہ انکسار میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے جس کا ادراک تھرمامیٹر اور بیرومیٹر سے ممکن اور وہ قبل از وقوع نہیں ہوسکتا مگر یہ تفاوت معتد بہ نہیں جس سے عام احکام مطلوبہ شرعیہ میں کوئی فرق پڑے، یونہی مثلین وسایہ کا ادراک بھی حساب سے بہت آسان تھا کہ عرض بلد ومیل شمس سے اس کا غایۃ الارتفاع پھر جدول سے اتنے ارتفاع کا ظل اصلی معلوم کرکے اس پر ایک یا دو مثل بڑھا کر اتنے ظل کے لئے ارتفاع اور اس ارتفاع کے لئے وقت معلوم کرلیتے مگر یہاں بھی اسی انکسار کا قدم درمیان ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمت الراس پر نہ ہو انکسار کے پنجے سے نہیں چھوٹ سکتا، مگر رویت نے انکسار افقی کلی بتایا اور تناسب سے انکسارات جزئیہ مدرک ہوئے جن کی جدول فقیر نے اپنی تحریرات ہندسہ میں دی ہے اس کے ملاحظہ سے پھر انہیں قوانین نے راہ پائی اور ہر روز کے لئے

وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا، طلوع وغروب شفق کو تو انکسار سے بھی علاقہ نہ تھا کہ اس وقت آفتاب پیش نگاہ ہوتا ہی نہیں کہ بصر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے، وہاں سرے سے عقل کو اس ادراک کی راہ نہ تھی کہ آفتاب افق سے کتنا نیچا ہوگا کہ صبح طلوع کرے گی یا کتنا نیچا جائے کہ شفق ڈوب جائے گی، تو پھر رویت ہی کی احتیاج پڑی اور صدہا سال کے تکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریباً اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے۔ یہ وہ علم ہے جو اکثر ہیئت دانوں پر مخفی رہا، رجماً بالغیب باتیں اڑایا کئے، صبح کاذب کے وقت انحطاط شمس میں مختلف ہوئے، کسی نے سترہ درجہ کہا، کسی نے اٹھارہ، کسی نے انیس بتائے اور مشہور ۔۱۸۔ ہے، اور اسی پر شرح چغمنی نے مشی کی۔ اور صبح صادق کے لئے بعض نے پندرہ درجہ بتائے ہیں، اسے علامہ برجندی نے حاشیہ چغمینی میں بلفظ قد قیل نقل کیا اور مقرر رکھا، اور اسی نے علامہ خلیل کاملی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ بتایا جسے ردالمحتار میں نقل کیا اور معتمد رکھا، حالانکہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں، شرع مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں، اس نے تو صبح کی صورتیں تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیل، اور ہم اوپر کہہ آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی برہان عقلی کو راہ نہیں، صرف مدار رویت پر ہے، اور رویت شاہد عدل ہے کہ صبح کاذب کے وقت سترہ یا اٹھارہ یا انیس درجے اور صادق کے وقت ۱۵ درجے انحطاط ہونا اور صادق و کاذب میں صرف تین درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے، بلکہ ۱۸۔ درجہ انحطاط پر صبح صادق ہو جاتی ہے اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب۔ فقیر نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ محاسبات علم ہیئت سے آفتاب ہنوز ۳۳۔ درجے افق سے نیچا تھا اور صبح کاذب خوب روشن تھی، صبح صادق کے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتداء کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب ۱۸، ہی درجہ زیر افق پایا ہے اور صبح کاذب کے لئے جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا، ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ اس میں اور صبح صادق میں ۔۱۵۔ درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے نہ کہ ۳ درجے۔ لاجرم برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرنبلالیہ علی الدرر پھر ابوالسعود علی الکنز وغیرہا میں ہے: البیاض لایذھب الاقریبا من ثلث اللیل" یہ وہی سپیدی مستطیل ہے جسے وہ اپنے ملک میں ہمیشہ تہائی رات کے قریب تک رہتی فرماتے ہیں کما دل

علیہ الحصر اور ظاہر ہے کہ ان بلاد میں رات ۱۴۔ گھنٹے اور اس سے بھی کچھ زائد تک پہنچتی ہے جس کی تہائی تقریبا پونے پانچ گھنٹے، اور بحکم مقابلہ قطعا معلوم ہے کہ ادھر جتنے حصہ شب تک یہ سپیدی رہے گی ادھر اتنا ہی حصہ شب کا باقی رہے طلوع کر آئے گی، تو اس بیان پر لیالی شتا میں صبح کاذب کی مقدار وہاں پونے پانچ گھنٹے ہوئی، اور معلوم ہے کہ وہاں صبح صادق کی مقدار پونے دو گھنٹے سے زائد نہیں، تو صبح صادق وکاذب میں تین گھنٹے تک کا فاصلہ ثابت ہوا نہ کہ صرف تین ہی درجے، مگر امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا: "روی عن الخلیل انه قال رایت البیاض بمكة شرفها الله تعالى ليلة فما ذهب الابعد نصف الليل" ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ میں وہ سپیدی کہ آدھی رات تک رہی اگر ہوسکتی ہے تو یہی سرطان کی بیاض دراز اور مکہ معظمہ میں اس کی صبح شفق مستطیل ڈیڑھ گھنٹہ بھی نہیں، تو خلیل بن احمد عروضی کی رویت و روایت اگر صحیح ہے تو اس دن دونوں صبح میں تقریبا پانچ گھنٹے کا فاصلہ ہوگا، یہ بہت بعید ضرور ہے مگر اس قدر میں شک نہیں کہ تین درجہ کا قول فاسد ومہجور ہے، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ برہان کے اس بیان یا خلیل کی اس روایت کو دربارہ وقت مغرب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا ذریعہ تضعیف جاننا" كما وقع عن الطرابلسی فی البرهان فعدل عن اتباع المحقق ابن الهمام مع شدة تاسیسه به، محض خطا ہے۔ امام کے نزدیک وقت مغرب شفق ابیض مستطیر تک ہے جو فجر صادق کی نظیر ہے، وہ کبھی ان بلاد میں تہائی کیا چوتھائی رات تک بھی نہیں رہتی اور یہ جو اس قدر دیرپا ہے بیاض دراز نظیر صبح کاذب ہے کہ اسی کی طرح احکام شرعیہ سے یکسر ساقط" والی بعض هذااو نحو منه اوما التبيين ۔

ثم اقول: صبح صادق کے لئے ۔۱۵۔ درجے انحطاط ہونے کا بطلان اور ۱۸ درجے انحطاط کی صحت اس واقعہ مشہورہ سے بھی ثابت ہے جو فتح القدیر و بحر الرائق و در مختار و عامہ کتب معتبرہ میں مذکور کہ بلغار سے ہمارے مشائخ کرام کے حضور استفتا آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقت عشا نہیں ملتا، آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کر آتی، امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشا کی قضا پڑھیں، اور امام بقالی وامام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما نے فرمایا ان پر سے عشا ساقط ہے۔ بالجملہ ان راتوں میں وہاں وقت عشا نہ پانا متفق علیہ ہے، اب اگر انحطاط صبح صادق ۔۱۵۔ درجے ہوتا تو سال کی

مبتنی تھا، جب مبنی باطل یہ خود باطل۔ یہ قاعدہ کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہوتی ہے انہیں قواعد باطلہ فاسدہ سے ہے کہ رویت وقوانین عطیہ رویت بالاتفاق اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں واللہ تعالی اعلم

(فتاوی رضویہ قدیم ۴/۶۴۴۔تا۔۶۴۸)

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے:

عمرو بن العاص بن وائل بن هاشم بن سعيد بالتصغير بن سهم بن عمر وابن هصيص بن كعب بن لوى القرشي امير مصر مكنى اباعبدالله وابا محمد اسلم قبل الفتح في صفر ٨ ھج ثمان وقيل بين الحديبية وخيبر۔

اور بعد فتح تو راہ خدا میں جوان کے جہاد ہیں آسمان وزمین ان کے آواز سے گونج رہے ہیں اور اللہ عزوجل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور مریض القلب معترضین جوان پر طعن کریں کہ فلاں نے یہ کام کیا، فلاں نے یہ کام کیا، اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا مونھ تتمہ آیت سے بند فرمایا کہ " والله بما تعملون خبير "۔

مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو مگر میں تو تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے کہ اللہ عزوجل نے جس سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اس کے لئے کیا فرماتا ہے:

”ان الذين سبقت لهم منا الحسنىٰ اولئك عنها مبعدون ـ لا يسمعون حسيسها وهم فى ما اشتهت انفسهم خٰلدون ـ لا يحزنهم الفزع الاكبر و تتلقّٰهم الملائكة هذا يومكم الذى كنتم توعدون“

بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، اسکی بھنک تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانتی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے، قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کریگی اور ملائکہ ان کا استقبال کرینگے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جسکا تم سے وعدہ تھا۔

ان ارشادات الٰہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے، بفرض غلط بفرض باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اس سے ہزار حصے زائد سہی، اس سے یہ کہئے ”انتم اعلم ام الله “ کیا تم زیادہ جانو یا اللہ؟ اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی؟ باینہمہ وہ ان سے فرما چکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا، تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں، تو اب اعتراض نہ کریگا مگر وہ جسے اللہ عزوجل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر قریشی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدامجد کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کی اولاد سے اوران کی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہوگا تو کسی رافضی نے، پھر وہ صدیق وفاروق کو کب چھوڑتے ہیں، عمرو بن عاص کی ان کے نزدیک کیا گنتی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

"وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۴۰۔۴۱)

﴿۲۸﴾ یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ واٰمنوا برسولہٖ یؤتکم کفلین من رحمتہٖ ویجعل لکم نورًا تمشون بہ ویغفرلکم ط واللہ غفور رحیم۔☆

اے ایمان والواللہ سے ڈرواوراس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا۔اورتمہارے لئے نور کردے گا جس میں چلواور تمہیں بخشدیگااوراللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معالم شریف میں ہے:

یا یھا الذین آمنو ا اتقوا اللہ، الخطاب لاھل الکتابین ھم الیھود و النصاریٰ یقول :یا ایھا الذین آمنوا بموسیٰ وعیسیٰ اتقوا اللہ فی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اے اہل ایمان! اللہ کا تقوی اختیار کرو، یہ یہودونصاریٰ اہل کتاب کو خطاب ہے۔فرمایا:اے وہ لوگو! جوموسیٰ وعیسیٰ پر ایمان لائے تمہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ڈرنا چاہئے۔

زیدنے جو کچھ مدح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کہا سب حق ہے اور سچی محبت صحابہ سے ناشئی ہے اوروہ لفظ احسان کہ اس کی زبان سے نکلا اس کی توجیہ نہایت صاف وآسان ہے،قرآن مصحف کریم کو بھی کہتے ہیں،اس قرآن مجید کا ہدیہ کیا ہے،فلاں نے قرآن کو ہبہ کیا،یا فلاں مسجد پر وقف کیا،یا قرآن کریم کی جلد بندھواؤ،یا چولی چڑھادو،یا غلاف سی دو،ان تمام محاورات میں قرآن سے مصحف ہی مراد ہے،اور بلاشبہ ضرور حادث وجنس مخلوق ہے،اوراجلۂ صحابہ کا

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ سے مسلمان کو دو ہدایتیں ہوئیں۔ ایک یہ کہ مقبولان بارگاہ احدیت میں اپنی طرف سے ایک کو افضل دوسرے کو مفضول نہ بتائے کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

دوسرے: یہ کہ جب دلیل مقبول سے ایک کی افضلیت ثابت ہو تو اس میں اپنے نفس کی خواہش اپنے ذاتی علاقہ یا نسبت شاگردی یا مریدی وغیرہا کو اصلاً دخل نہ دے کہ فضل ہمارے ہاتھ نہیں کہ اپنے آباو اساتذہ ومشائخ کو اوروں سے افضل کر ہی لیں جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگرچہ ہمارا ذاتی علاقہ اس سے کچھ نہ ہو اور جسے مفضول کیا وہی مفضول ہے اگرچہ ہمارے سب علاقے اس سے ہوں۔ یہ اسلامی شان ہے مسلمانوں کو اسی پر عمل چاہئے۔ اکابر خود رضائے الٰہی میں فنا تھے جسے اللہ عزوجل نے ان سے افضل کیا۔ کیا وہ اس پر خوش ہوں گے کہ ہمارے متوسل ہمیں اس سے افضل بتائیں۔

حاش للہ وہ سب سے پہلے اس پر ناراض اور سخت غضبناک ہونگے تو اس سے کیا فائدہ کہ اللہ عزوجل کی عطا کا بھی خلاف کیا جائے اور اپنے اکابر کو بھی ناراض کیا جائے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۲۲۹/۱۲)

سورۃ المجادلۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾الذین یظٰھرون منکم من نسآئھم ماھن امھٰتھم ط ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم ط وانھم لیقولون منکرًا من القول وزورًا ط وان اللہ لعفو غفور۔☆

وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

﴿۳﴾وَالذین یظٰھرون من نسآءھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃٍ من قبل ان یتمآسا ط ذٰلک توعظون بہ ط واللہ بما تعملون خبیر۔☆

اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ ہے جو نصیحت تمہیں کیجاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿۴﴾فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتمآساج فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینًا ط ذٰلک لتؤمنوا باللہ ورسولہ ط وتلک حدود اللہ ط وللکٰفرین عذاب الیم۔☆

پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ان آیات میں ظہار اور اس کے کفارے کی صورتوں کا بیان ہے)

زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہکر پکارے یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے۔مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ہاں اگر یوں کہا کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگی اور عورت نکاح سے نکل گئی۔اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہِ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہو گیا اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اس کی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے۔ کما امر به المولیٰ سبحنه و تعالیٰ فی القرآن العظیم ۔اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ کچھ لازم نہ آئے گا۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۸۲۹)

﴿۱۱﴾ یٰایھا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجٰلس فافسحوا یفسح اللہ لکم ج واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم لا والذین اوتوا العلم درجٰتٍ ط واللہ بما تعملون خبیر۔☆

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت (میں، **والذین اوتوا العلم درجٰتٍ ط**) سے واضح کہ عجمی عالم سیدانیوں کا کفو ہو سکتا ہے۔

لہٰذا وجیز امام کردری میں ہے:

العجمی العالم کفؤ للعربی الجاھل لان شرف العلم اقوی و ارفع ۔ وکذا العالم الفقیر للغنی الجاھل ۔ وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفؤ للجاھل

القر شی و العلو ی ملخصاو متر جما ۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۴۵۲/۵)

〈۱۹〉استحوذ علیهم الشیطٰن فانسٰهم ذکر الله ۔ اولٰئک حزب الشیطٰن ۔ الآ ان حزب الشیطٰن هم الخٰسرون۔☆

ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلادی وہ شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے بے شک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غیر مقلدین کی بنائے مذہب محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت وتعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کردی کہ" اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے انتہیٰ ۔

اور چوڑھے چمار اور ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہیں۔ خود حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ (وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے) سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہر اس شخص پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھے۔　(فتاوی رضویہ جدید ۶۸۶/۶)

〈۲۲〉لاتجد قومًا یؤمنون بالله والیوم الاٰخر یوآدون من حآد الله ورسوله ولو کانوآ اٰبآء هم او ابنآء هم او اخوانهم اوعشیرتهم ۔ اولٰئک کتب فی قلوبهم الایمان وایدهم بروحٍ منه ۔ ویدخلهم جنٰتٍ تجری من تحتها الانهٰر خٰلدین فیها ۔ رضی الله عنهم ورضوا عنه ۔ اولٰئک حزب الله ۔ الآ ان حزب الله هم المفلحون ۔☆

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ

ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہابی صاحبو! مسلمان بننا چاہتے ہو تو حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت سویدائے دل کے اندر جماؤ جوان کی جناب عالم مآب میں گستاخی کرے اگر تمہارا باپ بھی ہو الگ ہو جاؤ، جگر کا ٹکڑا ہو دشمن بناؤ۔ بہزار زبان وصد ہزار دل اس سے تبری کرو تحاشی کرو اس کے سایہ سے نفرت کرو اس کے نام محبت پر لعنت کرو، ورنہ اگر تمہیں اللہ ورسول سے زیادہ عزیز ہے تو اسلام کا نام لئے جاؤ حقیقت اور چیز ہے۔ وائے بے انصافی اگر کوئی تمہارے باپ کو گالی دے تو اس کے خون کے پیاسے رہو صورت دیکھنے کے روادار نہ ہو، بس پاؤ تو کچا نگل جاؤ، وہاں نہ تاویلیں نکالو، نہ سیدھی بات ہیر پھیر میں ڈالو، اور محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت وہ کچھ سنو اور آنکھ میلی نہ کرو، بلکہ اس کی امامت وپیشوائی کا دم بھرو، ولی جانو، امام مانو، جو اسے برا کہے الٹی اس سے دشمنی ٹھانو، بدلگام کی بات میں سو سو طرح کے پیچ نکالو، رنگ رنگ کی تاویلیں ڈھالو، جیسے بنے اس کی بگڑی سنبھالو، اس کی حمایت میں عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پس پشت ڈالو، یہ کیا ایمان ہے، کیسا اسلام ہے، کیا اسلام اسی کا نام ہے۔ ع

اے راہ رو پشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کر کے چلنے والے! ہوش کر)

سورۃ الحشر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۷﴾ ما افآء الله علىٰ رسوله من اهل القرىٰ فلله وللرسول ولذى القربىٰ واليتمىٰ والمسكين وابن السبيل لا كى لا يكون دولة بين الاغنياء منكم ط وما اٰتكم الرسول فخذوه ق وما نهٰكم عنه فانتهوا ج واتقوا الله ط ان الله شديد العقاب۔☆

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر مکروہ تنزیہی شرعاً حقیقۃً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا ۔ لقوله تعالىٰ و ما نهٰكم عنه فا نتهوا ۔

(اللہ کا فرمان ہے جس سے روکا جائے رک جاؤ) تو مکروہ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا تحریمی ہوتا اور ہم نے اپنے رسالہ۔ " جمل مجلية ان المكروهة تنزيها ليس بمعصية " میں قاہر دلائل قائم کئے ہیں کہ وہ ہر گز شرعاً منہی عنہ نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۶۸۸)

اقول: لو ، صیغہ امر کا ہے اور امر وجوب کے لئے ہے تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی اور باز رہو نہی ہے اور نہی منع فرمانا ہے۔ یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے۔ و نزلنا عليك الكتٰب تبيانا لكل شئ ۔

ترجمہ۔ اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں ہر شئی ہر چیز ہر موجود کا روشن بیان ہے مگر امت اسے نبی کے سمجھائے بغیر نہیں سمجھ سکتی۔

ولہذا فرمایا:

و انزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ۔

ترجمہ: اے محبوب ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لئے بیان فرمادو جو کچھ ان کی طرف اترا ہے۔ یعنی اے محبوب تم پر قرآن حمید نے ہر چیز روشن فرمادی اس میں جس قدر امت کے بتانے کو ہے وہ تم ان پر روشن فرمادو۔

ولہذا آیۂ کریمہ اولیٰ میں: نزلنا علیك ۔ فرمایا جو خاص حضور کی نسبت ہے۔

اور کریمہ ثانیہ میں۔ نزلنا الیھم ۔فرمایا جو نسبت بہ امت ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۵۶)

﴿۹﴾ والذین تبوؤالدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃً ممّا اوتوا ویؤثرون علیٰٓ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ط ومن یوق شح نفسه فاولٓئک ھم المفلحون ۔☆

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

واو وصلیہ دراصل واو عاطفہ ہے جس کا معطوف علیہ اس کے ظاہر ہونے کی بنا پر حذف کردیا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے فرمان۔

" و یؤثرون علی انفسھم و لو کان بھم خصاصۃ "۔ کے معنیٰ یہ ہوئے کہ۔" یؤ ثرون لو لم تکن بھم خصاصۃ "۔ میں نے یہ چیز۔" المعتقد المنتقد "۔ کی شرح۔" المعتمد المستند "میں ذکر کی ہے۔ (جدید ۱/۳۸۸)

سورۃ الممتحنۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۱〉یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جآء کم من الحق ج یخرجون الرسول وایاکم ان تؤمنوا باللہ ربکم ط ان کنتم خرجتم جھادًا فی سبیلی وابتغآء مرضاتی ق تسرون الیھم بالمودۃ صلے وانا اعلم بمآ اخفیتم ومآ اعلنتم ط ومن یفعلہ منکم فقد ضل سوآء السبیل۔☆

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہونچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

〈۲〉ان یثقفوکم یکونوا لکم اعدآءً ویبسطوآ الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوء ودوا لو تکفرون ۔☆

اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کرینگے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

〈۳〉لن تنفعکم ارحامکم ولآ اولاد کم ج یوم القیٰمۃ ج یفصل بینکم ط واللہ بما تعملون بصیر ۔☆

ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کر دیگا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ در بارۂ سیدنا حاطب ابن ابی بلتعہ احدا صحاب البدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم ہے۔ کما فی صحیح البخاری و مسلم ۔

تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے:

فیہ زجر شدید للمو منین عن اظھار صورۃ الموالاۃ لھم و ان لم تکن موالاۃ فی الحقیقۃ ۔

(ارشاد العقل السلیم ۲/۴۸)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو سخت تنبیہ ہے اس بات پر کہ کافروں سے ایسی بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۴۳۳)

﴿۸﴾ لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوآ الیھم ط ان اللہ یحب المقسطین۔☆

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاو برتو بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

﴿۹﴾ انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ج ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظٰلمون۔☆

اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس (آیت کی تفسیر) میں اکثر اہل تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں:

اس سے مراد بنوخزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمھیں

ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے۔

فرماتے ہیں:

اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی، رب عز وجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا: مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت نہیں۔

قولِ اکثر کی حجت حدیث بخاری ومسلم واحمد وغیرہ ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالت کفر آئی اور کچھ ہدایا لائی، انھوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم کافرہ ہو جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آ سکتیں۔ حضور میں عرض کی، اس پر یہ آیہ کریمہ اتری کہ ان سے ممانعت نہیں، یہ واقعہ زمانۂ صلح ومعاہدہ کا ہے خصوصاً یہ تو ماں کا معاملہ تھا ماں باپ کیلئے مطلقاً ارشاد ہے۔ و صاحبھما فی الدنیا معروفا ۔

دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

ظاہر ہے کہ قول امام مجاہد پر تو اس آیۂ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور نہ اب وہ کسی طرح قابل نسخ۔

اور قول سوم یعنی ارادۂ نساء وصبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہوان دوستان ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے وداد واتحاد منا رہے ہیں وہ عورتیں اور بچے نہیں۔

قول اول پر بھی کہ آیت اہل عہد وذمہ کیلئے ہے، اور یہی قول اکثر جمہور ہے آیۂ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں، لاجرم اکثر اہل تاویل اسے محکم مانتے ہیں۔

آیۂ ممتحنہ میں ائمہ حنفیہ کا مسلک:

اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیۂ۔ لا ینھکم ۔ دربارۂ اہل ذمہ اور آیۂ۔ ینھکم اللہ ۔حربیوں کے بارے میں ہے۔اسی بناء پر ہدایہ و درر وغیرہما کتب معتمدہ میں

فرمایا: کافر ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے باطل وحرام۔ آیۂ۔ لا ینھٰکم اللہ نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیۂ۔ انما ینھٰکم اللہ ۔ نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔

عبارت ھدایہ یہ ہے:

یجوز ان یوصی المسلم للکافر و الکافر للسلم فالاول لقولہ تعالیٰ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الا یۃ ۔ والثانی لانھم بعقد الذمۃ ساووا المسلمین فی المعاملات و لھٰذا جاز التبرع من الجانبین فی حالۃ الحیاۃ فکذا بعد المما ت و فی الجامع الصغیر الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ لقولہ تعالیٰ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین الآ یۃ ۔

جائز ہے کہ مسلمان (ذمی) کافر کیلئے وصیت کرے اور کافر مسلمان کے لئے ، اول تو اس دلیل سے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں آخر آیت تک، اور دوم اس لئے کہ وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہوگئے اسی لئے زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مالی نیک سلوک کرسکتا ہے، تو یوں ہی بعد موت بھی۔

اور جامع صغیر میں ہے حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تو تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں آخر آیت تک۔

کافر سے خاص ذمی مراد ہے۔ بدلیل قولہ انھم بعقد الذمۃ ۔ ولہٰذا امام اکمل نے عنایہ میں اس کی شرح یوں فرمائی:

وصیۃ المسلم للکافر الذمی و عکسھا جائزۃ ۔

مسلمان کا کافر ذمی کے لئے وصیت کرنا اور اس کا عکس جائز ہے۔

امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا:

اراد بالکافر الذمی لان الحربی لا تجوز لہ الوصیۃ علی ما نبین ۔

عبارت ہدایہ میں کافر سے ذمی مراد ہے اس لئے کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

ایسا ہی جوہرنیرہ و مستصفی میں ہے، کفایہ میں فرمایا:

ارا د بہ الذ می بد لیل التعلیل وروا یۃ الجا مع الصغیر ان الو صیۃ لا ھل الحر ب با طلۃ ۔

صاحب ھدایہ نے کافر سے ذمی مراد لیا ایک تو ان کی دلیل اس پر گواہ ہے کہ فرمایا وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہو گئے۔ دوسرے جامع صغیر کی روایت کہ حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے۔

اسی کو وافی و کنز و تنویر وغیرہا متون میں یوں تعبیر فرمایا:

یجو ز ان یو صی المسلم للذ می و با لعکس ۔

جائز ہے کہ مسلمان ذمی کے لئے وصیت کرے اور اس کا عکس بھی۔

تفسیر احمدی میں ہے:

والحا صل ان الا یۃ الا ولیٰ ان کا نت فی الذ می والثا نی فی الحر بی کما ھو الظا ہر و علیہ الا کثرو ن کا ن دا لا علی جوا ز الا حسا ن الی الذمی دون الحر بی ، ولھٰذا تمسک صا حب الھدا یۃ فی با ب الو صیۃ ان الو صیۃ للذمی جا ئزۃ دون الحر بی لا نہ نو ع احسا ن و لھٰذا المعنی قا ل فی با ب الز کوٰۃ ان الصد قۃ النا فلۃ یجو ز اعطا ء ھا للذ می دو ن الحر بی ۔

حاصل یہ کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی رخصت ہے اگر دربارۂ ذمی ہو، اور دوسری جسمیں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارۂ حربی جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہب اکثر ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہونگی کہ ذمی کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے اور حربی کے ساتھ حرام ، ولہٰذا صاحب ہدایہ نے باب الوصیۃ میں انہیں آیتوں کی سند سے فرمایا کہ ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے حرام کہ وہ ایک طرح کا احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوۃ میں فرمایا کہ نفلی صدقہ ذمی کو دینا حلال اور حربی کو دینا حرام

نہایۂ امام سغناقی وغایۃ البیان امام اتقانی و بحر الرائق وغنیہ علامہ شرنبلالی میں ہے:

واللفظ للبحر صح دفع غیر الزکوٰۃ الی الذمی لقولہ تعالیٰ لا ینھا کم اللہ عن الذی لم یقاتلو کم فی الدین الایۃ و قید بالذمی لان جمیع الصدقات فرضا کانت او واجبۃ او تطوعا لا تجوز للحربی اتفاقا کما فی غایۃ البیان لقولہ

تعالیٰ ینہٰکم عن الذین قاتلو کم فی الدین واطلقه فشمل المستا من وقد صرح به فی النہا یة۔

زکوۃ کے سوااور صدقات ذمی کودے سکتے ہیں،اللہ عزوجل فرماتا ہے:تمہیں اللہ ان سے منع نہیں فرماتا جودین میں تم سے نہ لڑیں۔ذمی کی قید اس لئے لگائی کہ حربی کیلئے جملہ صدقات حرام ہیں۔فرض ہوں یاواجب یانفل،جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے،اس لئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اللہ تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جودین میں تم سے لڑیں۔حربی کومطلق رکھا تو مستامن کو بھی شامل ہوا جوسلطان اسلام سے پناہ لے کردارالاسلام میں آیا اسے بھی کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں،اورنہایہ میں اس کی صاف تصریح ہے۔

تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتح اللہ المعین سیدازہری میں ہے:

لا یحوز دفع الزکوٰۃ الی ذمی و قال زفر یحوز لقوله تعالیٰ لاینہٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین صرف الصدقات کلها الیهم بخلاف الحربی المستامن حیث لا یحوز دفع الصدقة الیه لقوله تعالی انما ینہٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واجمعوا علی ان فقراء اهل الحرب خرجوا امن عموم الفقراء۔

ذمی کوزکوۃ دینا تو جائز نہیں۔اورامام زفر نے فرمایا تمام قسم کے صدقات دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جودین میں تم سے نہ لڑیں بخلاف حربی اگرچہ مستامن ہو کہ اسے کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے روکتا ہے جودین میں تم سے لڑیں،اورائمہ کا اجماع ہے کہ قرآن عظیم میں جوصدقات فقراء کے لئے بتائے حربی فقیران سے خارج ہیں۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:

انما جازت الوصیة للذمی ولم تجز للحربی لقوله تعالیٰ لاینہٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیار کم ان تبروهم ،ثم قال انما ینہٰکم اللہ عن الذین قاتلو کم فی الدین الایة۔

خاص ذمی کیلئے وصیت جائز اورحربی کیلئے حرام اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے نیک سلوک کو منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور تمہیں گھروں سے نہ نکالا پھر فرمایا اللہ تمہیں ان سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔

کافی میں ہے:

یجوز ان یدفع غیر الزکوٰۃ الیٰ ذمی وقال ابو یوسف والشافعی لا یجوز کالزکوٰۃ ولنا قولہ تعالیٰ لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم۔

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتا ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی نے فرمایا اور صدقات بھی ذمی کو نہیں دے سکتا جیسے زکوٰۃ ہماری دلیل، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں بھلائی میں ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔

فتح القدیر میں ہے:

الفقراء فی الکتاب عام خص منہ الحربی بالاجماع مستندین الی قولہ تعالیٰ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین۔ (۲)

قرآن عظیم میں فقراء کا لفظ عام ہے باجماع امت حربی اس سے خارج ہیں اجماع کی سند اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔

عنایہ و معراج الدرایہ و محیط برہانی و جوہری زادہ و شرنبلالی و بدائع و سیر کبیر امام محمد کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں، یہ ہے مسلک ائمہ حنفیہ جسے حنفی بننے والے لیڈریوں مسخ و نسخ کی دیوار سے مارتے ہیں اور اس سے حربی مشرکوں کے ساتھ احسان مالی نہیں بلکہ وداد اتحاد بگھارتے ہیں

آیت میں نسخ کے اقوال

یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلون۔

دیدہ و دانستہ بات سمجھ کر اس کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔

آیۂ کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے ان کے نزدیک وہ ضرور آیات قتال و غلظت سے منسوخ ہے۔ اجلہ ائمہ تابعین مثل امام عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابو حنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے ہیں:

ما رأیت افضل من عطا۔ میں نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔

وعبدالرحمن بن زید بن اسلم مولیٰ امیر المومنین عمر فاروق اعظم وقتادہ وتلمیذ خاص حضرت انس خادم خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی۔

تفسیر کبیر میں ہے:

اختلفوا فی المراد من " الذین لم یقاتلوکم " فالاکثر علی انہم اھل العھد الذین عاھدوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ترک القتال والمظاھرۃ فی العداوۃ وھم خزاعۃ کانوا عاھدوا الرسول علی ان لا یقاتلوہ ولا یخرجوہ، فامر الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بالبر والوفاء الی مدۃ اجلھم، وھذا قول ابن عباس ومقاتل ابن حیان ومقاتل ابن سلیمٰن ومحمد ابن سائب الکلبی، وقال مجاھد الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا وقیل ھم النساء والصبیان، وعن عبد اللہ بن الزبیر انھا نزلت فی اسماء بنت ابی بکر قدمت امھا قتیلۃ علیھا وھی مشرکۃ بھدایا فلم تقبلھا ولم تأذن لھا بالدخول فامرھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تدخلھا وتقبل منھا وتکرمھا وتحسن الیھا، وقیل الایۃ فی المشرکین وقال قتادۃ نسختھا ایۃ القتال۔ (۱)

اس میں اختلاف ہوا کہ "وہ جو تم سے دین میں نہ لڑیں" ان سے کون لوگ مراد ہیں، اکثر اہل تاویل اس پر ہیں کہ ان سے اہل عہد مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور سے لڑیں گے نہ دشمن کی مدد کریں گے اور وہ بنی خزاعہ ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے نکالیں گے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں اور ان کا عہد مدت موعود تک پورا کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس ومقاتل بن حیان ومقاتل بن سلیمٰن ومحمد بن سائب کلبی کا یہی قول ہے۔

اور امام مجاہد نے فرمایا:

وہ مسلمانان مکہ ہیں جنہوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی، اور بعض نے کہا: عورتیں اور بچے

مراد ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیہ کریمہ حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں اتری ان کی ماں قتیلہ بحالت کفران کے پاس کچھ ہدیے لے کرآئیں انہوں نے نہ ہدیے قبول کئے نہ انہیں آنے کی اجازت دی، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا: کہ اسے آنے دیں اوراس کے ہدیے قبول کریں اوراس کی خاطر اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

اور بعض نے کہا: آیت دربارۂ مشرکین ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ آیہ جہاد سے منسوخ ہوگئی صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قدمت علی امی وھی مشرکۃ فی عھد قریش اذ عاھدھم فاستفتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلت قدمت علی امی وھی راغبۃ افاصل امی قال نعم صلی امک۔

میری ماں کہ مشرکہ تھی اس زمانہ میں کہ کافروں سے معاہدہ تھا میرے پاس آئی میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں طمع لے کر میرے پاس آئی ہے، کیا میں اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کروں؟ فرمایا: ہاں اپنی ماں سے نیک سلوک کر۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۴۳۶تا۴۷۶)

﴿۱۰﴾ یاایھا الذین اٰمنوا اذا جآء کم المؤمنٰت مھٰجرٰت فامتحنوھن ط اللہ اعلم بایمانھن ج فان علمتموھن مؤمنٰت فلاترجعوھن الی الکفار ط لا ھن حل لھم ولاھم یحلون لھن ط واٰتوھم مآ انفقوا ط ولاجناح علیکم ان تنکحوھن اذآ اٰتیتموھن اجورھن ط ولاتمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا مآ انفقتم ولیسئلوا ماانفقوا ط ذٰلکم حکم اللہ ط یحکم بینکم ط واللہ علیم حکیم۔☆

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال اوران کے کافر شوہروں کو دے دو جو ان کا خرچ ہوا اورتم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو جب ان کے مہر

انہیں دو اور کافروں کے نکاح پر جے نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہو سکتا، کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ۔

یہاں تک کہ ان کی عورتیں جو مسلمان ہوں انہیں واپس دینا حرام ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۳۳۱)

سورۃ الصف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴﴾ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص۔☆

بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تراص یعنی خوب ملکر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل جیسا کہ اس آیت میں فرماتا ہے۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا۔ ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ دوست رکھتا ہے۔

در بارۂ صفوف شرعا تین باتیں بتاکید امور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذاللہ کالمتروک ہورہی ہیں۔ یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباداللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوھکم۔

اللہ کے بندو ضرور تم اپنی صفیں سیدھی کروگے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا اس پر یہ ارشاد فرمایا۔

رواہ مسلم عن النعمٰن بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

راصوا صفو فکم وقاربوا بینهما و حاذوا بالاعناق فو الذی نفس محمد بیده انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کا نها الحذف ۔

رواه النسائی عن انس رضی الله تعالیٰ عنه۔

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنۂ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔ اس کو نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقیموا الصفو ف فانما تصفون بصف الملئکة و حاذو ابین المناکب ۔

رواه احمد و ابوداؤد والطبرانی فی الکبیر و ابن خزیمة والحاکم وصححاه عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرکے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم اہتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انھوں نے مخالفت حکم شرع کرکے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کریگا اللہ تعالے اس کے لئے مغفرت فرمائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تصفون کماتصف الملا ئکةعند ربها۔

ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا:

یتمو ن الصف الا ول و یترا صو ن فی الصف ۔ (۳)

روا ہ مسلم و ابو دا و د و النسا ئی و ابن ما جۃ عن جا بر بن سمر ۃ ر ضی اللہ تعا لیٰ عنہ ۔

اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

اس کو مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اتمو ا الصف المقد م ثم الذ ی یلیہ فما کا ن من نقص فلیکن فی الصف المؤ خر ۔

روا ہ الا ئمۃ احمد و ابو دا ئو د و النسا ئی و ابن حبا ن و خزیمۃ والضیا ء با سا نید صحیحۃ عن انس بن ما لک رضی اللہ تعا لیٰ عنہ ۔

پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب سے پچھلی صف میں ہو اسے ائمہ کرام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من وصل صفا و صلہ اللہ و من قطع صفا قطعہ اللہ ۔

روا ہ النسا ئی و الحا کم بسند صحیح عن ابن عمر ر ضی اللہ تعا لیٰ عنہما و ھو من تتمۃ حدیثہ الصحیح المذ کو ر سا بقا عند احمد و ابی دا ئودو الثلثۃ الذ ین معہما ۔

جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے۔

اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، یہ عبداللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تتمہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر الی فرجۃ فی صف فلیسد ھا بنفسہ فان لم یفعل فمر مار فلیطأ علی رقبتہ فانہ لا حرمۃ لہ۔

رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کردے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی حرمت نہیں۔

اسے مسند فردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف و من سد فرجۃ رفعہ اللہ بھا درجۃ۔

رواہ احمد و ابن ماجۃ و ابن حبان و الحاکم و صححہ و اقروہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند کرے اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے گا۔

اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے اسے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

سوم، تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

صف کا نھم بنیان مرصوص۔ (۳)

ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا۔ ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقیموا صفوفکم و تراصوا فانی اراکم من وراء ظهری ۔ (٤)

رواه البخاری و النسائی عن انس رضی الله تعالیٰ عنه ۔

اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲۱۹/۷ تا ۲۲۲)

سورۃ الجمعۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ق وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین۔☆

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

﴿۳﴾واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم ط وھو العزیز الحکیم۔☆

اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

﴿۴﴾ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء ط واللہ ذوالفضل العظیم۔☆

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الحمد للہ ، اس آیت کریمہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا، صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیام قیامت تک تمام امت مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محظوظ اور حضور کی نظر رحمت سے ملحوظ ہے۔

والحمد للہ رب العالمین۔

بیضاوی شریف میں ہے:

ھم الذین جآء و بعد الصحابۃ الی یوم الدین۔

یہ دوسرے جنہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیتے اور خرابیوں سے پاک کرتے

ہیں تمام مسلمان ہیں کہ صحابہ کرام کے بعد قیام قیامت تک ہوں گے۔

معالم شریف میں ہے:

" قال ابن زید هم جمیع من دخل الا سلا م بعد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الی یو م القیٰمة و هی روا یة ابن ابی نجیح عن مجاهد " ۔

امام ابن زید نے فرمایا یہ دوسرے تمام لوگ اہل اسلام ہیں کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے اور یہی معنیٰ امام مجاہد شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ابی نجیح نے روایت کیئے۔

الحمد لله قرآن عظیم کو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تعریفوں کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ یہ اوصاف بیان فرمائے دو جگہ سورہ بقرہ تیسرے آل عمران چوتھے سورہ جمعہ اور اس آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد ہوئے جنہوں نے ہم خفتہ بختوں کی تقدیر جگادی بیمار دلوں پر بجلی گرادی۔ والحمد لله رب العالمین ۔

(الامن والعلی ص ۸۲-۸۳)

﴿۹﴾ یاایها الذین اٰمنوآ اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الیٰ ذکر الله وذروا البیع ط ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۔☆

اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر خازن میں ہے:

اس سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی تھی ۔اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے علاوہ اور اذان نہیں تھی۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھتے تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی۔

تفسیر کبیر میں ہے:

اللہ تعالی کا قول (جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دیجائے) یعنی نداء جو جمعہ کے دن امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی ہے یہی مقاتل کا قول ہے۔اور ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانہ میں اس اذان کے علاوہ کوئی اور اذان نہیں دیجاتی تھی۔ جمعہ کے دن جب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو بلال رضی اللہ تعالی عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے۔ایسا ہی ابوبکر وعمر رضوان اللہ تعالی علیہما کے زمانہ میں بھی تھا۔

تفسیر کشاف میں ہے:

(سورۂ جمعہ کی آیت میں) ندا سے مراد اذان ہے، کہتے ہیں کہ اس اذان کی طرف اشارہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دیجاتی تھی۔حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک ہی موذن آپ کے منبر پر بیٹھتے ہی مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا۔خطبہ کے بعد آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا۔اور دور دور تک مکانات ہو گئے تو آپ نے ایک موذن کا اور اضافہ فرمایا۔اور اسے پہلی اذان کا حکم دیا جو آپ کے گھر موسوم بہ زوراء پر دیجاتی (یہ مکان مسجد سے دور بازار میں تھا) اور آپ جب منبر پر بیٹھتے تو دوسرے موذن اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

درشفاف لعمر بن الہادی میں ہے:

آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ایک موذن تھے جو آپ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت در وازۂ مسجد پر اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

البحر المحیط لابی حیان میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور جب خطبہ کے بعد آپ اترتے تو نماز قاہم ہوتی۔ ایسے ہی صاحبین کے عہد تا ابتداء عہد عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتا رہا۔پھر آپ ہی کے زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی لوگ زیادہ ہو گئے مکانات دور دور تک پھیل گئے تو آپ نے ایک موذن کا اضافہ فرمایا،اور انہیں حکم فرمایا کہ پہلی اذان آپ کے مکان زوراء پر دیں۔ پھر جب آپ منبر پر بیٹھتے تو موذن دوسری اذان دیتا۔پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔اس

اضافہ پر کسی نے آپ پر اعتراض نہیں کیا۔

تقریب کشاف لابی الفتح محمد بن مسعود میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں ایک ہی موذن تھا جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔

تجرید کشاف لابی الحسن علی بن القاسم میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا تھا اور آپ جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے:

نداء اول وقت ظہر میں اذان ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا تھا۔ (الخ موافق تفصیل کشاف)

تفسیر خطیب وفتوحات الٰہیہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان "جمعہ کے دن جب نماز کے لئے ندا دیجائے، اس ندا سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے پر دیجاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عہد میں اس اذان کے علاوہ تھی ہی نہیں۔ ایک ہی موذن تھا۔ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ دروازہ پر اذان دیتا ۔اور جب آپ منبر سے اترتے تو نماز قائم ہوتی پھر ابوبکر وعمر اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کوفہ میں اسی پر عامل رہے۔ مدینہ میں عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہم میں آبادی بڑھی۔ اور مکانات دور دور تک پھیل گے۔ تو انھوں نے ایک اذان اور زائد کی۔

کشف الغمہ للامام شعرانی میں ہے:

اذان اول حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں جب خطیب منبر پر بیٹھتا۔ اور اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی۔

(شمائم العنبر ۲۲۲ تا ۲۲۴)

سورة المنافقون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾اذا جآء ک المنٰفقون قالوا نشهد انک لرسول الله ۘ والله یعلم انک لرسوله ؕ والله یشهد ان المنٰفقین لکٰذبون ۔☆

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جو ذریۃ الشیطان، کتاب وسنت کا منکر، حنفیہ کرام خصھم اللہ تعالیٰ باللطف و الاکرام کا نام رکھتا ہے پر ظاہر کہ وہ گمراہ خود کاہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحتِ دنیوی سے براہِ تقیہ شنیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اس کے افعال واقوال مذکورۂ سوال اس کی صریح تکذیب پر دال، منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے: نشهد انك لرسو ل الله۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ان ملاعنہ کے گفتار و کردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے، قرآن عظیم نے ان کے اقرار کو ان کے منہ پر مارا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۳۹۸)

﴿۵﴾واذاقیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول الله لووا رئوسهم ورایتهم یصدون وهم مستکبرون۔☆

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں منافقوں کا حال بد مآل ارشاد ہوا کہ وہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے، اور جو کل نہ

پائیں گے وہ "کل" نہ پائیں گے۔ اللہ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت سے ہمیں بہرہ مند فرمائے۔

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے منکر آج ان سے التجا نہ کرے

وصلی اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین والہ وصحبہ وحزبہ اجمعین۔

﴿۸﴾ یقولون لئن رجعنآ الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل ۔ وللہ العزة ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون۔☆

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن ابی شقی ملعون نے جب وہ کلمہ ملعونہ کہا" لئن ر جعنا الی المد ینة لیخر جن الا عز منها الا ذ ل "اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور نکال باہر کرے گا، عزت والا ذلیل کو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

" وللہ العز ة و لرسو له و للمو منین و لکن المنا فقین لا یعلمو ن "

عزت تو ساری خدو رسول و مومنین ہی کے لئے ہے پر منافقوں کو خبر نہیں۔

(تجلی الیقین ۔۵۰)

سورۃ التغابن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۱۶〉فاتقوا اللہ مااستطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیرًا لانفسکم ط ومن یوق شح نفسہ فاولٓئک ھم المفلحون۔☆

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور فرمان سنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

طاعت حسب استطاعت ہوتی ہے اور موجودہ حالت دیکھی جاتی ہے۔اس سے میں نے پانی کی امید رکھنے والے کیلئے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔اسی سے وہ مسئلہ بھی ہے کہ کوئی برہنہ بدن ہے جن سے کپڑے کا وعدہ کیا گیا،اس کیلئے برہنہ نماز ادا کرنا اور انتظار نہ کرنا جائز ہے۔یہ ہی امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔اور اب میں نے غنیہ میں خود امید آب والے کا مسئلہ دیکھا جو اس طرح ہے(تاخیر مستحب ہے)اور اگر نہ کی اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو جائز ہے اس لیے اس نے اپنی اس قدرت کے مطابق نماز ادا کی جو سبب نماز کے انعقاد کے وقت موجود تھی اور سبب نماز وہ وقت ہے جس سے متصل نماز ادا ہوئی۔

(فتاوی رضویہ جدید ۴/۸۸)

سورۃ الطلاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ یٰایھا النبی اذا طلقتم النسآء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ج واتقوا اللہ ربکم ج لاتخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الآ ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ ط وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ ط لاتدری لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرًا۔☆

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسند احمد و سنن ابی داؤد و ابن ماجہ و صحیح و ابن حبان و مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ سیکو ن فی ھذ ہ الا مۃ قو م یعتد و ن فی الطھو ر و الد عا ء۔

بیشک عنقریب اس امت میں وہ لوگ ہوں گے کہ طہارت و دعاء میں حد سے بڑھیں گے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۳۲)

شی واحد میں حل و حظر دو جہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں۔ طلاق فی نفسہ حلال ہے اور از آنجا کہ شرع کو اتفاق محبوب و افتراق مبغوض ہے۔ حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع

کی طرف صاف اشارہ فرمایا۔

عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اَبۡغَضُ الۡحَلاَلِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالیٰ اَلطَّلاَقُ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں زیادہ ناپسند طلاق ہے۔

عن أبی موسی الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: تَزَوَّجُوۡا وَلَا تُطَلِّقُوۡا ! فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ لَایُحِبُّ الذَّوَّاقِیۡنَ وَالذَّوَّاقَاتِ

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح کرو، اور جب تک عورت کی طرف سے کوئی شک پیدا نہ ہو طلاق نہ دو! کہ اللہ تعالیٰ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا۔

جد الممتار ۲/۴۶۴

نیز فرمایا:

ان المختلعا ت هن المنا فقات ۔

خلع کرانے والیاں منافقات ہیں۔ تو آیت کا وہ حکم اور احادیث کے یہ ارشادات انہیں وجہیں حل وبغض پر ہیں، اگر عورت پر کوئی شبہ ہو یا وہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بوڑھی ہو گئی ہو اور اسے اس قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان صورتوں میں طلاق بلا کراہت جائز ومباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ ادائے مہر پر قادر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دیدینی چاہئے کہ " لا ن یلقی الله و مهر ها فی عنقه خیر له من ان یعا شر امر أ ة لا تصلی کما فی الخا نیة و الغنیة و غیر هما " بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے۔ جیسے اس کو اس کے ماں باپ عورت کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا وناراضی ہو واجب ہے کہ طلاق دیدے۔ اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو۔ "لا ن العقو ق حرا م و الا جتنا ب عن الحرا م وا جب "

حدیث میں فرمایا:

"وان امر اك ان تخر ج من اهلك و ما لك فا خر ج " ہاں بے حاجت بلاوجہ

شرعی طلاق دینا مکروہ وممنوع ہے مگر دیگا تو تو ضرور پڑ جائے گی کہ وہ اس کی زبان پر رکھی گئی " بیدہ عقدۃ النکاح " اس کا مرتکب مکروہ بلکہ گناہ گار رہونا بھی اس کے وقوع کو نہیں روکتا جیسے حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم الٰہی " فطلقو ھن لعد تھن " کی نافرمانی ہے مگر دیگا تو ضرور ہو جائے گی۔　　(فتاوی رضویہ قدیم ۶۰۳/۵-۶۰۴)

﴿۲﴾اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضآروھن لتضیقوا علیھن ط ان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن ج فان ارضعن لکم فأتوھن اجورھن ج واتمروا بینکم بمعروف ج وان تعاسرتم فسترضع له اخرٰی۔☆

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر انہیں ضرور نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ انکے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لئے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔

﴿۳﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں عورتوں کو ضرر رسانی کی حرمت کا بیان ہے، حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی)

عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه قال:قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم:لَا ضَرَرَوَ لَا ضِرَارَ فِي الإِسُلَامِ ۔　　فتاوی رضویہ ۱۳۰/۹

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام میں سختی اور تکلیف پہونچانے کی اجازت نہیں۔۱۲م

سورة التحریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴﴾ ان تتوبآ الی اللہ فقد صغت قلوبکما ج وان تظٰھرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین ج والمٰئکۃ بعد ذٰلک ظھیر۔☆

نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

" صا لح المو منین ابو بکر و عمر "

یہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

روا ہ الطبرا نی فی الکبیر و ابن مر د ویۃ و الخطیب عن ابن مسعو د رضی اللہ تعا لیٰ عنہ "

بلکہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں یوں ہی تھا:

" و صا لح المو منین ابو بکر و و عمر و الملئکۃ بعد ذلک ظھیر "

یہاں اللہ عزوجل اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوبوں کو فرماتا ہے اور جبریل اور ابوبکر وعمر مددگار ہیں۔ (الامن والعلی ۸۷۔۸۸)

﴿۵﴾ عسٰی ربہٗ ان طلقکن ان یبدلہٗ ازوٰجا خیرا منکن مسلمٰت مؤمنٰت قٰنتٰت تٰئبٰت عٰبدٰت سٰئحٰت ثیبٰت وابکارا۔☆

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل

دے اطاعت والیاں ایمان والیاں ادب والیاں توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کنواریاں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

السائح ھو الصائم ۔ فرضیت روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے، ہاں عبارۃً و اشارۃً اس کی فضیلت اور مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۴/۲۷۷)

﴿۶﴾ یایھا الذین اٰمنوا قوآ انفسکم واھلیکم نارًا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملٰئکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ مآ امرھم ویفعلون مایؤمرون۔☆

اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں اپنے اہل وعیال کو ناجائز کاموں سے روکنے کا بیان ہے، انہیں میں یہ بھی ہیں)

ران کھولنا حرام ہے، اور آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے۔ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کلکم راع و کلکم مسئو ل عن رعیتہ۔

تم سب اپنے متعلقین کے سردار وحاکم ہو اور ہر حاکم سے روز قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔

ہاں اگر شوہر منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۴۸۴)

سورۃ الملک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً ط وھو العزیز الغفور۔☆

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

موت اور حیات دونوں وجودی ہیں۔ موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے۔ عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کے قبضہ میں، جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے وہ مرجاتا ہے۔ اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کی سواری میں جس بے جان کے پاس سے نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے (پھر فرمایا) اللہ اکبر یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذات باری عزجلالہ کے کوئی اس سے نہ بچے گا جب آیت نازل ہوئی " کل من علیھا فان، و یبقی وجہ ربك ذو الجلال و الاکرام " جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزت جل جلالہ کا۔ فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی " کل نفس ذائقة الموت " ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ فرشتوں نے کہا اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان وزمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملئکہ مقربین میں جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، اور چار فرشتے حملۂ عرش (عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے ارشاد فرمائیگا اور وہ خوب جاننے والا ہے اب کون باقی ہے؟ عرض کرین گے کے کہ باقی ہیں تیرے بندے جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جایں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہیگا۔ ارشاد فرمائیگا جبریل کی روح قبض کر، جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کی روح قبض کرینگے وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں رب العزۃ کی تسبیح وتقدیس کرتے ہوئے گر پڑینگے، پھر فرمائیگا عزرائیل، اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہیں

تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمائیگا میکائیل کی روح قبض کر، میکائیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدے میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑینگے، پھر ارشاد فرمائیگا عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حملہ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہیگا۔ ارشاد فرمائیگا: اسرافیل کی روح قبض کر اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور پھر فرمائیگا عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے : باقی ہیں تیرے بندے حملہ عرش اور باقی تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہیگا۔ فرمائیگا حملہ عرش کی روح قبض کر وہ سب بھی اسی طرح مرجائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائیگا: عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کرینگے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمائیگا "مُــت" مرجا۔ عزرائیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک پہاڑ کے مانند رب العزت کے حضور سجدے میں تسبیح کرتے ہوے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوا رب العزت جل جلالہ کے کوئی نہ ہوگا، اس وقت ارشاد ہوگا "لمن الملك اليوم" آج کس کے لیے بادشاہت ہے؟ کوئی ہو تو جواب دے، خود رب العزت جل جلالہ جواب فرمائے گا " لله الواحد القهار " اللہ واحد قہار کے لیے ہے، جبتک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام کو زندہ فرمائیگا، صور پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا، جنتی جنت میں اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پاجائیں گے، کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کریگا جہنمی نہایت خوشی کے ساتھ جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی ہے، جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھجکتے ڈرتے غرفات جنت سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے خطا ہوگئی ہے جس سے دوزخ میں بھیج دیے جائیں، پھر موت کا مینڈھا لایا جائے گا، جنتیوں سے پوچھا جائے گا، تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں یہ موت ہے، پھر جہنمیوں کی طرف مونھ کر کے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو سب کہیں گے یہ موت ہے، پھر جنت و دوزخ کے درمیان یحیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اپنے ہاتھ سے

اس کو ذبح فرمائیں گے، پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے کبھی مرنا نہیں، بالکل مایوس ہو کر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا، پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اب تم جنت میں ہمیشہ رہو گے، اب کبھی مرنا نہیں، وہ خوش ہو کر پلٹیں گے ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ (الملفوظ ۴/۷۱ تا ۷۳)

﴿۱۴﴾ الا یعلم من خلق ط وھو اللطیف الخبیر۔☆

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وجود آسمان پر آسمانی کتابوں سے زیادہ کیا دلیل درکار ہے تمام آسمانی کتابیں اثبات وجود آسمان سے مالا مال ہیں، قرآن عظیم میں تو صدہا آیتیں ہیں جن میں آسمان کا ابتدا میں دھواں ہونا، پھر بستہ چیز پھر رب العزت کا اسے جدا جدا کرنا، پھر پھیلانا سات پرت بنانا، اسکا چھت ہونا اسکا نہایت مضبوط بنائے مستحکم ہونا، اس کا بے ستون قائم ہونا، اللہ تعالیٰ کا اسے اور زمین کو چھ دن میں بنانا، روز قیامت اسکا شق ہونا، اٹھا کر زمین کیساتھ ایک بار ٹکرا دیا جانا، پھر اسکا اور زمین کا دوبارہ پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ صاف روشن ارشاد ہیں کہ ان کا انکار نہیں کرسکتا مگر وہ جو اللہ ہی کا منکر ہے، نیز قرآن عظیم میں جا بجا یہ بھی تصریح ہے کہ یہ جو ہم کو نظر آرہا ہے یہی آسمان ہے، تو اس میں گمراہ فلسفیوں کا بھی رد ہے جو آسمانوں کا وجود تو مانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آسکتے، یہ جو ہمیں دکھائی دیتا ہے کرۂ بخار ہے۔

ان نصرانیوں اور ان یونانیوں سب بطلانیوں کے رد میں ایک آیۂ کریمہ کافی ہے" الا یعلم من خلق و ھو اللطیف الخبیر" کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبر دار۔

بنانے والا جو فرمارہا ہے وہ تو نہ مانا جائے اور دل کے اندھے سمجھ کے اوندھے جو اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ سنی جائیں، اس سے بڑھکر گدھا پن کیا ہوسکتا ہے۔ یہ بائبل جواب نصاریٰ کے پاس ہے اسکی پہلی کتاب کا پہلا باب آسمان و زمین کے بیان پیدائش ہی سے شروع ہے۔ رہی دلیل عقلی۔ ذرا انصاف درکار۔ اتنا بڑا جسم جسے کروروں آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس کا وجود محتاج دلیل ہے، یا جو کہے یہ معدوم محض، یہ سب آنکھوں کی غلطی ہے، یہ نری دھوکہ کی ٹٹی ہے، اس کے

ذمے ہے کہ دلیل قطعی سے اسکا عدم ثابت کرے، یوں تو ہر چیز پر دلیل عقلی قائم کرنی ہوگی، آفتاب جسے نصاریٰ بھی مانتے ہیں کیا دلیل ہے کہ یہ فی نفسہ کوئی وجود رکھتا ہے اور نگاہ کی غلطی نہیں۔غرض محسوسات سے بھی امان اٹھ کر دین و دنیا کچھ قائم نہ رہیں گے۔عنادیہ کا مذہب آجائے گا۔ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۵۰)

﴿۱۹﴾اولم یروا الی الطیر فوقھم صٰفّٰت ویقبضن ط مایمسکھن الا الرحمن ط انه بکل شیء بصیر۔☆

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے بیشک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

﴿۵﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ(انه بکل شیء بصیر) تمام موجودات قدیمہ حادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج، یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں وہ نظر کیا آئے گا، تو نقصان جانب قابل ہے نہ کہ جانب فاعل۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قد افتی ائمة سمرقند و بخار اعلی انه (یعنی المعدوم)غیر مرئی و قد ذکر الامام الزاهد الصفار فی اٰخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرویة و کذا المفسرون ذکر واان المعدوم لا یصلح ان یکون مرئی الله تعالیٰ و کذا قول السلف من الاشعریة والماتریدیة ان الوجود علة جواز الرویة مع الاتفاق علیٰ ان المعدوم الذی یستحیل وجوده لا یتعلق به برؤیته سبحنه وتعالیٰ۔

ائمہ سمرقند و بخارا نے یہ فتویٰ دیا کہ (معدوم) دکھائی نہیں دیتا امام زاہد صفار نے کتاب تلخیص کے آخر میں لکھا معدوم کی رویت محال ہوتی ہے اسی طرح مفسرین نے کہا معدوم اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے قابل ہی نہیں اسلاف اشعریہ اور ماتریدیہ کا بھی قول یہی ہے کہ جواز رویت کی علت وجود ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسا معدوم جسکا وجود محال ہے اس کے ساتھ

رویئت باری کا تعلق نہیں ہوسکتا۔

شرح السوی للجزائریہ میں ہے:

انہما (یعنی سمعه تعالیٰ و بصره) لا یتعلقان الا بالموجود والعلم یتعلق بالموجود والمعدوم و المطلق و المقید۔

ان دونوں (اللہ تعالیٰ کے سمع وبصر) کا تعلق موجود سے ہوتا ہےاور علم کا تعلق موجود و معدوم اور مطلق ومقید سے ہوتا ہے۔(ت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

المعدومات التی ما ارادها الله تعالیٰ ولا تعلقت القدرة بایجادها فی ا ز منتها المقدر ة لها ولا کشف عنها العلم موجود ة فی تلك الازمنة فلا یتعلق بها السمع و البصر و کذالك المستحیلات بخلاف العلم فانه یتعلق بالموجود والمعدوم۔

وہ معدومات جنکا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا اور ازمنہ مقررہ میں ان کی ایجاد کے لیے قدرت متعلق نہیں ہوتی اور نہ زمانہ میں موجود ہوکر تحت علم آتی ہیں تو ایسی معدومات سے اللہ تعالیٰ کی سمع وبصر متعلق نہیں ہوتی اور محالات کا معاملہ بھی ایسا ہے بخلاف علم کہ اس کا تعلق موجود اور معدوم دونوں سے ہے

فائدہ۔اعلم انه ربما یلمح کلام القادری فی منح الروض الی تخصیص بصاره تعالی بلا شکال و الالوان وسمعه با لا صوات و الکلام و قد صرح العلا مة اللاقانی فی شرح جوهرة التوحید بعمو مهما کل موجود وتبعه سیدی عبدالغنی فی الحدیقة و هذا کلام اللاقانی قال لیس سمعه تعالی خاصا با لاصوات بل یعم سا ئر المو جو د ا ت ذوا ت کا نت او صفا ت فیسمع ذا ته العلیة و جمیع صفا ته الا ز لیة کما یسمع ذوا تنا و ما قا م بنا من صفا تنا کعلو منا و الو ا ننا و هکذا بصر ه سبحا نه و تعا لیٰ لا یختص با لا لوا ن و لا با لا شکا ل و الا کوا ن فحکمه حکم السمع سوا ء بسوا ء فمتعلقهما وا حد (۱) انتهیٰ، اما ما قا ل اللا قا نی قبل ذلك حیث عر ف السمع با نه صفة از لیة قا ئمة بذا ته تعا لیٰ

تتعلق با لمسمو عا ت او با لمو جو دا ت (۲)

والبـصـر با نه صفة از لية تتعلق با لمبصرا ت او با لمو جو دا ت (۱)الخ فا قـو ل لا يـجـب ان يـكـو ن اشا رة الى الخلا ف بل اتى اولا با لمبصرا ت معتمد ا عـلـى بـدا هة تـصـور ه ثـم اردت بـالموجودات فرارا عن صورةالدور ، وليس فى التـعـبيـر يـن تـنا ف اصلا ، فا ن المبصر ما يتعلق به الا بصا ر و ليس فيه دلا لة علىٰ خـصـو صية شـئـى دو ن شئى فاذا كا ن الا بصا ر يتعلق بكل شئى كا ن المبصر و الـمـو جو د متسا ويين ، نعم لما كا ن ابصا ر نا الد نيو ى العا دى مختصا با للو ن و نـحو ه ربما يسبق الذ هن الىٰ هذ ا لخصو ص فا زا ل الو هم بقو له او با لمو جو دا ت آ تيـا بـكـلـمة او لـلتـخيير فى التعبير ، وهذه نكتة اخر ى للا رداف و انما لم يكتف به لا ن ذكر المبصرا ت ادخل فى التمييز ـ

ثم اقو ل : تـحـقـيـق الـمـقـام ان الا بصا ر لا شك انه لـيـس كا لا را دة والـقـدر ـة والتـكـو ين التى لا يجب فعلية جميع التعلقا ت الممكنة لها بل هو من الـصفا ت التى يجب ان تتعلق با لفعل بكل ما يصلح لتعلقها كا لعلم فعد م ابصا ر بـعـض مـا يـصـح ان يبصر ه نقص فيجب تنز يهه تعا لىٰ عنه كعد م العلم ببعض ما يـصـح ان يـعـلـم ، هـذا مما لا يجو ز ان يتناطح فيه عنزا ن انما الشا ن فى تعبير ما يصح تعلق الا بصا ر به فان ثبت القصر على الا شكا ل و الالوان والا كوا ن فذاك ، وان ثبت عمو م الصحة بكل مو جو د و جب القو ل بتحقق عمو م الا بصا ر از لاً و ابـد اً لـجميع الكا ئنا ت القد يمة والحا دثة المو جو دة فى از منتها المحققة او الـمـقد ر ة لما عر ف من انه لا يجو ز ههنا شئ منتظر ، لكن الا ول با طل للا جما ع عـلـى رؤ ية الـمـو مـنين ربهم تبا رك و تعا لىٰ فى الدا ر الا خر ة فكا ن اجما عا عـلـى ان صحة الابصا ر لا تختص بما ذكر و قد صر ح اصحا بنا فى هذاالمبحث ان مـصـحـح الر ؤ ية هو الو جو د و قد اجمعو ا كما فى الموا قف انه تعا لىٰ يرٰى نـفسـه فتبيـن ان الحق هو التعميم و ان قو له تعا لىٰ انه بل شئ بصير (۲)جا ر على صـرا فة عـمـو مـه مـن دو ن تطر ق تحصيص اليه اصلا هكذا ينبغى التحقيق والله

ولی التوفیق ومن اتقن هذا تیسر له اجراء ه فی السمع بدلیل کلام الله سبحانه و تعالیٰ فافهم والله سبحنه و تعالیٰ اعلم ۔ منه رضی الله عنه ۔

فائدہ:

واضح ہو کہ ''منح الروض'' میں ملا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالیٰ کی بصارت کا اشکال والوں اور اس کی سمع کا اصوات وکلام کے ساتھ اختصاص کا اشارۃ معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ لاقانی نے ''جوہرۃ التوحید'' کی شرح میں اللہ تعالیٰ کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے۔اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذوات ہوں یا صفات، تو باری تعالیٰ اپنی ذات وصفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفات مثلاً ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ وتعالیٰ کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان واشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں۔ انتہیٰ۔

(اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے، الخ۔

اور اللہ تعالیٰ کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے الخ۔

اقول: اس سے متعلق میں کہتا ہوں او یعنی یا، سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کر کے اس کے تصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجودات کو ساتھ ذکر کیا تاکہ دور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات وموجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ مبصر وہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہو سکے جبکہ کسی شئی سے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے، ہاں ہماری دنیاوی عادی ابصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو

اپنائے، اس لئے انہوں نے مذکورہ وہم کے ازالہ کے لئے " او با لمو جو دا ت " کلمہ " او " کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے، تو مبصرات کے بعد موجودات پر اکتفاء اس لئے نہ کیا کیونکہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل ہے۔

پھر میں کہتا ہوں مقام کی تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک، ارادہ، قدرت اور تکوین صفات جیسی نہیں، جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار میں سے ہے جن کا ممکن التعلق سے بالفعل ہونا واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے، تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہوسکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے، جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک ومنزہ ہے، یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہوسکتیں، اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہوسکتا ہے، اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ابصار صرف اشکال والوان واکوان سے ہی متعلق ہوسکتی ہے تو یہی ہوگا۔ اور اگر ثابت ہوجائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہوسکتا ہے تو پھر ازلاً وابداً تمام کائنات وحادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے، کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رؤیت پر اجماع ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ اشکال والوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال والوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس بحث میں تصریح کردی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا مدار صرف وجود ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے۔ تو ابصار میں تعمیم ہی حق ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد " انه بكل شيء بصير " کا اجراء اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہوگا، یوں تحقیق ہونی چاہئے جبکہ اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے، جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، پس سمجھو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ منہ رضی اللہ عنہ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۱۴ تا ۳۱۹) مع حواشی

ایسے لفظ سے یاد کرے مگر یہ انکا اندھا پن بھی چند روز کا ہے "فستبصر ویبصرون بایکم المفتون" عنقریب تو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کسے جنون ہے آج اپنی بے خودی ودیوانگی وکور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے اور دوست و دشمن سب پر کھلا چاہتا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(تجلی الیقین ۴۴ تا ۴۷)

سورۃ المعارج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۳۴〉 والذین ھم علیٰ صلاتھم یحافظون۔☆

اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

〈۳۵〉 اولٰئک فی جنّٰت مکرمون۔☆

یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جلالین شریف امام جلال الملۃ والدین شافعی میں ہے:

یحا فظون بادائھا فی اوقاتھا۔

محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔

نسفی شریف میں ہے:

المحافظۃ علیھا ان لا تضیع عن موا قیتھا ۔

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲۷۲/۵)

سورۃ نوح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲۳﴾ وقالوا لاتذرن الٰھتکم ولاتذرن ودًا ولا سواعًا لا ولا یغوث ویعوق ونسرًا۔☆

اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ودا اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح لما ھلکوا اوحی الشیطان الی قومھم ان انصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلك اولئك ونسخ العلم عبدت

عبد ابن حمید اپنی تفسیر میں ابوجعفر بن مہلب سے راوی:

قال کان ود رجلا مسلما وکان محببا فی قومہ فلما مات عسکر واحول قبرہ فی بابل وجزعوا علیہ فلما رأی ابلیس جزعھم علیہ تشبہ فی صورۃ انسان ثم قال اری جزعکم علیٰ ھذا فھل لکم ان اصور لك مثلہ فیکون فی نادیکم فتذکرونہ بہ قالوا نعم فصور لھم مثلہ فوضعوہ فی نادیھم وجعلوا یذکرونہ فلما رأی ما لھم من ذکرہ قال ھل لکم ان اجعل لکم فی منزل کل رجل منکم تمثالا مثلہ فیکون فی بیتہ فتذکرونہ قالوا نعم فصور لکل اھل بیت تمثالا مثلہ فاقبلوا فجعلوا یذکرونہ بہ قال وادرك ابنائھم فجعلوا یرون ما یصنعون بہ وتناسلوا ودرس امر ذکرھم ایاہ حتی اتخذوا الٰھا یعبدونہ من دون اللہ قال وکان اول ما عبد غیر اللہ فی الارض الصنم الذی سموہ بود۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۹/۲۰۷)

سورۃ الجن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾قل اوحی الی انہ استمع نفرمن الجن فقالوآ انا سمعنا قراٰنا عجبا۔☆

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

﴿۲﴾یھدیٓ الی الرشد فاٰمنابہ ط ولن نشرک بربنآ احدا۔☆

کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

﴿۱﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

و قد کانوا سمعوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صلاۃ الفجر، کما تقدم ؛ و مر حدیث ابن اسحق فی اسلام امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وروی ابن اسحاق فی مسندہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرجت اتعرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان اسلم فوجدتہ قد سبقنی الی المسجد فقمت خلفہ فاستفتح سورۃ الحاقۃ فجعلت اتعجب من تالیف القرآن فقلت ھو شاعر کما قالت قریش فقراٗ انہ لقول رسول کریم وماھو بقول شاعر قلیلاً ما تؤمنون فقلت کاھن علم ما فی نفسی فقرء ولا بقول کاھن قلیلاً ما تذکرون الی آخر السورۃ فوقع الاسلام فی قلبی کل موقع (۱)اقول لکن ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما فی حدیث المذکور نزول الحاقۃ بعد بنی اسرائیل بسبع و عشرین سورۃ و جعلھا من اواخر ما نزل بمکۃ ولا یظھر الجمع بان بعضھا نزل بہ بما فسمعہ عمرقبل ان یسلم و تا خرنزول الباقی و اعتبر ابن عباس الاکثرفان امیر المو

منین یقول فی هذا الحدیث ان صح فاستفتح سورة الحاقة و یذکر الآیات من اواخر ها ثم یقول الی اٰخر السورة فالله تعالیٰ اعلم ۔

بل قال مجاهد فی قوله تعالیٰ فا صدع بما تؤ مر هو الجهر بلقرآن حکاه فی المواهب من المقصد الاول قال قالوافکان ذلک بعد ثلث سنین من النبوة قال الزرقانی تبرئامنه لجزم الحافظ فی سیر ته بان نزول الآیة کان فی السنة الثالثة۔(۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت نماز فجر میں سنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور ابن اسحق کی روایت گذر چکی ہے جو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔

اور ابن اسحاق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں:

اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لئے گھر سے نکلا تو آپ اس وقت مسجد کو جا چکے تھے، میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا، انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو میں قرآن کی تالیف وترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو، میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میری بات معلوم ہوگئی، اسی وقت آپنے یہ آیت پڑھی، نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو سورۃ کے آخر تک۔

چنانچہ اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔

اقول: لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت ہُوا جب سورۂ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں نازل ہو چکیں تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں۔ پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے کس طرح سن لی تھیں جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہوسکتا ہے اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمر نے اس کو سن لیا ہو اور باقیماندہ زیادہ

تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہو اور حضرت عباس نے اکثر باقیماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہو غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ، پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورت کے آخر تک" یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟ پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے، بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا (اے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس کا اعلان کرو۔ اس سے مراد قرآن کو جہراً پڑھنا ہے۔ یہ بات مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے۔

صاحب مواہب نے کہا:

کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ (کہتے ہیں: کہہ کر ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸۸/۵ تا ۹۰)

﴿۲۶﴾ علم الغيب فلايظهر علىٰ غيبهٖ احدا۔☆

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

نفی علم غیب میں وہابیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

عن ربيع بنت معوذ بن عفراء رضى الله تعالىٰ عنها قالت : جاء رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فدخل علىّ صبيحة بنىٰ بى فجلس على فراشى كمجلسك منى ، فجعلت جويريات يضربن الدف لهن ويندبن من قتل من آبائى يوم بدرالى ان قالت احداهن وفينا نبى يعلم ما فى غد،فقال : دعى هذا و قولى الذى كنت تقولين ـ

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری شادی میں تشریف لائے، چھوکریاں دف بجا کر میرے باپ چچا جو بدر

میں شہید ہوئے تھے ان کے اوصاف گاتی تھیں کہ اس میں کوئی بولی: ہم میں وہ نبی ہیں جنہیں آئندہ کا حال معلوم ہے، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے رہنے دو اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جا۔

اقول وباللہ التوفیق: امام الوہابیہ اس حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا جسے کہا اس فصل میں ان آیتوں حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے، تو وہ اس حدیث سے یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آئندہ جاننے کی اسناد مطلقا شرک ہے اگر چہ بعطائے الٰہی جانے کہ اس نے صاف کہہ دیا۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہر طرح مشرک ہے، اور خود مصرع مذکور کا مطلب ہی یوں بتایا کہ چھوکریاں کچھ گانے لگیں اس میں پیغمبر خدا کی تعریف یہ بھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ باتیں جانتے ہیں، بایں ہمہ حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا مگر جب حدیث میں حکم شرک کی اصلا بو نہ پائی تو خود ہی اپنے دعوے سے تنزل پر آیا اور صرف اتنا لکھنے پر بس کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکریوں کو گانے بھی نہ دیا چہ جائیکہ غافل مرد اس کو کہے یا سن کر پسند کرے۔ (تفویہ)

اللہ اللہ، اللہ کے دیئے سے بھی ایسا مرتبہ ماننا اس کے نزدیک شرک ہو تو شکایت نہیں کہ اس کے دھرم میں اس کا معبود کو دہی کسی کو آئندہ باتیں جاننے کا مرتبہ دینے پر قادر نہیں، کیا اپنا شریک کسی کو بنا سکے گا، یونہی یہ امر بھی اسے مضر نہیں کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو بعطائے الٰہی بھی اطلاع علی الغیب کا مرتبہ نہ ملنا صریح مخالف قرآن عظیم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:۔

و ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکنّ اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء ۔

اللہ اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع کا منصب دے ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

و قال اللہ تعالیٰ :۔

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا ـ الا من ارتضی من رسول ـ
غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب و مسلط نہیں کرتا مگر وہ اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

یہاں ''لا یظهر غیبه علی احدا'' نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کہ اظہار غیب تو اولیائے کرم قدست اسرارہم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی بلکہ فرمایا ''لا یظهر علی غیبه احدا'' اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو، ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہونا قرآن عظیم سے کیسا ظاہر ہے مگر اسے کیا مضر کہ جب اس کے نزدیک اللہ کا کذب ممکن جیسا کہ اس کے رسالہ یکروزی سے ظاہر اور فقیر کے رسالہ ''سبحان السبوح عن عیب کذب المقبوح'' میں اس کا رد ظاہر و باہر تو قرآن کی مخالفت اس پر کیا موثر، و الله المستعان علی کل غوی فاجر، اس سب سے گزر کر ہوشیار عیار سے اتنا پوچھئے کہ بالفرض اگر حدیث سے ثابت ہے بھی تو صرف ممانعت کہ انبیاء کی جناب میں ایسا عقیدہ نہ رکھے، وہ شرک کا جبروتی حکم جس کے لئے اس فصل اور ساری کتاب کی وضع ہے کہاں سے نکالا؟ کیا اسی کو اتمام تقریب کہتے ہیں اور یہ اس کا قدیم داب ہے کہ دعوی کرتے وقت آسمان سے بھی اونچا اڑے گا اور دلیل لاتے وقت تحت الثری میں جا چھپے گا اور پیچھا کیجئے تو وہاں سے بھی بھاگ جائے گا، جا بجا ایسی ہی ناتمام اٹکل بازیوں سے عوام کو چھلا اور کاغذ کا چہرہ اپنے دل کی طرح سیاہ کیا۔

ثم اقول: اور انصاف کی نگاہ سے دیکھئے! تو بحمد اللہ تعالیٰ حدیث نے شرک کا تسمہ بھی لگا نہ رکھا، او شرک پسند! او شرک کی حقیقت و شناعت سے غافل! کیا شرک کوئی ایسی ہلکی چیز ہے کہ اللہ کا رسول اور رسولوں کا سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مجلس میں اپنے حضور اپنی امت کو شرک بکتے کفر بولتے سنے اور یونہی سہل دو حرفوں میں گزار دے کہ اسے رہنے دو وہی پہلی بات کہے جاؤ۔

اب یاد کرو حدیث ابی داؤد ویحك انه لا یستشفع بالله علی احد کے متعلق اپنی بدلگامی کی تقریر کو۔

عرب میں قحط پڑا تھا، ایک گنوار نے پیغمبر کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور کہا کہ تمہاری شفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس، یہ بات سن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہوگئے، پھر اس کو سمجھایا کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں وہ کس کے روبرو سفارش کرے۔

سبحان اللہ اشرف الخلوقات محمد رسول کی اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے۔

اقول: انبیاء اولیاء کو ذرہ ناچیز سے کم تر کہنے کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا کہ حضور نے اسے یوں سمجھایا یہ تیرا افتراء ہے، حدیث میں اس کا وجود نہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بے حواس کہنا یہ تیری بیدینی کا ادنٰی کرشمہ اور افتراء ہے، حدیث میں اس کا بھی نشان نہیں اور اللہ عزوجل کی عظمت اس کی صفت پاک اس کی ذات اقدس سے قائم ہے مکان ومحل سے منزہ ہے، کیا جانے تو کس چیز کو خدا سمجھا ہے جس کی عظمت مکانوں میں بھری ہوئی ہے خیر یہ تو تیرے بائیں ہاتھ کے کھیل ہیں۔

تیر بر جائے انبیاء انداز
طعن در حضرت الٰہی کن
بے ادب باش وآنچہ دانی گو
بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

مگر آنکھوں کی پٹی اترواکر ذرا یہ سوچ کہ جو بات عظمت شان الٰہی کے خلاف ہوا سے سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہوتا ہے حالانکہ سفارشی ٹھہرانے کو یہ بات کہ اس کا مرتبہ اس سے کم ہے جس کے پاس اس کی سفارش لائی گئی۔ ایسی صریح لازم نہیں جسے عام لوگ سمجھ لیں ولہذا وہ صحابہ اعرابی رضی اللہ تعالٰی عنہ باآنکہ اہل زبان تھے اس نکتے سے غافل رہے تو کیا ممکن ہے کہ صریح شرک وکفر کے کلمے سنیں اور اصلا کوئی اثر غضب وجلال چہرۂ اقدس پر نمایاں نہ ہو، نہ حضور دیر تک سبحٰن اللہ سبحان اللہ کہیں، نہ اہل مجلس کی حالت بدلے، نہ

ان کہنے والیوں پر کوئی مواخذہ ہو،ایک آسان سی بات قناعت فرمائیں کہ اسے رہنے دو،کیوں نہیں فرماتے کہ اری تم کفر بک رہی ہو،اری تقویۃ الایمان کے حکم سے تم مشرکہ ہوگئیں،تمہارا دین جاتا رہا،تم مرتد ہوئیں،از سر نو ایمان لاؤ،کلمہ پڑھو،نکاح ہوگیا ہے تو تجدید نکاح کرو ،غرض ایک حرف بھی ایسا نہ فرمایا جس سے شرک ہونا ثابت ہو،کہنے والیوں کو اپنا حال اور اہل مجلس کو اس لفظ کا حکم معلوم ہو حالانکہ وقت حاجت بیان حکم فرض ہے اور تاخیر اصلا روا نہیں ،تو خود اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اطلاع علی الغیب کی نسبت ہرگز شرک نہیں ،رہا ممانعت فرمانا وہ بھی یہ بتائے کہ انبیائے کرام وخود سید الانام علیہم افضل الصلوۃ والسلام کی جناب میں اس کا اعتقاد فی نفسہ باطل ہے،یہ منہ دھور کھئے،منع لفظ بطلان معنی ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لئے وجوہ ہیں اور عقل ونقل کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ" اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال "۔

اولا ممکن کہ لہو ولعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنانے گانے اور وہ بھی دف بجانے میں پسند نہ فرمائی،لہذا ارشاد ہوا:اسے رہنے دو اور وہی پہلے گیت گاؤ۔

ارشاد الساری لمعات ومرقات وغیرہ میں اس احتمال کی تصریح ہے۔

ثانیا اقول:ممکن کہ مجلس عورتوں کنیزوں کی کم فہم لوگوں کی تھی ان میں منع فرمایا کہ تو ہم ذاتیت کا سد باب جو شرع حکیم ہے اور امام الوہابیہ کی مت اوندھی،جو محتمل ذو وجوہ بات جس میں برے پہلو کی طرف لے جانے کا احتمال ہو چھوکریوں کو منع کی جائے ،دانشمند مردوں کے لئے اس کی ممانعت بدرجۂ اولیٰ جانتا ہے حالانکہ معاملہ صاف الٹا ہے،ایسی بات سے کم علموں کم فہموں کو روکتے ہیں کہ غلط نہ سمجھ بیٹھیں ،عاقلوں دانشمندوں کو منع کیا ضرور کہ ان سے اندیشہ نہیں۔ (الامن والعلی ۲۰۱ تا ۲۰۴)

سورۃ المزمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ یٰایھا المزمل۔☆

اے جھرمٹ مارنے والے۔

﴿۲﴾قم الیل الا قلیلاً ۔☆

رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے۔

﴿۳﴾ نصفۃ اوانقص منہ قلیلاً۔☆

آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔

﴿۴﴾اوزد علیہ ورتل القراٰن ترتیلاً۔☆

یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

﴿۵﴾ انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔☆

بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

﴿۶﴾ ان ناشئۃ الیل ھی اشد وطأ و اقوم قیلاً۔☆

بیشک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

﴿۷﴾ان لک فی النھار سبحًا طویلاً۔☆

بیشک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں۔

﴿۸﴾واذ کراسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً۔☆

اور اپنے رب نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

﴿۹﴾رب المشرق والمغرب لآ الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلاً۔☆

وہ پورب کا رب اور پچھم کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

﴿۱۰﴾واصبر علیٰ مایقولون واھجرھم ھجرًا جمیلاً ۔☆

اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

﴿۱۱﴾ وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ ومھلھم قلیلاً۔☆

اور مجھ پر چھوڑ و ان جھٹلانے والے مالداروں کو انہیں تھوڑی مہلت دو۔

﴿۱۲﴾ ان لدینآ انکالا وجحیمًا،☆

بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ۔

﴿۱۳﴾ وطعامًا ذاغصۃٍ وعذابًا الیمًا۔☆

اور گلے میں پھنستا ہوا کھانا اور دردناک عذاب۔

﴿۱۴﴾ یوم ترجف الارض والجبال وکانت الجبال کثیبًا مھیلاً۔☆

جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔

﴿۱۵﴾ انآ ارسلنا الیکم رسولاً لا شاھدا علیکم کمآ ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً۔☆

بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔

﴿۱۶﴾ فعصٰی فرعون الرسول فاخذ نٰہ اخذًا وبیلاً۔☆

تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

﴿۱۷﴾ فکیف تتقون ان کفرتم یومًا یجعل الولدان شیبًا۔☆

پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

﴿۱۸﴾ السمآء منفطر بہ ط کان وعدہ مفعولاً۔☆

آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا اللہ کا وعدہ ہو کر رہنا۔

﴿۱۹﴾ ان ھذہٖ تذکرۃ ج فمن شآء اتخذ الیٰ ربہ سبیلاً۔☆

بیشک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

﴿۲۰﴾ ان ربک یعلم انک تقوم ادنٰی من ثلثی الیل ونصفہ وثلثہ وطآئفۃ من الذین معک ط واللہ یقدر الیل والنھار ط علم

ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرؤا ماتیسر من القراٰن ط علم ان سیکون منکم مرضیٰ لا واٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ لا واٰخرون یقاتلون فی سبیل اللہ صلے فاقرؤا ماتیسر منہ لا واقیموا الصلوٰۃ واٰتوالزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضًا حسنًا ط وما تقدموا لانفسکم من خیرٍ تجدوہ عنداللہ ھو خیرًا واعظم اجرًا ط واستغفروا اللہ ط ان اللہ غفور رحیم ۔☆

بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی، اب قرآن میں سے جتنا تم کو آسان ہو اتنا پڑھو اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے اور زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکاۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سورۂ مبارکہ میں قیام اور قرآت نماز کا ثبوت نماز کی فرضیت سے پہلے واضح طور پر موجود ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۸۶/۵)

(۲۰) نماز قبل معراج میں جماعت بھی تھی۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

فقد اخرج احمد و ابن ماجۃ و الحارث فی مسندہ و غیرھم عن اسامۃ بن زید عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالی علیہ و سلم فی اول ما اوحی الیہ، فاراہ الوضوء والصلاۃ، فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفۃ من ماء فنضح بھا فرجہ وفی سیرۃ ابن اسحٰق و سیرۃ ابن ھشام و المواھب اللدنیۃ من المقصد الاول و کتاب الخمیس وافضل القری لقراء ام القری للامام ابن حجر المکی ثم حاشیۃ الکنز للعلامۃ السیدابی السعود الازھری ثم حاشیۃ

الـدرلـلـعـلامة السيـد احـمـد الطحطاوى هذالفظ القسطلانى مزيد امن الزر قانى (قـدورى) مـر ضه لان له طرقا لا تحلو من مقال لكنها متعددة يحصل باجتماعها القوة (ان جبريل بدا له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) وهو باعلى مكة كما عند ابن اسحق اى بجبل الحراء كما فى الخميس (فى احسن صورة واطيب رائحة فقال يـامـحـمـد : ان الـلـه يـقرئك السلام و يقول لك : انت رسولى الى الجن والانس فـادعهـم الـىٰ قول لااله الاالله ثم ضرب برجله الارض فنبعت عين ماء فتوضأ منها جبريل ذاد ابن اسحق ورسول الله ينظر اليه ليريه كيف الطهور الى الصلاة (ثم امره ان يتـوضأ ، وقا م جبر يل يصلى و امر ه ان يصلى معه) زا د فى روا ية ابى نعيم عن عـا ئشة ر ضـى الـلـه تـعـا لـىٰ عنها ، فصلى ر كعتين نحو الكعبة (فعلمه الو ضو ء والـصـلا ة ، ثم عر ج الى السما ء و رجع رسو ل الله صلى الله تعالىٰ عليه و سلم ، لا يـمـر بـحـجـر ولا مـد ر و لا شجر الا و هو يقول : السلام عليك يا رسو ل الله ! حتـى اتـى خـد يـجة ، فـا خبر ها ، فغشى عليها من الفر ح ، ثم امر ها فتو ضأ ت ، وصلى بها كما صلى به جبر ئيل) زا د فى روا ية ، و كا نت اول من صلى (فكا ن ذلك او ل فر ضها) اى تقدير ها (ركعتين) اه

وله تما م سيأ تى و اخر ج الطبرا نى عن ابى را فع رضى الله تعا لىٰ عنه ، قا ل : صـلـى الـنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اول يو م الا ثنين ، وصليت خد يجة ا خر ه ، وصلى على يو م الثلثا ء ۔

تخریج کی ہے احمداور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنی فرج پر چھڑکا۔

سیرت ابن اسحاق میں، سیرت ابن ہشام میں، مواہب لدنیہ کے کتاب الخمیس میں، ابن حجر مکی کی افضل القری لقراء ام القری میں سید ابوالسعو داز ہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحطاوی کے حاشیہ درمختار میں مذکور ہے۔

اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے۔
(روایت کی گئی ہے) بصیغۂ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لیے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے (کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آئے) جبکہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے۔ جیسا کہ سیرت ابن اسحٰق میں ہے۔ یعنی کوہ حرا پر تھے۔ جیسا کہ خمیس میں ہے۔ (اچھی صورۃ اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحاق نے اضافہ کیا ہے کہ۔ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کے لئے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گذرتے وہ کہتا، السلام علیک یا رسول اللہ۔ یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آ گئی۔ پھر رسول اللہ نے انہیں بھی وضوء کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اھ

اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصہ میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸۳/۵ تا ۸۵)

و لفظه عن ابن اسحق ، ثم قام به جبرئیل فصلی به ، و صلی رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصلا تہ ، (الی ان قا ل فی خدیجۃ) صلی بھا رسو ل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما صلی بہ جبر ئیل فصلت بصلا تہ (١) اہ

وقد قا ل تعا لیٰ و طا ئفۃ من الذ ین معک (٢)و اخر ج الشیخا ن عن ابن عبا س رضی اللہ تعا لیٰ عنھما فی حدیث مجئی الجن الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول البعث ، انھم اتو ہ صلی اللہ تعا لیٰ علیہ و سلم و ھو یصلی با صحا بہ صلاۃ الفجر ، قا ل الز رقا نی المرا د با لفجر الر کعتا ن اللتا ن کان یصلیھا قبل طلو ع الشمس الخ ۔

جیسا کہ بعثت والی حدیث گزری ہےاوراس کے الفاظ ابن اسحاق کے ہاں اس طرح ہیں، پھر جبریل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اورآپ کونماز پڑھائی اوررسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز پڑھی۔اھ

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اورایک جماعت ان لوگوں کی جوتمہارے ساتھ ہے۔بخاری ومسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتدائے وحی کے دوران رسول اللہ کے پاس جنات کے آنے کا ذکر ہے۔اس میں ہے کہ جب جنات آپ کے پاس آئے اوراسوقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔

زرقانی نے کہاہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دورکعتیں ہیں جوطلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ (فتاوی رضویہ جدید۵/۸۸)

(۲۰) فرض قرأت صرف ایک آیت کی تلاوت ہے،سورۂ فاتحہ سے ہو یاکسی سورت سے۔سورۂ فاتحہ اورفرضوں کی پہلی دورکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواظبت اوربعض احادیث احادقولیہ سے ثابت ہوا۔یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام ومنفرد پرہے مقتدی پرنہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید۶/۳۳۳)

سورۃ المدثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ یٰایھا المدثر۔☆

اے بالاپوش اوڑھنے والے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن کریم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے، مگر جہاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ اور القاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔ جیسے

یا ایھا النبی انا ارسلنٰک۔

اے نبی! ہم نے تجھے رسول کیا۔

یٰاایّھا الرسول بلغ ما انزل الیک ۔

اے رسول! پہنچا جو تیری طرف اترا۔

یٰاایھا المزمل قم اللیل ۔

اے کپڑے اوڑھ لیٹنے والے! رات میں قیام فرما۔

یٰاایھا المدثر قم فانذر ۔

اے جھرمٹ مارنے والے! کھڑا ہو، لوگوں کو ڈرسنا۔

یٰسٓ والقران الحکیم انک لمن المرسلین ۔

اے یٰسٓ یا اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک تو مرسلوں میں سے ہے۔

طٰہٰ ، ما انزلنا علیک القران لتشقیٰ ۔

اے طٰہٰ یا اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا، کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداہت حضور سید المر سلین وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یا آدم ست با پدر انبیا خطاب

یا ایھا النبی خطاب محمد است صلے اللہ تعالی علیہ وسلم

امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے۔ اور ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے۔ اے مقرب حضرت! اے نائب سلطنت! اے صاحب عزت! اے سردار مملکت! تو کیا کسی طرح محل ریب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووجاہت والا اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد وارا کین سے بڑھ کر پیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالی لہ خصوصاً۔ یاایھاالمزمل ۔ویاایھاالمدثر۔ تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاپوش اوڑھے۔ جھرمٹ مارے لیٹے تھے۔ اسی وضع حالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی۔ بلاتشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے او بانکی ٹوپی والے، او دھانی ڈوپٹے والے، او دامن اٹھا کے جانے والے، او دامن اٹھا کے جانے والے

!فسبحن اللہ و الحمد للہ و الصلوۃ الزھر اء علی الحبیب ذی الجاہ۔

ثم اقول: نہایت یہ ہے کہ اشقیائے یہود مدینہ ومشرکین مکہ جو حضور سے جاہلانہ گفتگوئیں کرتے۔ ان مقالات خبیثہ کو بغرض ردوابطال ومژدہ رسانی عذاب ونکال بارہا نقل فرما یا گیا۔ مگر ان گستاخوں کی اس بے ادبانہ ندا کا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے محل نقل میں بھی ذکر نہ آیا ہاں جہاں انھوں نے وصف کریم سے ندا کی تھی۔ اگرچہ ان کے زعم میں بطور استہزا تھی۔ اسے قرآن مجید نقل کرلایا کہ۔ قا لو ا یا یھا الذ ی نز ل علیه الذ کر ۔ بولے اے وہ جس پر قرآن اترا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخلاف حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کہ ان سے کفار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔ یٰنو ح قد جا د لتنا ء انت فعلت ھذا با لھتنا

یا براھیم یموسیٰ ادع لنا ربك بما عھد عند ك یٰصٰلح ائتنا بما تعد نا ، یا شعیب ما نفقه کثیراً مما تقو ل ۔ بلکہ اس زمانہ کے مطیعین بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے یونہی خطاب کرتے ہیں اور قرآن عظیم نے اسی طرح ان سے نقل فرمائی۔

اسباط نے کہا:

یموسیٰ لن نصبر علی طعام واحد ۔

حواریوں نے کہا:

یعیسیٰ ابن مریم ھل یستطیع ربك ۔

یہاں اس کا بندوبست فرمایا کہ اس امت مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا۔

قال اللہ تعالیٰ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً ۔

رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہ اے زید! اے عمر! بلکہ یوں عرض کرو۔ یا رسول اللہ ، یانبی اللہ یا سید المرسلین ، یا خاتم النبیین ، یا شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیك و سلم وعلیٰ آلك اجمعین ۔

ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی۔ قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنھٰھم اللہ عن ذلك اعظاما لنبیه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ۔ فقالوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ !۔

یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم! کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی۔ جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! کہا کرتے۔

بیہقی امام علقمہ وامام اسود اور ابونعیم امام حسن بصری وامام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی۔ لا تقولوا یا محمد و لکن قولوا یا رسول اللہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔ اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔ ولہٰذا علما تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک، مولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے، غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مرغی وغیرہ

محققین نے فرمایا۔ اگر یہ لفظ کسی دعاء میں وارد ہو جو خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے۔ یا محمد انی توجهت بك الی ربی ۔ تاہم اس کی جگہ یارسول اللہ! یا نبی اللہ کہنا چاہئے حالانکہ الفاظ دعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی ۔ کما یدل علیہ حدیث نبیك الذی ارسلت و رسولك الذی ارسلت ۔ یہ مسئلہ مہمہ جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں ۔ نہایت واجب الحفظ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر اپنے مجموعہ فتاویٰ مسمی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ۔ میں ذکر کی وباللہ التوفیق خیر یہ تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ تھا حضور کے صدقہ میں اس امت مرحومہ کا خطاب بھی خطاب امم سابقہ سے ممتاز ٹھہرا۔

اگلی امتوں کو اللہ تعالیٰ یا ایھا المساکین ۔ فرمایا کرتا توریت مقدس میں جابجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم واوردہ السیوطی فی الخصائص الکبریٰ اور اس امت مرحومہ کو جب ندا فرمائی ہے۔ یا ایھا الذین امنوا ۔

فرمایا گیا ہے یعنی اے ایمان والو! امتی کے لئے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔ سچ ہے پیارے کے علاقہ والے بھی پیارے آخر نہ سنا کہ فرماتا ہے ۔ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔ میری پیروی کرو محبوب ہو جاؤ گے۔

(تجلی الیقین ۳۵ تا ۴۰)

﴿۳﴾ وربک فکبر۔☆

اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت سے تکبیر تحریمہ کی فرضیت ثابت۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸۶/۵)

﴿۴﴾ وثیابک فطھر۔☆

اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت سے نماز میں طہارت ثوب کی فرضیت ثابت۔ (جدید ۸۵/۵)

سورۃ الانسان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾ انا خلقنا الانسان من نطفۃٍ امشاجٍ صلے نبتلیہِ فجعلنٰہُ سمیعًا بصیرًا۔☆

بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کردیا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عقلاً ونقلاً بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ کان انسان نہیں۔ تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع وبصیر فرمایا چشم وگوش نہیں۔ اور باقی اعضا کا سمع وبصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر تو وہ نہیں مگر روح۔

﴿۳﴾ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرًا واما کفورًا۔☆

بیشک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق مانتا یا ناشکری کرنا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں فرمایا کہ انسان یا تو شاکر یعنی مسلمان ہوگا یا کفور یعنی کافر ہوگا، تو آج کل بعض گمراہ فرقوں کا اہل سنت کو بات بات پر کافر ومشرک کہنا آیت کے خلاف یا تو ایمان وکفر کے درمیان کوئی واسطہ نکالنا ہے، یا پھر خود کا فر ومشرک بننا ہے، یہاں اسی کا بیان ہے)

بالجملہ اصلا محل شبہ نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو شرک وکفر اور مقلدین کو کافر ومشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علماء اولیا وصلحا واصفیا بلکہ امت مرحومہ محمدیہ علی مولٰھا وعلیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر ومشرک ٹھہریا۔

وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے

سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرفہ یہ کہ اس فرقۂ ظاہریہ کو احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے۔

امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ۔ واللفظ لمسلم ۔ الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت علیه ۔

یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء به احدهما ۔

جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو یا کافر کہے تو ان دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بیشک ہو۔

امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو الله ولیس کذلك الا حار علیه و لا یرمی رجل رجلا بالفسق و لا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلك هذا مختصرا ۔

جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کلمہ اسی پر پلٹ آئے اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن کرے مگر وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا۔ یہ اختصاراً ہے۔

امام ابن حبان اپنی صحیح مسمی بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بھا احدھما ان کان کافرا والا کفر بتکفیرہ

یعنی جو کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔

علماء فرماتے ہیں یونہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا۔

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۂ ندیہ میں زیر حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر باللہ تعالیٰ او الشرک بہ وکذلک بالزندقۃ والالحاد والنفاق الکفری اہ ملخصا۔

کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا اسی طرح زندیق، الحاد اور نفاق کفری کی نسبت کرکے پکارا (تو خود کافر ہو جائے گا) اھ تلخیصاً۔

کذلک یا مشرک ونحوہ

اسی طرح اسے مشرک کہا تو مشرک ہو جائے گا۔

اقول وباللہ التوفیق: یہ معنیٰ خود انہیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدو اللہ ہے اور عدو اللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اخبث اقسام کفر سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی دخول اولی رکھتا ہے۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ۔

وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے۔ ع

ترک و ہندی درمن آں بیند کہ اوست

(ترک اور ہندی مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو اس میں ہے)

المرء یقیس علی نفسہ۔ (انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔ جب اس نے اسے کافر یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقۃً اوصاف ذمیہ اسی کہنے

والے میں تھے جن کا عکس اس آئینہ الٰہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اس کریہ بدنما شکل کو آئینہ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامن آئینہ اس لوث وغبار سے صاف ومنزہ ہے۔

یہ تو حدیث تھی جو بحکم یقولون من خیر قول البریة ۔ (وہ ساری مخلوق سے بہتر کا قول کہتے ہیں۔ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا:

لا یجاوز تراقیھم۔

(ان کے حلق سے اسلام تجاوز نہیں کریگا۔)

اب فقہ کی طرف چلئے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابوبکر اعمش وغیرہ عامہ علمائے بلخ وبعض ائمہ بخارا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم احادیث مذکورہ پر نظر فرما کر اس حکم کو یونہی مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجب کفر جانتے ہیں۔

سیدا سمٰعیل نابلسی شرح درروغرر مولیٰ خسرو میں فرماتے ہیں:

لو قال للمسلم کافر کان الفقیه ابو بکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشایخ بلخ لا یکفر واتفقت ھذہ المسئلة ببخارا فاجاب بعض ائمة بخارا انه یکفر فرجع الجواب الی بلخ انه یکفر فمن افتی بخلاف قول الفقیه ابی بکر رجع الیٰ قوله الخ (۱) ملخصا ۔

اگر کسی نے مسلمان کو کافر کہا تو فقیہ ابوبکر اعمش اسے کافر قرار دیتے،اور مشائخ بلخ میں سے دوسرے علماء کافر نہیں کہتے۔اتفاقاً یہ مسئلہ بخارا میں پیش آیا اور بعض ائمہ بخارا نے ایسے شخص کو کافر قرار دیا تو یہ جواب واپس بلخ گیا (یعنی کافر کہا جائے گا) تو جس جس فقیہ نے ابوبکر اعمش کے خلاف فتویٰ دیا تھا انہوں نے ان کے قول کی طرف رجوع کرلیا اھ ملخصا۔

رسالۂ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے:

فرجع الکل الی فتاویٰ ابی بکر البلخی وقالوا اکفر الشاتم ۔

تمام علماء نے ابوبکر بلخی کے اس فتوی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس طرح گالی دینے والے کو کافر قرار دیا۔

احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے۔

وینبغی ان لا یکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمة بخارا ۔

ابواللیث اور بعض ائمہ بخارا کے قول پر مناسب یہ ہے کہ کافر نہ کہا جائے۔

اور مذہب صحیح معتمدہ ومرجح فقہائے کرام میں تفصیل ہے کہ اگر بطور سب ودشنام بے اعتقاد تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا جیسے بیباکوں بے قیدوں کو خر بے لجام وسگ بے زنجیر کہیں کہ معنیٰ حقیقی مراد نہیں ورنہ کافر ہو جائے گا۔ فتاویٰ ذخیرہ وفصول عمادی وشرح درروغرروشرح نقایہ بر جندی وشرح نقایہ قہستانی ونہر الفائق وشرح وہبانیہ علامہ عبد البر ودر مختار وحدیقۂ ندیہ وجواہر اخلاطی وفتاویٰ عالمگیری وردالمحتار وغیرہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار ومختار للفتویٰ ومفتی بہ ہے۔

علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا اور کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔

اقول: و باللہ التوفیق ،توضیح اس دلیل کی علی حسب مرامھم (ان کے مقاصد کے مطابق) یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں۔ نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں۔

فان الکفر والاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لا یجتمعان ابدا ولا یرتفعان قال تعالیٰ اما شاکرا واما کفورا ، وقال تعالیٰ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ ۔

کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بہ نسبت نقیض کی دو طرفوں پر ہیں، نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا وہ شاکر ہوگا یا کافر۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔

اب جو یہ شخص مثلاً زید مؤمن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اسی دین اسلام کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر۔

اب عبارات علماء سنئے، ہندیہ میں ہے:

المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المقالات

ان كـا ن ارا د الشتـم و لا يـعتقد ه كا فر الا يكفر و ان كا يعتقد ه كا فر اً فخا طبه بهـذ ا بـنـا ءً على اعتقا ده انه كا فر يكفر كذ ا فى الذ خير ة (۱) انتهى ۔ زا د الشا مـى عن النهر عن الذ خير ة لا نه لما اعتقد المسلم كا فرا فقد اعتقد دين الا سلا م كفر ا ۔

اس قسم کے مسائل میں فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے کہ ان اقوال کا قائل اگر مراد گالی لیتا ہے اور اسے اعتقاداً کافر نہیں گردانتا تو وہ کافر نہیں اور اگر اسے اعتقاداً کافر گردانتے ہوئے کافر کہتا ہے تو پھر یہ کفر ہوگا۔ كذافى الذخيرة انتهى ۔

شامی نے نہر کے حوالے سے ذخیرہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ کیونکہ وہ ایک مسلمان کو کافر مان رہا ہے گویا اس نے دین اسلام کو کفر گردانا ہے۔

درمختار میں ہے:

عـز ر الشـا تـم بيا كا فر و هل يكفر ان اعتقد المسلم كا فر انعم وا لا لا به يفتي ۔

یا کافر کے ساتھ گالی دینے والے پر تعزیر نافذ کی جائے گی، کیا وہ شخص کافر ہوگا جو مسلمان کو کافر گردانتا ہے؟ ہاں وہ کافر ہوگا۔ اور اگر کافر نہیں گردانتا تو کافر نہیں، اسی پر فتویٰ ہے

علامہ ابراہیم اخلاطی نے فرمایا:

الـمـختا ر للفتو ى فى جنس هذ ه المسا ئل ان القا ئل اذا ارا د به الشتم لا يـكـفـر و اذا اعتقد كفر المخا طب يكفر لا نه لما اعتقد المسلم كا فر ا فقد اعتقد ان دين الا سلا م كفر و من اعتقد هذا فهو كا فر ۔

ان مسائل میں مختار اور مفتی بہ یہی ہے کہ اگر قائل نے اس سے گالی مراد لی تو کافر نہیں ہوگا اور جب مخاطب کو کافر جانے گا تو کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اس نے ایک مسلمان کو کافر جانا تو گویا اس نے دین اسلام کو کفر جانا اور جو ایسی بات کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہوتا ہے۔

علامہ عبد العلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا:

قـد اختـلـف فـى كفر من ينسب مسلما الى الكفر ففى الفصو ل العما دية اذا قـا ل لـغيـر ه يـا كـا فر كا ن الفقيه ابو بكر الا عمش يقو ل يكفر القا ئل و قا ل

غیرہ لا یکفر و المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل الخ (۱) ذکر مثل ما مر عن الذخیرۃ بنقل الھندیۃ و النھر معاً سواء بسواء۔

اس شخص کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے جس نے کسی مسلمان کی کفر کی طرف نسبت کی، فصول عمادیہ میں ہے جب کسی نے غیر کو یا کافر کہا تو فقیہ ابو بکر اعمش ایسے شخص کو کافر جانتے لیکن دیگر علماء کافر نہیں جانتے، اور مختار مفتی بہ ایسے مسائل میں یہ ہے الخ۔

گزشتہ عبارت کے مطابق ذخیرہ سے ہندیہ اور نہر دونوں کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا:

المختار انہ لو اعتقد ھذ الخطاب شتما لم یکفر و لو اعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا کما فی العمادی و ما فی المواقف انہ لم یکفر بالاجماع ارید بہ اجماع المتکلمین۔

مختار یہ ہے کہ اگر اس خطاب سے گالی کا اعتقاد رکھتا ہے تو کفر نہیں اور اگر مخاطب کو کافر جانتا ہے تو کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس نے اسلام کو کفر جانا ہے۔ جیسا کہ عمادی میں ہے۔ اور مواقف میں جو آیا ہے کہ وہ بالاجماع کافر نہیں تو اس سے اجماع متکلمین مراد ہے۔

مجمع الانہر شرح منتقی الابحر میں ہے:

قذف مسلما بیا کافر و اراد الشتم و لا یعتقدہ کفرا فانہ یعزر و لا یکفر و لو اعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا (۳)

اگر کسی نے کسی مسلمان کو یا کافر کہہ کر تہمت لگائی اور مراد گالی لی اور اسے کافر نہ جانا تو ایسی صورت میں اس پر تعزیرا فذ کی جائے گی مگر کافر نہ ہوگا۔ اور اگر مخاطب کو کافر جانا تو کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔

علامہ عبد الغنی شرح طریقۂ محمدیہ میں احکام سے ناقل:

المختار للفتوی (فذکر عین ما مر عن البرجندی و زاد) و من اعتقد ان دین الاسلام کفر کفر۔

مختار للفتویٰ یہ ہے (پھر بعینہ وہی ذکر کیا جو برجندی سے گزرا ہے اور یہ اضافہ کیا) اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ دین اسلام کفر ہے وہ کافر ہو گیا۔

اس مذہب مفتی بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ کو سخت دقت کہ یہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر ومشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دو مذہب ان کا کافر ہونا لازم اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانوں کو ناحق مشرک کہا تھا احادیث صحیحہ ومذاہب ائمہ کرام وفقہاے عظام پر خود انھیں کے ایمان کے لالے پڑگئے۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

ما ذااخا ضك یا مغرور فی الخطر حتی ھلکت فلیت النمل لم تطر

(تو نے دیکھا کہ پروانہ کے خون ناحق نے شمع کو اس طرح اماں نہیں سی کہ وہ رات کو سحر کردے) اے مغرور! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈال دیا حتی کہ تو ہلاک ہوا کاش چیونٹی نہ آڑتی مگر حاشاللہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا اور رسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خاطی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ضال ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر ہیہات کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بدراہ نہیں، اپنی جانوں کے دشمن ہیں عدو اللہ نہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کفوا عن اھل لا الہ الااللہ لا تکفر و ھم بذنب ،فمن اکفر اھل لا الہ الا اللہ فھم الی الکفر اقرب (۱) اخرجہ الطبر انی فی الکبیر یسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما۔

یعنی لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا الہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔

اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ثلث من اصل الا یما ن الکف عمن قا ل لا الہ الا اللہ و لا تکفر ہ بذ نب

و لا تـخر جه من الا سلا م بعمل الحديث۔ اخر جه ابو دا ئو د عن انس ر ضی الله تعا لیٰ عنه ۔

یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے سے زبان روکی جائے اسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرۂ اسلام سے خارج نہ بتائیں۔الحدیث ۔اسے ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

الا سـلا م يـعـلـو و لا يعلی ۔ اخر جه الدا ر قطني و البيهقي و ا لضيا ء عن عائذ بن عمر و المر نی ر ضی الله تعالیٰ عنه ۔

اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔اسے دارقطنی ،بیہقی اور ضیاء مقدسی نے حضرت عائذ بن عمرو المرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تـكفر وا احد ا من اهل القبلة ۔ اخر جه العقيلي عن ابی الدر دا ء ر ضی الله تعا لیٰ عنه ۔

اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔اسے عقیلی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد:

و لا تكفر احد ا من اهل القبلة ۔

اہل قبلہ سے کسی کو ہم کافر نہیں کہتے۔

اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا:

لا يخر ج الا نسا ن من الا سلا م الا جحو د ما اد خله فيه ۔

انسان کو اسلام سے کوئی چیز خارج نہیں کرسکتی مگر اس شیئ کا انکار جس نے اسے اسلام میں داخل کیا تھا۔

یاد ہے اور جب تک تاویل وتوجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہوجائیں

مدعی اسلام کی تکفیر سے گریز چاہیے، پھر ان چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعۂ سابقہ صلاح ودیانت طائفہ کے لئے پورا مرثیہ اورانہیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوائے نفس کو پالتے اوراس کے آگے کیسی کیسی احادیث کو پس پشت ڈالتے ہیں، ھذا۔

و اقول یظھر للعبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ ان ھھنا فی کلمات العلماء اطلاقا فی موضع التقیید کما ھو داب کثیر من المصنفین فی غیر ما مقام و انما محل الاکفار بالکفار المسلم اذا کان ذلک لا عن شبھة او تاویل و الا فلا فانہ مسلم بظاھرہ و لم نؤمر بشق القلوب و التطلع الی اماکن الغیوب و لم نعثر منہ علی انکار شئی من ضروریات الدین فکیف یھجم علی نظیر ما ھجم علیہ ذلک السفیہ ھذا ھو التحقیق عند الفقھاء الکرام ایضا یذعن بذلک من احاط بکلامھم و اطلع علی مرامھم رحمة اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین الا تری ان الخوارج خذلھم اللہ تعالیٰ قد اکفروا امیر المومنین و مولی المسلمین علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم ھم عندنا لا یکفرون کما نص علیہ فی الدر المختار و البحر الرائق و رد المحتار و غیرھا من معتبرات الاسفار و اما ما مر من تقریر الدلیل علی التکفیر فانت تعلم ان لازم المذھب لیس بمذھب و اما م الاحادیث فمؤولة عند المحققین کما ذکرہ الشراح الکرام۔

اقول و من ادل دلیل علیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحدیث المار فھو الی الکفر اقرب فلم یسم کافرا وانما قربہ الی الکفر لان الاجتراء علی اللہ تعالیٰ او بمثل ذلک قد یکون یرید الکفر و العیاذ باللہ رب العلمین و لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

میں کہتا ہوں عبد ضعیف، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے، پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہاں مقام تقیید میں عبارات علماء میں اطلاق ہے جیسا کہ کسی مقام پر اکثر مصنفین کا یہی طریقہ دیکھا گیا ہے کسی کو کسی مسلمان کے کافر قرار دینے پر اس وقت کافر قرار دیا جاسکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل وشبہ نہ ہو ورنہ اگرایک وہاں شبہ ہوسکتا ہوتو کافر نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے اور امور غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم اس

کے کسی ایسے عمل پر مطلع ہوئے ہیں جو ضروریات دین کے انکار میں سے ہو اور ہم اس طرح اس پر حملہ آور کیسے ہو سکتے جس طرح وہ بیوقوف کسی دوسرے پر ہوا ہے، فقہاء کرام کی یہ تحقیق ہے نیز ہر اس شخص کو بھی اس بات کا اذعان حاصل ہو جائے گا جس نے فقہاء رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے کلام کا احاطہ کیا اور ان کے مدعا سے آگاہ ہوا ہو کیا آپ نہیں جانتے کہ خوارج نے (اللہ انہیں رسوا کرے) امیر المومنین مولائے مسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دیا پھر وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں، جیسا کہ اس پر درمختار، بحرالرائق، ردالمحتار اور دیگر معتبر کتب میں تصریح ہے، اور جو تکفیر پر تقریر دلیل گزری ہے، آپ جانتے ہیں لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا، رہا معاملہ احادیث کا تو وہ محققین کے ہاں مؤول ہیں اپنے ظاہر پر نہیں جیسا کہ شارحین کرام نے ذکر کیا ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) سب سے قوی دلیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزشتہ ارشاد گرامی ہے کہ وہ کفر کے زیادہ قریب ہے، آپ نے اسے کافر نہیں فرمایا قریب کفر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے جرأت و دلیری ہے کیونکہ ان جیسے الفاظ سے بعض اوقات کفر مراد ہوتا ہے۔ رب العلمین اپنی پناہ عطا فرمائے۔

خیر تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ یہ حضرات غیر مقلدین وسائر اخلاف طوائف نجدیہ مسلمانوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرا کر ہزار ہا کا برائمہ کے طور پر کافر ہو گئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے۔ والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ۔

علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

انہ یصیر مرتدا علی قول جماعہ و کفی بھذا خسارا و تفریطا،

ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ مرتد ہو گیا اور یہ خسارے اور کمی میں کافی ہے۔

تو بحکم شرع ان ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم۔ اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

فی الدر المختار عن شرح الوھبانیۃ للعلامۃ حسن الشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل و النکاح فاولادہ اولاد زنی و ما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ و تجدید النکاح۔

درمختار میں علامہ حسن شرنبلالی کی شرح الوہبانیہ کے حوالے سے ہے جس سے بالاتفاق کفر لازم آئے اسکی وجہ سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل، اور اسکی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور جس کے کافر ہونے میں اختلاف ہو اس پر استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے۔(ت)

اہل سنت کو چاہئے ان سے بہت پرہیز رکھیں، ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انھیں شریک نہ کریں، ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت ومخالطت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بدمذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب منقلب۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجليس الصالح و جليس السوء كحامل المسك و نافخ الكير فحامل المسك اما ان يحذيك و اما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ريح طيبة و نافخ الكير اما ان يحرق ثيابك و اما ان تجد منه ريحا خبيثة۔(۳) رواه الشيخان عن ابى موسى الاشعرى رضى الله تعالىٰ عنه۔

نیک ہم نشین اور بدجلیس کی مثال یونہی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ہبہ کریگا یا تو اس سے خریدیگا، اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی، اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل جليس السوء كمثل صاحب الكيران لم يصبك من سواده اصابك من دخانه۔(۱) رواه عنه ابوداود و النسائى ۔

یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا۔ اسے ابوداود اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حاصل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ و العیاذ باللہ

تعالیٰ ۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

انما سمی القلب من تقلبه انما مثل القلب مثل ریشة با لفلا ة تعلقت فی اصل شجرة تقلبها الریاح ظهر البطن ۔رواه الطبر انی فی الکبیر بسند حسن عن ابی موسیٰ الا شعری رضی الله تعالیٰ عنه و لفظه عند ابن ماجة مثل القلب مثل الریشة تقلبها الریاح بفلاة اسناده جید ۔

دل کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے لپٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی الٹا۔
اسے طبرانی نے المعجم میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت کیا۔

اور اس روایت کے الفاظ ابن ماجہ میں یوں ہیں:
دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جسے ہوائیں جنگل میں پلٹ دے رہی ہوں ۔اس کی سند جید ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اعتبرو الا رض بـا سمـا ئها و اعتبر و االصاحب با لصا حب (٤) اخر جه ابن عدی عن ابن مسعو د رضی الله تعا لیٰ عنه مر فو عا و البیهقی فی الشعب عنه مو قو فا و له شوا هد بها یر تقی الی در جة الحسن ۔

زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اس کے ہمنشین پر۔اسے ابن عدی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا اور بیہقی نے انہی سے موقوفا روایت کیا ہے، اس روایت کے شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے اسے حسن کا درجہ حاصل ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ایا ك و قرین السو ء فا نك تعرف (١) روا ه ابن عسا کر عن انس بن ما لك رضی الله تعا لیٰ عنه ۔

برے مصاحب سے بچ کہ تو اسی سے پہچانا جائے گا۔اسے عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جا نتے ہیں، اور بدمذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہولناک ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ " المقا لة المسفرة عن احکا م بد عة المکفر ة " میں ذکر کیں، بالجملہ ہر طرح ان سے دوری مناسب، خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب، اوران کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔

امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سر کم ان تقبل صلا تکم فلیؤ مکم خیا رکم۔

اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہئے کہ تمہارے نیک تمہاری امامت کریں۔

حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سر کم ان تقبل صلا تکم فلیؤ مکم خیا رکم فا نھم و فد کم فیما بینکم و بین ر بکم۔

اگر تمہیں اپنی نماز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہئے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہوں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تم میں اور تمہارے رب میں۔

دار قطنی و بیہقی اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلو ا ائمتکم خیا ر کم فا نھم و فد کم فیما بینکم و بین ربکم۔

اپنے نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے وسائط ہیں درمیان تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے۔

اقو ل : والا حا دیث و ان ضعفت فقد تا ئید ت اذ عن ثلثة من الصحا بة و ردت علیھم جمیعاً رضوا ن المولیٰ جل و علا و تقد س و تعا لیٰ۔

میں کہتا ہوں: یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ تائید کررہی ہیں کیونکہ یہ تین صحابہ سے مروی ہیں جن پر اللہ جل وعلا وتقدس تعالٰی کی رضا وارد ہے۔

الحمد للہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع اور چہارم ذی الحجہ روز جاں افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلاۃ و تحیۃ کو بدرسمائے اختتام ہوئی۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمد و اٰلہ والائمۃ المجتہدین و المقلدین لہم باحسان الی یوم الدین والحمد للہ رب العٰلمین و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۷۰۹/۶ تا ۷۲۱)

سورۃ النبا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۳۸﴾یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا۔☆

جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرا باندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

﴿۱﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی:

الروح ملک فی السماء السابعۃ واعظم من السمٰوٰت و من الجبال و من الملئکۃ یسبح کل یوم اثنی عشر الف تسبیحۃ یخلق اللہ من کل تسبیحۃ ملکا من الملٰئکۃ یجئی یوم القیٰمۃ صفا وحدہ۔

یہ روح فرشتہ آسمان ہفتم میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے، وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے۔اللہ عزوجل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے یہ روح (فرشتہ) روز قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔

معالم التنزیل میں بروایت عطاء ابن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے: الروح ملک من الملئکۃ ما خلق اللہ تعالٰی مخلوقا اعظم منہ فاذا کان یوم القیٰمۃ قام وحدہ صفا و قامت الملائکۃ کلھم صفا واحدا فیکون اعظم خلقۃ مثلھم۔ روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالٰی نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف، تو اس کی جسامت ان سب کے برابر ہوگی۔ (فتاوی رضویہ جدید ۹/۲۰۳)

سورۃ النازعات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۵﴾فالمدبرٰت امرًا۔☆

پھر کام کی تدبیر کریں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ صفت بھی بالذات ذات الٰہی جل وعلا کی ہے۔قال تعالیٰ : یدبر الأمر۔

حالانکہ حدیث میں فرمایا:

عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال:فی قولہ تعالیٰ :فالمدبرات امرا' ھم الملائکۃ و کلوا بامور عرفھم اللہ تعالیٰ العمل بھا ،قال عبدالرحمن بن سابط : یدبرالامر فی الدنیا اربعۃ ،جبریل ،ومیکائیل ،وملک الموت ،واسرافیل ،علیھم السلام ،اما جبرئیل فمؤکل بالوحی والبطش وھزم الجیوش واما میکائیل فمؤکل بالمطر والنبات والارزاق ،واما ملک الموت فمؤکل بقبض الانفس ،واما اسرافیل فھو صاحب الصور ولاینزل الا لامر عظیم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مدبرات امر ملائکہ ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کئے گئے ہیں جنکی کاروائی اللہ عزوجل نے انہیں تعلیم فرمائی،عبدالرحمٰن بن سابط نے فرمایا: دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں ،جبرئیل ،میکائیل ،عزرائیل ،اوراسرافیل علیہم السلام ۔جبرئیل تو وحی الٰہی ،ہواؤں اور لشکروں پر مؤکل ہیں ،کہ ہوائیں چلانا ،لشکروں کو فتح شکست دینا ان سے متعلق ہے۔میکائیل باراں اور روئیدگی پر مقرر ہیں ،کہ مینھ برساتے اور درخت وگھاس اور کھیتی اگاتے ہیں۔عزرائیل قبض ارواح پر مسلط ہیں۔اسرافیل صور پھونکنے کیلئے مقرر ہیں اور زمین پر کوئی عظیم حکم لیکر اترتے ہیں۔علیہم الصلوۃ والسلام۔

(الامن والعلی ۱۵)

اللہ اکبر، قرآن عظیم وہابیہ پر ایک سے ایک سخت آفت ڈالتا ہے۔

حدیث میں فرمایا: القر آ ن ذو وجو ہ۔

قرآن متعدد معانی رکھتا ہے۔

روا ہ ابو نعیم عن ابن عبا س رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علما فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنی پر حجت ہے۔

و لم یزل الا ئمۃ یحتجو ن بہ علی و جو ھہ و ذلک من اعظم و جو ہ اعجا زہ و قد حققنا ھذا المرا م فی رسالتنا الز لا ل لانقی من بحر سبقۃ الا تقی ۔

اولیائے کرام بعد انتقال تمام عالم میں تصرف کرتے

اور کاروبار جہاں کی تدبیر فرماتے ہیں

اب اسی آیہ کریمہ کے دوسرے معنی لیجئے تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

او صفا ت النفو س الفا ضلۃ حا ل المفا رقۃ فا نہا تنز ع الا بدا ن عر فا ای نز عا شد یدا من اغرا ق النا زع فی القو س فتنشط الی عا لم الملکو ت و تسبح فیہ فتسبق الی حظا ئر القد س فتصیر لشر فہا و قو تہا من المد برا ت ۔

یعنی یا ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیرہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی پس اب وہ اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہو جاتی ہیں۔ تو بحمد اللہ تعالیٰ اولیائے کرام بعد وصال عالم میں تصرف کرتے اور اس کے کاموں کی تدبیر فرماتے ہیں۔ فللہ الحجۃ البا لغۃ

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل کر کے فرماتے ہیں:

و لذا قیل اذا ت تحیر تم فی الا مو ر فا ستعینو ا من اصحا ب القبو ر الا

انہ لیس بحدیث کما توہم و لذااتفق الناس علی زیارۃمشاھدۃ السلف والتو سل بھم الی اللہ تعالیٰ و ان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکی الیہ ھو اللہ ۔

یعنی اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہوتو مزارات اولیاء سے مدد مانگو مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا، اور اسی لئے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بیدین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہاں میں نے کہا تھا یہ صفت حضرت عزت کی ہے نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے رب عزوجل فرماتا ہے:

قل من یرزقکم من فی السماء والارض و من یملك السمع والابصار و من یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی و من یدبر الامر فسیقولون اللہ فقل افلا تتقون ۔

اے نبی ان کافروں سے فرمادو وہ کون ہے جو تمہیں آسمانوں وزمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھ کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی اب کہہ دیں کہ اللہ تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔

قرآن عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافرو مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں ان سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے تو اللہ ہی کو بتائیں گے دوسرے کا نام نہ لیں گے اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کے لئے ثابت فرماتا ہے، قسم ان محبوبان خدا کی جو عالم میں تدبیر وتصرف کرتے ہیں ایمان سے کہنا وہابیت کے دھرم پر قرآن عظیم شرک سے کیوں کر بچا۔

سوسوالوں کا ایک جواب

اے ناپاک طائفے کی سنگت والو جب تک ذاتی وعطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن وحدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمہاری شرکیات

کے راگ متعلقہ تدبیر وتصرف واستمداد واستعانت ودافع البلاء وحاجت رواومشکل کشاوعلم و غیب وندا وغیرہا سب کافور ہوجائیں گے اوراللہ تعالیٰ کے مبارک منصور بندے آنکھوں دیکھے منصور نظر آئیں گے۔ الا ان حزب اللہ هم الغالبون ۔

(الامن والعلی ۸۵ تا ۸۷)

﴿۴۰﴾واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ۔☆

اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔

﴿۲﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں جمع فرمادیا ہے۔ یہی جہاد اکبر ہے۔

حدیث میں ہے۔ جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا:

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر ۔

ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔

ایک صاحب کو انار کی خواہش میں تیس برس گزر گئے اور نہ کھایا اس کے بعد خواب میں زیارت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ فرماتے ہیں:

ان لنفسك عليك حقا ۔

تیرے نفس کا بھی کچھ تجھ پر حق ہے۔

صبح اٹھے انار کھایا۔ اب نفس نے دودھ کی خواہش کی، فرمایا تیس برس خواہش کر پھر شاید حضور تشریف لائیں اور فرمائیں۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ صبر کر فوراً خلش دور ہوگئی۔

اس وقت کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی یا شیطانی۔ جس کے دو امتیاز سہل ہیں: ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں جلدی کا تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کرلو اور نفس کو ایسی جلدی نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جمارہتا ہے جب تک پوری نہ ہو اسے بدلتا نہیں۔ اسے واقعی اسی شئی کی خواہش ہے اگر شیطانی ہے تو ایک چیز کی خواہش ہوئی وہ نہ ملی دوسری چیز کی ہوگئی، وہ نہ ملی تیسری کی ہوگئی۔ اس واسطے کہ اس کا مقصد گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔

ایک صاحب کسی بزرگ کے یہاں آئے دیکھا کہ پانی پینے کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہے، انہوں نے کہا کہ پانی دھوپ میں رکھا رہا گرم ہوگیا ہوگا، فرمایا: صبح تو سایہ ہی تھا پھر دھوپ آگئی

،میں نے اللہ سے شرم کی کہ نفس کی خاطر قدم اٹھاؤں۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روزہ تھا، طاق میں پانی ٹھنڈا ہونے کے لئے آب خورہ میں رکھ دیا تھا، عصر کے مراقبہ میں تھے، حوران بہشتی نے یکے بعد دیگرے سامنے سے گزرنا شروع کیا، جو سامنے آتی اس سے دریافت فرماتے تو کس کے لئے ہے، وہ ایک بندۂ خدا کا نام لیتی، ایک آئی اس سے پوچھا اس نے کہا میں اسکے لئے ہوں جو روزہ میں پانی ٹھنڈا ہونے کو نہ رکھے، فرمایا: اگر تو سچ کہتی ہے تو اس کوزہ کو گرادے، اس نے گرادیا۔اس کی آواز سے آنکھ کھل گئی دیکھا تو وہ آب خورہ ٹوٹا پڑا ہے۔

دو فرشتے آپس میں ملے، ایک نے پوچھا کہاں جاتے ہو دوسرے نے کہا فلاں عابد کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ ہے اور وہ پیا چاہتا ہے مجھے حکم ہے کہ جا کر پر ماروں اور گرادوں اور تم کہاں جاتے ہو کہا ایک فاسق دیر سے دریا میں بنسی ڈالے بیٹھا ہے اور مچھلیاں نہیں پھنستیں، مجھے حکم ہے جاؤں اور پھانس دوں۔

(اسی تذکرہ میں ارشاد فرمایا) اگر چالیس دن گزر جائیں کہ کوئی علت یا قلت یا ذلت نہ ہو تو خوف کرے کہ کہیں چھوڑ نہ دیا گیا۔حدیث میں ہے جب کوئی مقبول بندہ رب عزوجل کی طرف اپنی کسی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور گڑگڑاتا ہے، جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم کو ارشاد ہوتا ہے۔اے جبرئیل اس کی حاجت رہنے دے کہ مجھے اس کا گڑگڑانا اور میری طرف منہ اٹھانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔اور جب کوئی فاسق اپنی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔اے جبرئیل اس کی حاجت جلد روا کردے کہ مجھے اپنی طرف اس کا منہ اٹھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

اس حدیث میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام حاجت روا ہیں۔اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت روا و مشکل کشا و دافع البلا ماننے میں کسی مسلمان کو تامل ہوسکتا ہے؟ وہ تو جبرئیل کے بھی حاجت روا ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

(الملفوظ ۱/۱۰۰تا۱۰۲)

سورۃ التکویر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۵﴾فلا اقسم بالخنس۔☆

تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ ان کے وقوف، استقامت اور رجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں پھر سیدھے ہو جاتے ہیں، اسی لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔

ابن ابی حاتم تفسیر میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے " فلا اقسم با لخنس " کی تفسیر میں روای۔

قال خمسة النجم زحل و عطارو المشتری والمریخ و زهرة لیس فی الکواکب شئی یقطع المجرة غیرها۔

یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے ادھر ادھر ہیں وہ وہیں ہیں ان کی حرکت طبعیۃ خفیفہ خفیہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے چند ہی مدت میں اس پار چلے گئے یہ شان انہیں پانچ نجوم کی ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۷۰)

﴿۲۴﴾وما هو علی الغیب بضنین ۔☆

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر معالم وخازن میں اس آیت کے تحت ہے:

يقول انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يا تيه علم الغيب فلا يبخل به عليكم بل يعلمكم۔

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوغیب کاعلم آتا ہے، وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے، تم کو بھی اس کاعلم دیتے ہیں۔

(خالص الاعتقاد۔۱۴)

سورۃ الانشقاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۸﴾ والقمر اذا اتسق ۔☆

اور چاند کی جب پورا ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

بعض از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واویسیان تحصیل کمالات باطنی از انہا می نمانید وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند ومی یابند۔

نیز تفسیر عزیزی میں ہے: سوختن گویا روح را بے مکان ساختن است ودفن کردن گویا مسکن برائے روح ساختن است بنابرایں از اولیائے مدفونین ودیگر مومنین انتفاع واستفادہ جاری است وآنہارا افادہ واعانت نیز متصور۔

نیز اسی میں تفسیر سورۃ مطففین میں ہے:

مقام علیین بالائے ہفت آسمان است وپائین آں متصل بسدرۃ المنتہیٰ وبالائے آں متصل بہ پائے عرش مجید وارواح نیکاں بعد از قبض در آنجا میر سند ومقربان یعنی انبیاء واولیاء درآں مستقر می مانند وعوام صلحارا برحسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان وزمین یا در چاہ زمزم قرار می دہند وتعلق قبر نیز، ایں ارواح را باشد کہ بحضور زیادت کنندگان واقرب ودیگر دوستاں بر قبر مطلع ومستانس می گردند زیرا کہ روح را قرب وبعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود و

مثال آں در وجود انسانی روح بصری است کہ ستارہائے ہفت آسمان دروں چاہ رامی تواند دید"۔

حیات شہدا قرآن عظیم سے ثابت ہے اور شہدا سے علماء افضل ۔حدیث میں ہے روز قیامت شہدا کا خون اور علما کی دوات کی سیاہی تولے جائیں گے،تو علماء کی دوات کی سیاہی شہدا کے خون پر غالب آئے گی ۔اور علماء سے اولیاء افضل ہیں تو جب شہدا زندہ ہیں اور فرمایا کہ انہیں مردہ نہ کہو تو اولیاء بدرجہاان سے افضل ہیں ضرور ان سے بہتر حی ابدی ہیں۔

قران عظیم کے ایجازات میں یہ بھی ہے کہ امر ارشاد فرماتے ہیں:اور اس سے اسکے امثال اور اس سے اشل پر دلالت فرمادیتے ہیں جیسے۔ لا تقل لهما اف و لا تنهر هما ۔

ماں باپ کو ہوں کہنے سے ممانعت فرمائی جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ خود ہی منع ہو گیا ۔اور یہیں دیکھئے حیات شہداء کی تصریح فرمائی اور حیات انبیاء کا ذکر نہیں کہ اعلیٰ خود ہی مفہوم ہو جائے گا ۔اس دلالت النص میں اولیاء بلاشبہ داخل۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۴۲۔۴۳)

سورۃ الاعلیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۳﴾ثم لایموت فیہا ولایحیٰ۔☆

پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیئے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن عظیم محاورہ عرب پر اترا ہے۔

قال تعالیٰ:

فرب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم ان تقول ۔

اور عرب بلکہ تمام عرب وعجم کا محاورہ ہے کہ ایسی کرب شدید اور مصیبت مدید کی زندگی کو یونہی کہتے ہیں کہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے نہ مردوں میں نہ زندوں میں۔

لا حی فیرجی و لا میت فیرثی۔

اس کا بیان دوسری آیت کریمہ میں ہے:

یاتیہ الموت من کل مکان وما ہو بمیت۔

اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں۔

تو یہ یاتیہ الموت من کل مکان بہ ولا یحیی ہوااور ما ہو بمیت یہ لا یموت فیہا ہوا۔اور موت وحیات نقیضین نہیں کہ انسان نہ موت ہے نہ حیات بلکہ ان میں تقابل تضاد ہے اگر موت وجودی ہے اور عدم وملکہ اگر عدمی۔

والاول ہو الصحیح عندی لظاہر قولہ تعالیٰ خلق الموت والحیات ولحدیث ذبح الکبش یوم القیٰمۃ ۔واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۸۶)

﴿۱۵﴾وذکراسم ربه فصلیٰ۔☆

اوراپنے رب کانام لے کرنماز پڑھی۔

﴿۲﴾امام احمدرضامحدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت سے ثابت کہ پہلے تکبیرتحریمہ کہی پھرنماز پڑھی۔

(فتاوی رضویہ جدید۵/۸۶)

سورۃ الغاشیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۶﴾لیس لھم طعام الا من ضریع ۔☆

ان کے لئے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے

﴿۷﴾لا یسمن ولا یغنی من جوع .☆

کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معجم کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رکابی اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا پیٹ بھرے یعنی دنیا میں فقر و فاقہ سے بچے اور قیامت کی بھوک سے محفوظ رہے، دوزخ سے پناہ دیا جائے کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا، اس میں وہ کھانہ ہے کہ

لا یسمن و لا یغنی من جوع نہ فربہی لائے نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔

والعیاذ باللہ ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲/۵۷)

سورۃ البلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ لآ اقسم بھٰذا البلد۔☆

مجھے اس شہر کی قسم۔

﴿۲﴾ وانت حل بھٰذا البلد۔☆

کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مگر اس قسم میں اس قسم (یعنی حضور کی حیات مقدس کی قسم) سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا، کہ عرض کرتے ہیں، میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ! اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہونچا کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی۔

نسیم کی دلکشا عبارت یہ ہے:

قد قالوا ان ھذا القسم ادخل فی تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من القسم بذاتہ و بحیاتہ کما اشار الیہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقولہ بابی انت و امی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد بلغت من الفضیلۃ عندہ ان اقسم بتراب قدمیک فقال لا اقسم بھٰذا البلد۔ (۱)

(۱) نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا: یا رسول اللہ میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے:

ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے خاک پا کی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی وغبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی شیٔ کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ شیٔ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف وعظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شیٔ بہ نسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۵۵۷۔۵۵۸)

عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه قال : بابی انت و امی یا رسول الله ! قد بلغ من فضلك عند الله ان اقسم بحیاتك دون سائرالانبیاء ، و لقد بلغ من فضلك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال : لا اقسم بهذا البلد و انت حل بهذا البلد۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، بے شک حضور کی بزرگی خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس حد کو پہونچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی، نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی، اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت کو ٹھہری کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا: مجھے قسم اس شہر کی جس میں اے محبوب! تم قیام پذیر ہو۔

کیونکہ یہ اس کا اپنا کلام ہے ثنا اور دعا نہیں بلکہ خبر دینا ہے۔
اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیہ کریمہ کا ٹکڑا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: فقال لھم رسول اللہ ناقة اللہ و سقیٰھا ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔

بحر الرائق و در مختار وغیرہما میں ہے:

لو جری علی لسانہ نعم ان کان ھذا الرجل یعتاد فی کلامہ نعم تفسد صلوٰتہ و ان لم یکن عادة لہ لا تفسد لان ھذہ الکلمة فی القراٰن فتجعل منہ۔

اگر کسی کی زبان پر لفظ نعم جاری ہو گیا تو اگر وہ آدمی ایسا ہے جو اپنے کلام میں لفظ نعم کو اکثر لاتا رہتا ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اس کلمہ کو ذکر کرنا اس کی عادت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ کلمہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ لہٰذا اسے کلام کو بجائے قرآن عظیم کا حصہ ہی سمجھا جائے گا۔

اور سجدۂ سہو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں جواز نماز ہے اور بوجہ سہو اتنی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک رکن ادا ہو سکتے تو اس سکوت کے باعث سجدۂ سہو لازم آئے گا۔ کما فی التنویر۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۳۲۶۔۳۲۷)

تیرے روئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے۔

ما ودعك ربك وما قلیٰ۔

نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔ اور یہ اشقیا بھی دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر ہے۔ اس مہر ہی کو دیکھ کر جلے جاتے ہیں۔ اور حسد وعناد سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں۔ مگر یہ خبر نہیں کہ۔

وللآخرة خیر لك من الاولیٰ۔

بیشک آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے۔ وہاں جو نعمتیں تجھ کو ملیں گی نہ ان آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں نہ کسی بشر یا ملائک کے خطرے میں آئیں جن کا اجمال یہ ہے۔

ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ۔

قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا اس دن دوست دشمن سب پر کھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو تجھ پر خدا کی عظیم جلیل کثیر جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں کیا تیرے پہلے احوال انھوں نے نہ دکھے اور ان سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظر عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے۔ الم یحدك یتیما فاویٰ۔ (الی آخر السورۃ)

(تجلی الیقین ۴۷۔۴۸)

(۴) بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات وفضائل وکمالات کبھی زوال پذیر نہیں بلکہ مترقی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: وللاخرة خیر لك من الاولیٰ۔

یہاں کسی عاقل مسلم کی یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ حرکت وانتقال منفی ہے نہ کوئی مسلمان اس کی نفی کریگا کہ تصدیق وعدہ الٰہیہ کیلئے جو ایک آن کیلئے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو طریان موت ہوکر معاً حیات حقیقی ابدی روحانی جسمانی بخشی جاتی ہے یہ حضور کیلئے نہ ہوئی بلکہ اس سے حضور کی برزخ میں حیات ابدی اور فضائل اقدس میں ترقی دوامی مراد ہوگی بلاشبہ اس تصدیق ووعدہ کے بعد سب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کیلئے ابدیت ذات حاصل ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا نبیاء احیاء فی قبو رھم یصلو ن ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان اللہ حرم علی الا رض ان تا کل اجسا د الانبیاء فنبی اللہ حی یر زق

باوصف قرب معنیٰ صحیح مسلمان کے کلام کو معنیٰ قبیح بلکہ کفر صریح پر حمل کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۵۱)

(۵) دیلمی مسند الفردوس میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی جب یہ آیت اتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذن لا ار ضی و وا حد من امتی فی النا ر ۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی کر دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو میں راضی نہ ہون گا اگر میرا ایک امتی بھی دوذخ میں رہا اللھم صل و سلم و با رك علیه ۔

طبرانی اوسط اور بزار مسند میں اس جناب مولیٰ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشفع لا متی حتی ینا دینی ر بی ارضیت یا محمد فا قول ای رب ر ضیت ۔

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد تو راضی ہو جا۔ میں عرض کروں گا اے رب میرے میں راضی ہوا۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۱۳۴)

﴿۱۱﴾ واما بنعمة ربک فحدث۔☆

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ولادت اقدس حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے، تو اس کے خوب بیان واظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا اور بیان واظہار مجمع میں بخوبی ہوگا تو ضرور چاہئے کہ جس قدر ہو سکے لوگ جمع کئے جائیں اور انہیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جائے اسی کا نام مجلس میلاد ہے علی ہذا القیاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا

ایمان ہے اوراس کی خوبی قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت۔

قال تعالیٰ: انا ارسلنٰك شاهدو مبشرا و نذيرا ۔ لتؤ منوا بالله و رسوله و تعزروه و توقروه ۔

ترجمہ: اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو۔

قال تعالیٰ:

و من يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب ۔

ترجمہ: جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ بیشک دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

قال و من يعظم حرمٰت الله فذلك خير عند ربه ۔

ترجمہ: جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے رب کے یہاں، پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے حسن ومحمود رہے گی اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی خاص طریقے کی برائی بالتخصیص شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانوروں کو ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا اسی لئے علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظيم النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بجميع انواع التعظيم التى ليس فيها مشاركة الله تعالىٰ فى الالوهية امر مستحسن عند من نور الله ابصارهم ۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو ہر طرح امر مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ نے نور بخشا ہے، پس یہ قیام کہ وقت ذکر ولادت شریفہ اہل اسلام محض بنظر تعظیم واکرام حضور سید الانام افضل الصلاۃ والسلام بجالاتے ہیں بیشک حسن ومحمود ٹھہرے گا تاوقتیکہ مانعین خاص اس صورت کی برائی کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہ دیں۔ وانٰى لهم ذلك

تنبیہ: یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین وتبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس و قیام کی خوبی ثابت ہے۔ الحمد لله رب العالمين ۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۷۷۔۷۸)

(۱۲) اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت نعمت نہیں، یا مجلس میلاد مبارک اس نعمت کا چرچا نہیں تو ۴۰ روپئے انعام۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۷۸)

سورۃ الم نشرح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴﴾ ورفعنا لک ذکرک۔☆

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ذکر حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ایمان وسرور جان ہے ان کا ذکر بعینہ ذکر رحمن ہے۔

قال تعالیٰ:

و رفعنا لك ذكرك ۔

حدیث میں ہے اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد سیدنا جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم حاضر بارگاہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے اور عرض کی حضور کا رب فرمایا ہے:

اتدری كيف رفعت لك ذكرك ۔

کیا تم جانتے ہو میں نے کیسے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی اللہ اعلم۔

ارشاد ہوا:

جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك فقد ذكرني ۔

اے محبوب میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا کہ جس نے تمہارا ذکر کیا بیشک اس نے میرا ذکر کیا۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۹۔۲/۱۴۵)

﴿۷﴾ فاذا فرغت فانصب۔☆

تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔

﴿۸﴾ والی ربک فارغب۔☆

اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قول اصح در تفسیر آیت کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما است۔

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں راجح قول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب در دعاست یعنی جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں خوب محنت کرو اور بارگارہ خداوندی میں آہ وزاری کے ساتھ رغبت کرو۔

جلالین کے خطبہ میں یہ بھی ہے کہ جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ انہی کے طریقہ پر ہے اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مختار وراجح پر اعتماد کرتے ہیں اور ایسے اقوال کا ذکر طویل جو مختار نہ ہوں اھ تلخیصاً۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا:

یہی صحیح ہے کیونکہ اس پر جلال الدین نے اقتصار کیا اور انہوں نے مختار وراجح قول کے ذکر کا التزام کر رکھا ہے۔

پہلی حدیث: مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزار، طبرانی، اور ابن السنی ان تمام نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ وعلیہم اجمعین نماز سے رخ انور پھیرتے (سلام کہتے) تو تین دفعہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور یہ دعا کرتے:

اللھم انت السلام و منك السلام تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام۔

اے اللہ! تو سلام ہے (یعنی تیری ذات جل مجدہ کی طرف کوئی عیب یا نقص راہ نہیں پاسکتا) اور تیری طرف سے سلام (کہ ہم بندوں کی تمام مصیبتوں اور بلیات سے سلامتی تیری قدرت ارادے، مہربانی اور کرم سے ہے) برکت وعظمت تیرے ہی لئے ہے اے صاحب بزرگی اور بزرگی عطا فرمانے والے یارب۔

کیا یہ حدیث صحاح میں مشہور و متداول نہیں یا مغفرت کی طلب اور سلامتی کا سوال دعا نہیں ہوتا۔ جہالت ایسی مرض ہے کہ اس کا علاج آسان نہیں اور جب یہ مرکب ہو جائے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں۔ و العیا ذ با للہ تبا رك و تعا لیٰ ۔

حدیث دوسری، تیسری اور چوتھی: بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابوبکر ابن السنی، اور ابوالقاسم طبرانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بزار و طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نیز بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا ہے، یہ حدیث مغیرہ کی اور الفاظ نسائی کے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا مجھے اس بات سے آگاہ کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہو، انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ پڑھتے:

لا الہ الا اللہ و حد ہ لا شر یك له له الملك و له الحمد و هو علی كل شئی قد یر اللهم لا ما نع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الحد منك الحد ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا و یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک و بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شئی پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا، جسے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا، کسی کا بخت و دولت تیرے قہر و غضب سے اسے نفع نہیں دے سکتا۔

اللهم لا ما نع لما اعطیت الخ ۔ یہ کلمات دعا نہیں تو کیا ہیں؟ بلکہ له الحمد خود بہترین دعا ہے۔

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے اول بطور تحسین اور آخر میں بطور تصحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے افضل دعا الحمد للہ کہنا ہے،

پانچویں حدیث: سنن نسائی میں عطا بن ابی مروان سے ان کے والد گرامی کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت کعب احبار نے ابو مروان کے سامنے قسم اٹھائی، اس اللہ کی قسم

جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا کہ یقیناً ہم نے تورات مقدس میں یہ تحریر پایا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

اللھم اصلح لی دینی الذ ی جلعته لی عصمة و اصلح لی دنیا ی التی جعلت فیھا معا شی اللھم انی اعو ذ برضا ك من سخطك و اعو ذ یعنی بعفو ك من نقمتك و اعو ذ بك منك لا ما نع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لاینفع ذ االجد منك الجد ۔

اے اللہ! میرے دین کو میرے لئے بہتر بنا جسے تو نے میرے لئے محافظ بنایا ہے اور میرے لئے اس دنیا کو بہتر فرما جس کو تو نے میری معاش کا ذریعہ بنایا ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں (اس جگہ جو کلمہ کہا ہے اس کا معنی یہ بنتا ہے) اے اللہ! تیری معافی کے ساتھ تیری سخت گرفت سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روکے اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا اور کسی بختاور کو اس کا بخت تجھ سے نفع نہیں دے سکتا۔

اور پھر حضرت ابومروان نے کہا کہ کعب نے مجھے حدیث بیان کی کہ صہیب نے ان کو خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

چھٹی حدیث: صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ محبوب ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد چہرۂ انور ہماری طرف پھیریں، کہا پھر میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا:

رب قنی عذا بك یو م تبعث او تجمع عبا دك ۔

اے میرے رب! مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما جس دن تو اپنے تمام بندوں کو اٹھائے گا یا جمع کرے گا۔

ساتویں حدیث: بزار نے مسند، طبرانی نے معجم اوسط، ابن السنی نے کتاب عمل

الیوم وللیلۃ اور خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نماز ادا کر کے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور پڑھتے۔

بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن۔

اللہ کے نام سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن ورحیم ہے۔ اے اللہ! مجھ سے غم وحزن دور فرمادے۔

اور طرفہ تر یہ کہ ان عقلمندوں کو امام وقت اپنے دور اور زمانے کے مجتہد کی خبر تک نہیں چہ جائیکہ یہ احادیث اور دلائل سے آگاہ ہوسکیں۔ مولوی عبدالحی لکھنوی نے صرف ثبوت دعا ہی نہیں بلکہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر فتویٰ جاری کیا، ان کے امام میاں نذیر حسین دہلوی (جن کے قول پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دین الٰہی کے ائمہ کو کسی شمار میں نہیں لاتا، فقہ اور فقہاء کو گالیاں دیتا ہے) انہوں نے فتویٰ میں مجیب لکھنوی کی حدیث لا کر لکھنوی کی تائید و تصدیق کی ہے، دوسری حدیث کا اس نے خود اضافہ کیا ہے۔ وہ فتویٰ یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جس کا اس علاقے کے ائمہ میں معمول ہے کیسا ہے؟ اگرچہ فقہا نے اسے مستحسن لکھا اور مطلق ہاتھ اٹھانے اور دعا میں روایات موجود ہیں کیا اس عمل خاص (رفع یدین) پر بھی کوئی حدیث ہے؟

جواب عنایت کرو اجر پاؤ گے۔

وہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ خاص اس بارے میں بھی حدیث موجود ہے، حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحق ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں لکھا ہے۔ مجھے احمد بن حسن نے انہیں ابو یعقوب اسحاق بن خالد یزید البالسی نے انہیں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی نے خصیف سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور عرض کیا اے اللہ میرے معبود! اے ابراہیم، اسحق اور یعقوب کے معبود! اے جبریل، مکائیل اور اسرافیل (علیہم

السلام) کے معبود! میری عرض ہے کہ میری دعا قبول فرما کہ پریشان ہوں، میری دین میں حفاظت فرما میں ابتلاء میں ہوں، مجھے اپنی رحمت سے نواز میں گنگار ہوں، مجھ سے میری فقر کو دور فرما میں مسکین ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم میں لیا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی نہیں لوٹائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

اس حدیث کا (جو کہ آٹھویں حدیث ہے) حاصل یہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو عملاً دعا کی تعلیم دی ہے اور فرمایا:

جو شخص اس طرح ہاتھ اٹھا کر بعد نماز دعا کرے گا اللہ تعالیٰ جل وعلا نے اپنے ذمۂ کرم میں لیا ہے کہ اسے ناامید نہیں لوٹائے گا۔

پھر اپنے امام کی تصدیق ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی، وہ کہتے ہیں یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسود عامری سے انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی جب آپ نے سلام کہا، رخ انور پھرا، ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ (الحدیث)

اس حدیث کے متعلق ان کا امام کہتا ہے کہ اس سے فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا خود سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علماء اذکیا پر مخفی نہیں۔

سید محمد نذیر حسین

میں کہتا ہوں مگر تمہارے مجتہدوں کی بیماری کا علاج کیا ہو سکتا ہے! تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو اہل سنت کو لڑائی کے لئے کافی ہے، میں نے سات احادیث کا وعدہ کیا تھا جو میں نے پورا کر دیا، اس لئے کہ سات کا عدد افضل اعداد میں سے ہے اور مذکورہ فتویٰ کے حوالے سے دو احادیث کا مزید ذکر آ گیا، اب میں چاہوں گا کہ ایک اور حدیث ذکر کر دوں تا کہ اس کے ساتھ" تلک عشرۃ کاملۃ " کا عدد مکمل ہو جائے۔ و باللہ التوفیق

دسویں حدیث: امام احمد نے مسند، نسائی نے مجتبیٰ، ابن حبان نے صحیح میں حارث بن مسلم سے، ابوداؤد نے سنن میں اس کے والد مسلم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (اور یہی صواب ہے جیسا کہ حافظ منذری نے ترغیب میں ذکر کیا ہے) روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم فجر کی نماز ادا کرلو تو لوگوں سے ہم کلام ہونے سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو۔

اللھم اجر نی من النا ر ۔

اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما۔

اب اگر تو اس دن فوت ہوگیا تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا اور جب مغرب کی نماز پڑھ لو تو لوگوں سے گفتگو سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو:

اللھم اجر نی من النا ر ۔

اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچالے۔

اگر اس رات تجھے موت آگئی تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا کرے گا۔

اے اللہ! ہمیں بھی اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے آزاد فرما یا عزیز یا غفا ر

وصلی اللہ تعا لیٰ علی نبیہ المختا ر و آ لہ الا طھا ر و با رك و سلم ۔واللہ سبحا نہ و تعا لیٰ اعلم ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/ ۲۲۴ تا ۲۳۳)

سورۃ العلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۹﴾ارء یت الذی ینھیٰ۔☆

بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔

﴿۱۰﴾عبدًا اذا صلّٰی۔☆

بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ تحقیق مسئلہ ہے (جمعہ کے باب میں) اور بحمد اللہ اہل انصاف وعلم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں۔ ہم نہ اس کے خلاف عمل کرسکتے ہیں، نہ زنہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں۔ مگر دربارۂ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا تھا، ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے، وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکئے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ارأیت الذی ینھی عبدا اذا صلی۔

کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔

سیدنا ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

شئی خیر من لا شئی۔

کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے۔

رواہ عن عبد الرزاق فی مصنفہ انہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مر برجل لا یتم

ر کو عا و لا سجو دا فقا ل شئی خیر من لا شئی ۔(۱)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نماز میں نہ رکوع صحیح ادا کررہا تھا نہ سجود، تو آپ نے فرمایا: کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید نفل مکروہ ہیں، کسی نے عرض کیا: یا امیر المومنین آپ منع نہیں کرتے۔ فرمایا:

اخا ف ان ادخل تحت الو عید قا ل تعا لیٰ ار أ یت الذ ی ینھیٰ عبد ا اذا صلی ۔ ذکر ہ فی الد ر المختا ر ۔

میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ اسے درمختار میں ذکر کیا گیا۔

اسی سے بحرالرائق میں ہے:

(ھـذا لـلـخوا ص) اما العوا م فلا یمنعو ن من تکبیر و لا تنفل اصلا لقلة ر غبتھم فی الخیر ا ت ۔

یہ خواص کا معاملہ ہے، باقی عوام کو تکبیرات کہنے اور نوافل پڑھنے سے بالکل منع نہیں کیا کرتے، کیونکہ انہیں نیکیوں کا بہت کم شوق ہوتا ہے۔

کتاب التجنیس والمزید پھر بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

سـئـل شـمـس الا ئـمة الـحـلوا نی ان کسا لی العوام یصلو ن الفجر عند طـلـو ع الشـمـس افـنـز جرھم عن ذلك قا ل لا لا نھم اذا منعو ا عن ذلك تر کو ھا اصلا و ادا ئو ھا مع تجو یز اھل الحدیث لھا او لی من تر کھا اصلا ۔

شمس الائمہ حلوانی سے سوال ہوا کہ عوام سستی کرتے ہوئے طلوع شمس کے وقت نماز فجر ادا کرتے ہیں کیا ہم انہیں زجر وتوبیخ کریں؟ فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ اگر تم اس سے ان کو روکو گے تو نماز بالکل ترک کردیں گے نماز کا ادا کرلینا چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور محدثین اسے جائز سمجھتے ہیں۔

درمختار میں ہے:

لا یجوز صلوۃ مطلقا مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلها لا نهم یترکونها و الاداء الجائز عند البعض اولیٰ من الترك كما فی القنیة و غیرها ۔ ملخصا

طلوع آفتاب کے بعد کوئی نماز جائز نہیں مگر عوام کو نماز پڑھنے سے فقہانے روکا نہیں ورنہ بالکل ترک کردیں گے، ہر وہ عمل جس کی ادا بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے بہتر ہوتا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا یمنعون افاد ان المستثنیٰ المنع لا الحکم بعد الصحة عندنا قوله كما فی القنیة و عزاه صاحب المصطفی الی الامام حمید الدین عن شیخه الامام المحبوبی و الی شمس الائمة الحلوانی و النسفی ۔ (۲) ملخصاً

قوله: فقہاء منع نہیں کرتے ''بتلا رہا ہے کہ استثناء نہ روکنے کا'' ہے نہ یہ کہ ہمارے نزدیک عدم صحت کا حکم نہیں ہے۔

قوله جیسا کہ قنیہ میں ہے۔صاحب مصفی نے اس کی نسبت امام حمیدالدین کی طرف کی ہے اورانہوں نے اپنے شیخ امام محبوبی سے بیان کیا ہے اوراس کی نسبت شمس الائمہ حلوانی کی طرف سے بیان کی ہے اورقنیہ میں اس کی نسبت حلوانی اورنسفی دونوں کی طرف کی ہے۔

ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے وللہ الحمد یہ عوام کالانعام کے لئے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح وفتویٰ کو پیٹھ دیتے اورایک روایت نادرہ مرجوحہ مرجوع عنہا غیر صحیح کی بناپر ان جہال کو کوردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اوران جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔ نسأل الله العفو و العافية ۔ (ہم اللہ تعالیٰ سے عفووعافیت کا سوال کرتے ہیں)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۳۷۸/۸ تا ۳۷۶)

سورۃ الماعون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴﴾فویل للمصلین۔☆

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے۔

﴿۵﴾الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔☆

جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

﴿۲﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں "ویل "کہیں نہ فرمایا۔ "ساہون "کیلئے ویل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار وابو یعلی وابن جریر وابن المنذر وابن حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ تفسیر اور بیہقی سنن ومحی السنہ بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قول اللہ تعالٰی الذین ھم عن صلوتھم ساھون، قال ھم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا۔

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے: خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔

بغوی کی روایت یوں ہے:

عن مصعب عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الذین ھم فی صلوتھم ساھون، قال: اضاعۃ الو

قت ۔

مصعب بن سعد سے ان کے والد رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس سے مراد وقت کھونا ہے ۔

بعینہ یہی معنی ابن جریر نے عبداللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق وابن المنذر نے بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیے۔ روایت اخیر یوں ہے۔ کہ ابوالعالیہ نے کہا ساھون وہ لوگ ہیں جنہیں یہ یاد نہ رہے کہ رکعتیں دو پڑھیں یا تین۔ اس پر امام حسن نے فرمایا:

ہم الذین یسھو عن میقاتھا حتی تفوت ۔

ساھون وہ ہیں جو اس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے۔

فقیر کے یہاں بحمد اللہ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے، عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھتے ہیں مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اس حد تک کہ وقت کراہت نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اس وقت آتا ہے جب قرص آفتاب پر بے تکلف نگاہ جمنے لگے اور تجربے سے ثابت کہ یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے جو نماز عصر اس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہوجاتا ہے تو وقت مستحب یہ ہے کہ پانچ بج کر پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نماز عصر پڑھیں اور عشا میں وقت کراہت آدھی رات کے بعد ہے۔ یہ حالتیں بحمد اللہ تعالٰی میرے یہاں نہیں مجھے پابندی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے احکام کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات واوہام کی۔

دار قطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریح، زیاد بن عبداللہ نخعی سے راوی:

قال کنا جلوسا مع علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المسجد الاعظم فجاء المؤذن فقال : یا امیر المومنین ! فقال : اجلس ، فجلس ثم عاد فقال لہ ذلک

فقا ل رضی الله تعا لیٰ عنه هذاالکلب یعلمنا السنة ، فقا م علی فصلی بنا العصر ، ثـم انصر فنا ، فر جعنا الی المکا ن الذ ی کنا فیه جلو سا ، فجثو نا للر کب لنزو ل الشمس للغر و ب فترا ها ۔

ہم کوفہ کی جامع مسجد میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے، مؤذن آیا اور عرض کی: یاامیر المومنین (یعنی نماز عصر کو تشریف لے چلئے) امیر المومنین نے فرمایا: بیٹھ۔ وہ بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوا اور وہی عرض کی مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: یہ کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے۔ بعدہ مولیٰ علی کھڑے ہوئے اور ہمیں عصر پڑھائی پھر ہم نماز کا سلام پھیر کر مسجد میں جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے اس لئے کہ وہ ڈوبنے کو اتر گیا تھا۔

حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اما ان زیا د الم یرو عنه غیر العبا س (۲) قا له الدا ر قطنی ۔

فا قول : عبـا س ثقة ، و غا یته جها لة عین ، فلا تضر عند نا لا سیما فی اکـا بر التا بعین ، قا ل فی المسلم ، لاجرح با ن له را ویا فقط و هو مجهو ل العین با صطلاح (۳) قا ل فی الفوا تح و قیل لا یقبل عند المحدثین و هو تحکم (٤)

رہی یہ بات کہ زیاد سے سوائے عباس کے کسی نے روایت نہیں کی، جیسا کہ دارقطنی نے کہا ہے، تو میں کہتا ہوں: عباس ثقہ ہے، زیادہ سے زیادہ اس میں جہالت عین، پائی جاتی ہے اور ہمارے نزدیک یہ مضر نہیں ہے خصوصاً اکابر تابعین میں۔

مسلم میں ہے کہ یہ کوئی حرج نہیں ہے کہ فلاں سے ایک ہی راوی ہے اور وہ اصطلاحی طور پر مجہول العین ہے۔

فواتح میں ہے کہ بعض نے کہا کہ ایسا راوی قابل قبول نہیں ہے لیکن یہ بے دلیل بات ہے۔

اگر یہ مولیٰ علی کا صرف اپنا فعل ہوتا جب بھی حجت شرعی تھا نہ کہ وہ اسے صراحۃً سنت بتا رہے ہیں اور مؤذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا ایسا شدید غضب فرمارہے ہیں۔

اسی کے مثل امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے نماز صبح میں مروی اور امام طحاوی

داؤد بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں:

قال کان علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصلی بنا الفجر و نحن نترأی الشمس مخافة ان تکون قدطلعت ۔

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیں نماز صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ للامام حافظ الدین الکردری میں ہے:

ذکر الامام الدیلمی عن زھیر بن کیسان قال صلیت مع الرضا فی العصر ثم انطلقت الی مسجد سفینٰ فاذا ھو لم یصل العصر فقلت رحم اللہ ابا حنیفة ما اخرھا مثل ما اخر سفینٰ ۔

دیکھو کہ انھوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں میں نے کہا اللہ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفینٰ نے۔

فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن ہے اذان عصر ہوتی ہے اور گھنٹا بھر دن رہے نماز ہوتی ہے اور پون گھنٹہ دن رہے سے پہلے ہو چکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۱۴۸ تا ۱۵۱)

سورۃ الکوثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾انآ اعطینٰک الکوثر۔☆

اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

﴿۲﴾امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء کو اس اجماع اعنی قول متیقن ناصالح نزاع کے بعد سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اس بحر بے پایاں کرم ونعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے بارہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب وطاہر کیا، زمزم افضل ہے یا کوثر؟ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شب اسراء ملائکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل مبارک اس سے دھویا حالانکہ وہ آب کوثر لاسکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اختیار نہ فرمایا مگر افضل۔ شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا،

فتاویٰ علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے:

افضل المیاہ ما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و قد قال البلقینی ان ماء زمزم افضل من الکوثر لان بہ غسل صدر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یکن یغسل الا بافضل المیاہ ۔ اھ

افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا۔ اور بلقینی نے فرمایا: کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سینہ مبارک دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہوسکتا تھا اھ۔

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، تو لازم ہوا کہ کوثر ہی افضل ہو۔ امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔

اقول: تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔

فتاویٰ فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(سئل) ایما افضل ماء زمزم او الکوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان الملائکۃ غسلوا بہ قلبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین شقوہ لیلۃ الاسراء مع قدرتھم علی ماء الکوثر فاختیارہ فی ھذا المقام دلیل علی افضلیتہ و لا یعارضہ انہ عطیۃ اللہ تعالیٰ لاسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام والکوثر عطیۃ اللہ تعالیٰ لنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان الکلام فی عالم الدنیا لا الآخرۃ و لا مریۃ ان الکوثر فی الاخرۃ من اعظم مزایا نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و من ثم قال تعالیٰ انا اعطینٰك الکوثر بنون العظمۃ الدالۃ علی ذلك و بما قررتہ علم الجواب عما اعترض بہ علی البلقینی اہ۔ (۱)

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آب زمزم افضل ہے یا کوثر؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ آب زمزم افضل ہے، کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی افضلیت کی دلیل ہے۔ زمزم کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہونا اس کے معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے بلاشبہ کوثر کو بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک کو ملے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انا اعطینک الکوثر کو اپنے لیے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے۔ اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو گیا۔ اھ

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علما سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق :الافضل معنیان لاکثر ثوابا ن وھو فی المکلفین من یثاب اکثر و فی الاعمال ما الثوب علیه اکبر و لا مدخل لھذین فی زمزم والکوثر و ان اول بالتعاطی ای ما تعاطیه اکثر ثوابا ن فالکوثر غیر مقدور لنا فلا یتاتی التفاضل من ھذاالوجه ایضا و لا معنی لان یقال ان ثوابه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان اکثر فی غسل الملائکة قلبه الکریم باحدھما -

پس میں کہتا ہوں اوراللہ تعالیٰ سے ہی توفیق حاصل ہے:افضل کے دومعنی ہیں،ایک ثواب کےلحاظ سے کثرت ہے،یہ معنیٰ انسانوں میں جس کوثواب حاصل ہو۔اوراعمال میں عمل جس پرثواب زیادہ مرتب ہو،اس معنیٰ کی دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اورکوثر میں نہیں پائی جاسکتیں۔اوراگراس معنیٰ کی یہاں تاویل کی جائے کہ ان کےلین دین میں زیادہ ثواب ہےتو پھرکوثر میں یہ معنیٰ نہیں ہوسکتا،کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے۔اس لیے دونوں میں افضلیت کا تقابل نہیں پایاجاسکتا اوریہ نہیں کہاجاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فرشتوں کاحضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کےقلب مبارک کودھوناحضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے زیادہ ثواب ہے۔

فاذن لاکلام فیه الا بمعنیٰ الاعظم شانا و الارفع مکانا عند الله تعالیٰ و حینئذ لا یتم استدلال الامام البلقینی رحمه الله تعالیٰ الا اذا احطنا بالحکم الالھیه فی غسل قلبه الکریم انھما کان سواء فی تحصیلھا ثم الله سبحنه اختار ھذا فکان افضل اما یکون شئی اوفق و اصلح العمل من غیره فلا یستلزم کونه اجل قدرا و اعظم فخرا منه بالفضل الکلی علی انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا یتشرف بغیره بل الکل انما یتشرفون به و الله تعالیٰ یصیب برحمته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ما یشاء من خلقه لیرزقه فضلا کما اختار لولادته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم شھر ربیع الاول دون شھر رمضان و یوم الاثنین دون الجمعة و مکان مولده صلی الله تعالیٰ علیه وسلم دون الکعبة و الفضل بید الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم

(۱) اما جواب الامام ابن حجر فغاية ما يظهر في توجيهه ان زمزم افضل في الدنيا لانه مقدور لنا فنثاب عليه فيترتب عليه الفضل لنا بخلاف الكوثر ان رزق الله تعالىٰ منه احدنا في الدنيا فلفضل فيه او لتفضل من المولى سبحنه فهو يترتب على الفضل و مايورث الفضل افضل اما الاخرة فليست دار عمل فيذهب هنالك هذا الوجه و يظهر فضل الكوثر لانه من اعظم ما من الله تعالىٰ به على نبيه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ۔

اب صرف افضل کے دوسرے معنیٰ میں بات ہوسکتی ہے اور وہ عند اللہ عظمت شان اور رفعت مقام ہے اور اس معنیٰ پر امام بلقینی کا استدلال تب ہی صحیح ہوسکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ معلوم کرلیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی زمزم اور کوثر مساوی ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زمزم کو پسند فرمایا لہٰذا افضل ہوا۔ اس لئے کہ یہ اس کارروائی کے لئے زیادہ موافق اور زیادہ صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر و منزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کی فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک کے لئے رمضان کے بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کے بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کے بجائے آپ کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا۔ فضیلت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ لیکن امام حجر کا جواب فضیلت کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے کیونکہ وہ ہمارے زیر تصرف ہے اور ہمیں اس پر ثواب ملتا ہے جس سے ہمیں فضیلت میسر ہوتی ہے، اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وہ نصیب ہوجائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوگا، لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے، اور آخرت دار العمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔

اقول لو تم هذا لكان كل ماء في الدنيا افضل من الكوثر بعين الدليل وهو كما ترى بل الكلام كما علمت في الارفع قدرا او الاعظم فخرا و هذا لا يختلف باختلاف الدار حتى يكون شئ اجل قدرا عند الله تعالىٰ من آخر في الدنيا فاذا جائت الاخرة انعكس الامر كلا بل لا يظهر في الاخرة الا ما هو عنده تعالىٰ ههنا فما كان افضل في الاخرة كان افضل في نفسه و ما كان افضل في نفسه كان افضل حيث كان و قد اعترفتم ان الكوثر افضل في الاخرة فوجب ان يكون له الفضل دنيا و اخرى كيف و زمزم من مياه الدنيا و هو من مياه الاخرة و للاخرة اكبر درجت و اكبر تفضيلا (۱) و ايضا ماؤه من الجنة قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : يغث فيه ميزابان يمدانه من الجنة احدهما من ذهب و الاخر من ورق رواه مسلم عن ثوبان رضى الله تعالىٰ عنه و قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ؟الا ان سلعة الله غالية الا ان سلعة الله الجنة (۲) ۔

ثم هو انفع لامته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من شرب منه لم يظمأ ابدا و لم يسود وجهه ابدا ۔

وقد امتن الله سبحنه به على افضل رزقنا المولىٰ سبحنه و تعالىٰ الورد عليه ، و الشرب منه بيد احد حبيب اليه ، صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و مجد و شرف و عظم و كرم و على اله الكرام ، وصحبه العظام ، وابنه الكريم و امته الكريمة خير الامم ، و علينا بارساله و انعم و الحمد لله رب العلمين حمدا يدوم به و امه الادوم ، والله سبحنه و تعالىٰ اعلم ۔ و علمه جل مجده اتم وحكمه عز شانه احكم ۔

میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ دنیا کے تمام پانی کوثر سے افضل ہو جائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر وفخر کی عظمت وبلندی مراد ہے اور فضیلت کا یہ معنیٰ دنیا یا آخرت کے لحاظ سے نہیں بدلتا تا کہ دنیا میں ایک چیز دوسری چیز کے مقابلہ میں عنداللہ بری قدر والی ہو اور جب آخرت برپا ہو تو معاملہ الٹ جائے ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ آخرت میں عنداللہ وہی چیز قدرو

منزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ذاتی طور پر افضل ہوگی اور جو چیز ذاتی طور پر افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کرلیا تو ضروری ہے کہ دنیا وآخرت دونوں میں افضل ہو۔اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے، نیز کوثر کا پانی جنت سے نکلتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (نالے) گرتے ہیں۔دونوں جنت سے آکر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔

اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالیٰ کا سامان گراں قیمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔

پھر کوثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لئے وہاں زیادہ نفع مند ہے جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ نے کوثر حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے۔لہٰذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔دعا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک سے پلائے اور اس کوثر پر ورود ہمیں نصیب فرمایا۔حضور پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سلامتی، بزرگی، شرف وکرم نازل ہو اور آپ کی برگزیدہ آل پر اور بزرگوار صحابہ پر اور آپ کے سخی صاحبزادے اور آپ کی بہترین امت پر اور ان کی معیت اور صدقے اور سب سے ہم پر بھی، اے ہم پر ان کو بھیج کر احسان فرمانے والے، الحمد للہ رب العالمین۔

(فتاوی رضویہ جدید ۳/۲۴۵ تا ۲۴۹)

عاص ابن وائل شقی نے جو صاحب زادۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال پر حضور کو ابتر یعنی نسل بریدہ کہا۔حق جل وعلا نے فرمایا: انا اعطینک الکوثر۔بے شک ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا فرمائی۔کہ اولاد سے نام چلنے کو تمہاری رفعت ذکر سے کیا نسبت کروڑوں صاحب اولاد گزرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا۔اور تمہاری ثناء کا ڈنکا تو قیام قیامت تک اکناف عالم واطراف جہاں میں بجے گا اور تمہارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ

طباق فلک وآفاق زمین پر پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمہیں وہ نفیس وطیب عطا ہوگی جن کی بقا سے بقائے عالم مربوط رہے گی اس کے سوا تمام مسلمان تمہارے بال بچے ہیں۔ اور تم سا مہربان ان کے لئے کوئی نہیں۔ بلکہ حقیقت کار کو نظر کیجئے تو تمام عالم تمہاری اولاد معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا اور تمہارے ہے نور سے سب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لئے جب ابوالبشر آدم تمہیں یاد کرتے یوں کہتے:

یا ابنی صورۃ وابی معنیً۔ اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے جب اس کی یہ عنایت بے غایت تم پر مبذول ہو تو تم ان اشقیا کی زبان درازی پر کیوں ملول ہو بلکہ۔ فصل لربك وانحر۔ رب کے شکرانہ میں اسکے لئے نماز پڑھو۔ اور قربانی کرو۔ ان شانئك هو الابتر۔ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے کہ جن بیٹوں پر اسے ناز ہے یعنی عمرو ھشام رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہی اسکے دشمن ہو جائیں گے اور تمہارے دین حق میں آکر بوجہ اختلاف دین اس کی نسل سے جدا ہو کر تمہارے دینی بیٹوں میں شمار کئے جائیں گے پھر آدمی بے نسل ہوتا ہے تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا اس سے نام بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے تمہارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی ونفرین کے ساتھ لیا جائے گا اور روز قیامت ان گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

۔

(تجلی الیقین ۵۰۔۵۱)

سورۃ المسد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ تبت یدآ ابی لهب وتب ۔☆

تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

﴿۲﴾ مآاغنی عنه ماله وما کسب ۔☆

اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔

﴿۳﴾ سیصلٰی نارًا ذات لهب۔☆

اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ۔

﴿۴﴾ وامرأته حمالة الحطب۔☆

اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔

﴿۵﴾ فی جید ها حبل من مسد۔☆

اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے قریب رشتہ داروں کو جمع فرما کر وعظ و نصیحت اور اسلام و اطاعت کی طرف دعوت کی۔ ابولہب شقی نے کہا:

تبا لك سا ئر اليو م الهذا جمعتنا ۔

ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہو تمہارے لئے ہمیشہ کو کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔

حق جل وعلا نے فرمایا: تبت یدآ ابی لهب و تب ۔

ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

ما اغنیٰ عنه ما له و ما کسب ۔

اس کے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کچھ کمایا۔

سیصلیٰ نا را ذ ات لھب ۔

اب پلٹا چاہتا ہے بھڑکتی آگ میں۔

و امرأ تہ حما لۃ الحطب ۔

اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر لئے۔

فی جید ھا حبل من مسد ۔

اس کے گلے میں مونجھ کی رسی۔

بالجملہ اس روش کی آیتیں قرآن عظیم میں صد ہا نکلیں گی۔ اسی طرح حضرت یوسف، بتول مریم۔ اور ادھر ام المومنین صدیقہ علی سیدھم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصے اس مضمون پر شاہد عدل ہیں۔

حضرت والد قدس سرہ الماجد سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں فرماتے ہیں:

حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے اور حضر مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بد گمانی سے نجات بخشی۔ اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اٹھا خود ان کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و پاکدامنی پر خود گواہی دیں اور عزت و امتیاز ان کا بڑھائیں۔ انتہیٰ

محل غور ہے۔ جب اراکین دولت و مقربان حضرت سے باغیان سرکش بگستاخی وبے ادبی پیش آئیں اور بادشاہ ان کے جوابوں کو انہیں پر چھوڑ دے۔ مگر ایک سردار بلند وقار کے ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو زبان درازی اس کی جناب میں کریں حضرت سلطان اس مقرب ذی شان کو کچھ نہ کہنے دے۔ بلکہ بہ نفس نفیس اس کیطرف سے تکفل کے جواب کرے کیا ہر ذی عقل اس معاملہ کو دیکھ کر یقین قطعی نہ کرے گا کہ سرکار سلطانی میں جو اعزاز و امتیاز اس مقرب جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں اور جو خاص نظر اس کے حال پر ہے اوروں کا حصہ اس میں نہیں ۔والحمد للہ رب العا لمین ۔ (تجلی الیقین ۵۲۔۵۳)

سورۃ الاخلاص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ قل ھو اللہ احد ☆

تم فرمادو وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔

﴿۲﴾ اللہ الصمد ☆

اللہ بے نیاز ہے

﴿۳﴾ لم یلد ولم یولد ☆

نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا

﴿۴﴾ ولم یکن لہ کفوا احد ☆

اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : قل ھو اللہ احد تعدل ثلث القرآن ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قل ھو اللہ احد آخر تک پڑھنا تہائی قرآن کے مساوی ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث پندرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے اور متواتر ہے

(فتاوی رضویہ ۳/۳۲۶)

سورۃ الفلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۳﴾ ومن شر غاسقٍ اذا وقب۔☆

اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حدیث میں ہے: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رأی الھلال صرف وجھہ عنہ۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے اپنا منہ مبارک اس کی طرف سے پھیر لیتے۔ رواہ ابو داؤد عن قتادۃ مرسلا ولا شواھد وسندہ ثقات۔

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مشر کی چیز ہے۔ افادہ المناوی فی التفسیر۔

اقول: یا یہ کہ کفار نے اس کی عبادت کی۔ اور شرع میں اسے دیکھ کر اللہ جل جلالہ سے دعا کرنی آئی، تو پسندیدہ ہوا کہ منہ پھیر کر کی جائے تاکہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

عن أم المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت: قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یا عائشۃ! استعیذی باللہ من شر ھذا، فان ھذا ھو الغاسق اذا وقب۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالٰی کی پناہ مانگ اس کے شر سے، کہ یہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے یا گہنائے۔

یعنی قرآن کریم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا: ومن شر غاسق، اور اسکے شر سے پناہ مانگنے کا حکم آیا، اس سے یہ چاند ہی مراد ہے۔ فتاوی رضویہ ۴/۵۷۴

سورۃ الناس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱)﴿۱﴾ قل اعوذ برب الناس۔☆

تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب۔

﴿۲﴾ ملک الناس۔☆

سب لوگوں کا بادشاہ۔

﴿۳﴾ الٰہ الناس۔☆

سب لوگوں کا خدا۔

﴿۴﴾ من شر الوسواس الخناس۔☆

اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔

﴿۵﴾ الذی یوسوس فی صدور الناس۔☆

وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

﴿۶﴾ من الجنۃ والناس۔☆

جن اور آدمی۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سورۃ کی قرأت سے فوراً وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۷۰)

بخاری، مسلم، ابوداؤد، مثل امام احمد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مثل ابن ماجہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطا ن یحری من الا نسا ن مجر ی الد م ۔

بیشک شیطان انسان (آدمی) کی رگ رگ میں خون کی طرح ساری جاری ہے۔

صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

جب اذان ہوتی ہے شیطان گوز زناں بھاگ جاتا ہے ک اذان کی آواز نہ سنے۔ جب آذان ہوچکتی ہے پھر آتا ہے۔ جب تکبیر ہوتی ہے پھر بھاگ جاتا ہے جب تکبیر ہوچکتی ہے پھر آتا ہے۔

حتیٰ یخطوبین المر ء و نفسه یقول اذ کر کذا اذ کر کذا لما لم یکن یذ کر ہ حتیٰ یظل الر جل ما یدر ی کم صلیٰ ۔

یہاں تک کہ آدمی اوراس کے دل کے اندر حائل ہوکر خطرے ڈالتا ہے کہتا ہے کہ یہ بات یاد کر، یہ بات یاد کر، ان باتوں کے لئے جو آدمی کے خیال میں بھی نہ تھیں یہاں تک کہ انسان کو یہ بھی خبرنہیں رہتی کہ کتنی پڑھی۔

امام ابوبکر بن ابی الدنیا کتاب مکائد الشیطان اور امام اجل ترمذی نوادرالاصول میں بسند حسن ۔اور ابویعلیٰ مسند اور ابن شاہین کتاب الترغیب اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطا ن وا ضع خطمه علیٰ قلب ابن آ دم فا ن ذ کر الله خنس و ان نسی التقم قلبه فذ لك الو سوا س الخنا س ۔

بے شک شیطان اپنی چونچ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے ہے جب آدمی خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے شیطان دبک جاتا ہے اور جب آدمی (ذکر سے) غفلت کرتا ہے (بھول جاتا ہے) تو شیطان اس کا دل اپنے منہ میں لے لیتا ہے تو یہ ہے (شیطان خناس) وسوسہ ڈالنے والا، دبک جانے والا۔ (شہنشاہ کون ۴۸ تا ۴۹)

فہرست آیات جلدنہم

۳۵۶ ﴿۶۵﴾قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ ط وما یشعرون ایان یبعثون۔☆________ ۹/۸

۳۵۷ ﴿۸۰﴾انک لا تسمع الموتٰی ولا تسمع الصم الدعآ اذا ولوا مدبرین۔☆________ ۹/۹

سورۃ القصص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۵۸ ﴿۲۵﴾فجآءتہ احدٰھما تمشی علی استحیآء ز قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجرما سقیت لنا ط فلما جآءہ وقص علیہ القصص لا قال لا تخف قف نجوت من القوم الظٰلمین۔☆________ ۹/۱۲

۳۵۹ ﴿۵۶﴾انک لاتھدی من احببت ولٰکن اللہ یھدی من یشآء ج وھو اعلم بالمھتدین۔☆________ ۹/۱۳

سورۃ العنکبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۶۰ ﴿۶۹﴾والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ط وان اللہ لمع المحسنین۔☆________ ۹/۱۵

سورۃ الروم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۶۱ ﴿۲﴾غلبت الروم۔☆________ ۹/۱۶

۳۶۲ ﴿۲۱﴾ومن اٰیٰتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوٓا الیھا وجعل بینکم مودۃً ورحمۃً ط ان فی ذٰلک لاٰیٰتٍ لقوم یتفکرون۔☆۔ ۹/۱۶

۳۶۳ ﴿۳۱﴾منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلٰوۃ ولاتکونوا من المشرکین۔☆________ ۹/۱۷

۳۶۴ ﴿۳۹﴾وما اٰتیتم من ربا لیربوا فیٓ اموال الناس فلایربوا عند اللہ ج

وما اٰتیتم من زکٰوۃ تریدون وجه الله فاولٰئک هم المضعفون۔☆۔ ۱۸/۹

۳۶۵　〈۴۷〉ولقد ارسلنا من قبلک رسلا الی قومهم فجآء وهم بالبیٰنٰت فانتقمنا من الذین اجرموا ط وکان حقًا علینا نصر المؤمنین۔☆۔ ۱۹/۹

۳۶۵　〈۵۱〉ولئن ارسلنا ریحًا فراوہ مصفرًا لظلوا من بعدہ یکفرون۔☆۔ ۲۲/۹

۳۶۶　〈۵۲〉فانک لاتسمع الموتٰی ولاتسمع الصم الدعآء اذا ولوا مدبرین۔☆۔ ۲۲/۹

۳۶۷　〈۵۳〉ومآانت بهٰذا العمی عن ضٰللتهم ط ان تسمع الامن یؤمن باٰیٰتنا فهم مسلمون۔☆۔ ۲۲/۹

سورۃ لقمان

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

۳۶۸　〈۱۰〉خلق السمٰوٰت بغیر عمد ترونها والقٰی فی الارض رواسی ان تمید بکم وبث فیها من کل دآبۃٍ ط وانزلنا من السماء ماء فانبتنا فیها من کل زوج کریم۔☆۔ ۲۸/۹

۳۶۹　〈۳۴〉ان الله عنده علم الساعة ج وینزل الغیث ج ویعلم مافی الارحام ط وماتدری نفس ماذا تکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارضٍ تموت ط ان الله علیم خبیر۔☆۔ ۳۱/۹

سورۃ السجدة

بسم الله الرحمن الرحیم

۳۷۰　〈۱۱〉قل یتوفٰکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الٰی ربکم ترجعون۔☆۔ ۴۸/۹

سورة الاحزاب

بسم الله الرحمن الرحیم

۳۷۱ ﴿۴﴾ماجعل الله لرجلٍ من قلبین فی جوفہٖ ج وماجعل ازواجکم الّٰیٔ تظٰھرون منھن امھٰتکم ج وماجعل ادعیآء کم ابناء کم ط ذٰلکم قولکم بافواھکم ط والله یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔☆__________ ۹/۴۹

۳۷۲ ﴿۶﴾النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہٗ امھٰتھم ط واولو الارحام بعضھم اولٰی ببعضٍ فی کتٰب الله من المؤمنین والمھٰجرین الآ ان تفعلوٓا الٰی اولیٰئکم معروفًا ط کان ذلک فی الکتٰب مسطورًا۔☆۹/۵۰

۳۷۳ ﴿۱۳﴾واذ قالت طآئفۃ منھم یٰاھل یثرب لامقام لکم فارجعواج و یستاذن فریق منھم النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ ط وما ھی بعورۃ ج ان یریدون الا فرارًا۔☆__________ ۹/۵۵

۳۷۴ ﴿۲۱﴾لقد کان لکم فی رسول الله اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا الله والیوم الاٰخر وذکرالله کثیرًا۔☆__________ ۹/۵۶

۳۷۵ ﴿۳۳﴾ وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ واقمن الصلٰوۃ واٰتین الزکٰوۃ واطعن الله ورسولہ ط انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا۔☆__________ ۹/۵۸

۳۷۶ ﴿۳۶﴾وما کان لمؤمنٍ ولا مؤمنۃٍ اذا قضی الله ورسولہٗ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ط ومن یعص الله ورسولہ فقد ضل ضلٰلاً مبینا۔☆__________ ۹/۵۹

۳۷۷ ﴿۳۷﴾واذ تقول للذیٓ انعم الله علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق الله وتخفی فی نفسک ماالله مبدیہ وتخشی الناس ج والله احق ان تخشٰہ ط فلما قضٰی زید منھا وطرًا زوجنٰکھا لکی لایکون علی المؤمنین حرج فیٓ ازواج ادعیآئھم اذا قضوا منھن وطرًا ط وکان امرالله مفعولاً ۔☆__________ ۹/۶۱

۳۷۸ ﴿۴۰﴾ماکان محمد ابآ احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین ط وکان اللہ بکل شیء علیمًا۔☆ __________ ۹/ ۶۴

۳۷۹ ﴿۴۱﴾یٰایھاالذین اٰمنوا اذکروا اللہ کثیرًا۔☆ __________ ۹/ ۶۹

۳۸۰ ﴿۵۶﴾ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی ط یٰایھاالذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا۔☆ __________ ۹/ ۷۲

۳۸۱ ﴿۵۷﴾ان الذین یؤذ ون اللہ ورسولہٗ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابًا مھینًا۔☆ __________ ۹/ ۷۳

۳۸۲ ﴿۵۸﴾والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانًا واثمًا مبینا۔☆ __________ ۹/ ۷۳

سورۃ سبأ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۸۳ ﴿۱۳﴾یعملون لہ مایشآء من محاریب وتماثیل وجفانٍ کالجواب وقدورٍ رٰسیٰت ط اعملوآ اٰل داوٗد شکرًا ط وقلیل من عبادی الشکور ۔☆ __________ ۹/ ۷۵

۳۸۴ ﴿۱۹﴾فقالوا ربنا بٰعد بین اسفارنا وظلموآ انفسھم فجعلنٰھم احادیث ومزقنٰھم کل ممزقٍ ط ان فی ذٰلک لاٰیٰت لکل صبارٍ شکور۔☆ __________ ۹/ ۷۵

۳۸۵ ﴿۲۸﴾ومآ ارسلنٰک الا کآفۃً للناس بشیرًا ونذ یرًا ولٰکن اکثر الناس لایعلمون۔☆ __________ ۹/ ۷۶

سورۃ فاطر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۸۶ ﴿۱۰﴾من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعًا ط الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ ط والذین یمکرون السیاٰت لھم عذاب

شدید ط ومکر اولٰئک ھو یبور۔☆________ ۹/ ۸۲

۳۸۷ ﴿۱۶﴾ان یشا یذھبکم ویات بخلقٍ جدید۔☆________ ۹/ ۸۲

۳۸۸ ﴿۱۷﴾وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔☆________ ۹/ ۸۲

۳۸۹ ﴿۱۸﴾ ولاتزر وازرۃ وزر اخرٰی ط وان تدع مثقلۃ الی حملھا لایحمل منہ شیءٌ ولو کان ذا قربیٰ ط انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلٰوۃ ط ومن تزکیٰ فانما یتزکٰی لنفسہٖ ط والی اللہ المصیر۔☆۹/۸۳

۳۹۰ ﴿۳۲﴾ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا من عبادنا ج فمنھم ظالم لنفسہٖ ج ومنھم مقتصد ج ومنھم سابق بالخیرٰت باذن اللہ ط ذٰلک ھو الفضل الکبیر۔☆________ ۹/ ۸۳

۳۹۱ ﴿۴۱﴾ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ج ولئن زالتآ ان امسکھما من احدٍ من بعدہٖ ط انہ کان حلیمًا غفورًا۔☆________ ۹/ ۸۶

سورۂ یٰس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۹۲ ﴿۱۲﴾ انا نحن نحی الموتٰی ونکتب ماقدموا واٰثارھم ط وکل شیءٍ احصینٰہ فیٓ امام مبین۔☆________ ۹/ ۱۰۹

۳۹۳ ﴿۱۲﴾وکل شیءٍ احصینٰہ فیٓ امام مبین۔☆________ ۹/ ۱۱۴

۳۹۴ ﴿۶۹﴾وماعلمنٰہ الشعر ومایبنغی لہ ط ان ھو الا ذکر وقراٰن☆________ ۹/ ۱۱۴

۳۹۵ ﴿۷۱﴾اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینآ انعامًا فھم لھا مالکون۔☆________ ۹/ ۱۱۴

۳۹۶ ﴿۷۲﴾وذللنھا لھم فمنھا رکوبھم ومنھا یاکلون۔☆________ ۹/ ۱۱۶

۳۹۷ ﴿۷۳﴾ ولھم فیھا منافع ومشارب ط افلایشکرون۔☆________ ۹/ ۱۱۶

سورۃ الصافات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۹۸ 〈۹۶〉واللہ خلقکم وما تعملون ۔☆______۹/۱۲۲

۳۹۹ 〈۱۲۳〉وان الیاس لمن المرسلین ۔☆______۹/۱۲۲

سورہ ص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۰۰ 〈۲۴〉 قال لقد ظلمک بسؤال نعجتک الیٰ نعاجہ ط وان کثیرًا من الخلطآء لیبغی بعضھم علی بعضٍ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وقلیل ماھم ط وظنّ داؤد انما فتنّٰہ فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب۔☆______۹/۱۲۳

۴۰۱ 〈۳۰〉ووھبنا لداؤد سلیمٰن ط نعم العبد ط انہ اواب۔☆______۹/۱۲۶

۴۰۲ 〈۳۱〉 اذ عرض علیہ بالعشی الصّٰفنٰت الجیاد ۔☆_۹/۱۲۶

۴۰۳ 〈۳۲〉 فقال انی احببت حب الخیر ان ذکر ربی ج حتّٰی توارت بالحجاب ۔☆______۹/۱۲۷

۴۰۴ 〈۴۴〉وخذ بیدک ضغثًا فاضرب بہ ولاتحنث ط انا وجدنٰہ صابرًا ط نعم العبد ط انہٗ اواب ۔☆______۹/۱۲۴

سورۃ غافر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۰۵ 〈۱〉 حٰمٓ۔

۴۰۶ 〈۲〉 تنزیل الکتٰب من اللہ العزیزالعلیم ۔☆______۹/۱۳۲

۴۰۷ 〈۳〉 غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب لا ذی الطول ط

لآ الٰہ الا ھو ط الیہ المصیر۔☆______________ ۹/۱۳۲

۴۰۸　〈۴۶〉النار یعرضون علیھا غدوًا وعشیًا ج ویوم تقوم الساعۃ قف ادخلوٓا اٰل فرعون اشد العذاب۔☆__________ ۹/۱۳۳

۴۰۹　〈۵۵〉فاصبر ان وعداللہ حق واستغفرلذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار۔☆______________ ۹/۱۳۵

۴۱۰　〈۶۰〉وقال ربکم ادعونی استجبلکم ط ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۔☆__________ ۹/۱۴۲

سورہ فصلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۱۱　〈۲۱〉وقالوالجلودھم لم شھد تم علینا ط قالوآ انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء وھو خلقکم اول مرۃ والیہ ترجعون ۔☆______________________ ۹/۱۴۹

۴۱۲　〈۳۳〉ومن احسن قولاً ممن دعآ الی اللہ وعمل صالحًا وقال اننی من المسلمین۔☆______________ ۹/۱۴۹

۴۱۳　〈۴۱〉ان الذین کفروا بالذکر لما جآءھم ج وانہ لکتٰب عزیز۔☆______________________ ۹/۱۴۹

سورۃ الشوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۱۴　〈۲۱〉ام لھم شرکٰٓؤا شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ ط ولولا کلمۃ الفصل لقضی بینھم ط وان الظٰلمین لھم عذاب الیم۔☆______________________ ۹/۱۵۴

۴۱۵　〈۲۵〉وھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیأت

ویعلم ماتفعلون۔☆________________۹/۱۵۹

۴۱۶ ﴿۲﴾ذٰلک الذی یبشر اللہ عبادہ الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت ط قل لآ اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربٰی ط ومن یقترف حسنۃً نزدلہ فیہا حسنًا ط ان اللہ غفور شکور ۔☆________________۹/۱۶۰

سورۃ الزخرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۱۷ ﴿۱۸﴾اومن ینشؤا فی الحلیۃ وھو فی الخصام غیر مبین۔☆________________۹/۱۶۲

۴۱۸ ﴿۳۶﴾ومن یعش عن ذکرالرحمٰن نقیض لہ شیطٰناً فھو لہ قرین۔☆________________۹/۱۶۲

۴۱۹ ﴿۳۷﴾وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون ۔☆________________۹/۱۶۲

۴۲۰ ﴿۳۸﴾حتّٰی اذا جآءنا قال یٰلیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین ۔☆________________۹/۱۶۳

۴۲۱ ﴿۳۹﴾ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون ۔☆________________۹/۱۶۳

سورۃ الاحقاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۲۲ ﴿۱۵﴾ووصینا الانسان بوالدیہ احسٰنًا ط حملتہ امہ کرھًا ووضعتہ کرھًا ط وحملہ وفصٰلہ ثلٰثون شھرًا ط حتّٰی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃً لا قال رب اوزعنیٓ ان اشکر نعمتک التی

انعمت علی وعلٰی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰه واصلح لی فی ذریتی ج انی تبت الیک وانی من المسلمین ۔☆______۹/۱۶۴

سورۃ محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۲۳ ﴿۱۳﴾وکاین من قریۃٍ ھی اشد قوۃً من قریتک التیٓ اخرجتک ج اھلکنٰھم فلاناصر لھم ۔☆__________۹/۱۶۶

۴۲۴ ﴿۱۹﴾فاعلم انه لآ اٰله الا اللہ واستغفرلذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت ط واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم ۔☆________۹/۱۶۶

۴۲۵ ﴿۳۳﴾یٓایھاالذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعواالرسول ولاتبطلوآ اعمالکم ۔☆______________۹/۱۶۷

سورۃ الفتح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۲۶ ﴿۲﴾لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخرویتم نعمته علیک ویھدیک صراطاً مستقیمًا۔☆__________۹/۱۶۸

۴۲۷ ﴿۸﴾انا ارسلنٰک شاھدًاومبشرًا ونذیرًا۔☆______۹/۱۶۹

۴۲۸ ﴿۹﴾لتؤمنوا باللہ ورسوله وتعزروہ وتوقروہ ط وتسبحوہ بکرۃً واصیلاً۔☆______________۹/۱۶۹

۴۲۹ ﴿۲۵﴾ھم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام والھدی معکوفًا ان یبلغ محله ط ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنٰت لم تعلموھم ان تطؤھم تصیبکم منھم معرۃ بغیر علم ج لیدخل اللہ فی رحمته من یشآء ج لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابًا الیمًا۔☆______________۹/۱۷۰

۴۳۰ ﴿۲۹﴾ محمد رسول اللہ ط والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم ترٰھم رکعًا سجدًا یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانًا ز سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ط ذٰلک مثلھم فی التورٰۃ ج ومثلھم فی الانجیل کزرعٍ اخرج شطأہٗ فاستغلظ فاستوٰی علی سوقہٖ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار ط وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت منھم مغفرۃً واجرًا عظیمًا۔☆ ۹/۱۷۱

سورۃ الحجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۳۱ ﴿۲﴾ یٰایھا الذین اٰمنوا لاترفعوآ اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعضٍ ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔☆ ۹/۱۷۵

۴۳۲ ﴿۳﴾ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوٰی ط لھم مغفرۃ واجر عظیم ۔☆ ۹/۱۷۶

۴۳۳ ﴿۶﴾ یٰایھا الذین اٰمنوآ ان جآء کم فاسق بنبإ فتبینوآ ان تصیبوا قومًا بجھالۃٍ فتصبحوا علٰی مافعلتم ندمین۔☆۔ ۹/۱۸۳

۴۳۴ ﴿۷﴾ واعلموآ ان فیکم رسول اللہ ط لو یطیعکم فی کثیرٍ من الامر لعنتم ولٰکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان ط اولٰئک ھم الراشدون۔☆ ۹/۱۸۵

۴۳۵ ﴿۸﴾ فضلاً من اللہ ونعمۃً ط واللہ علیم حکیم ۔☆ ۹/۱۸۵

۴۳۶ ﴿۹﴾ وان طآئفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما ج فان بغت احدٰیھما علی الاخرٰی فقاتلوا التی تبغی حتّٰی تفیٓء الیٰ

امراللہ ج فان فآءت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا ط ان اللہ یحب المقسطین ۔☆__________ ۱۸۶/۹

۴۳۷ ﴿۱۰﴾ انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم ج واتقوااللہ لعلکم ترحمون۔☆__________ ۱۹۲/۹

۴۳۸ ﴿۱۱﴾ یٰایھاالذین اٰمنوا لایسخر قوم من قوم عسٰی ان یکون خیرمنھم ولانسآء من نسآء عسٰی ان یکن خیرًا منھن ج ولا تلمزوٓا انفسکم ولا تنابزوابالالقاب ط بئس الاثم الفسوق بعد الایمان ج ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظٰلمون۔☆__________ ۱۹۳/۹

۴۳۹ ﴿۱۲﴾ یٰایھاالذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن ز ان بعد الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ط ایحب احد کم ان یاکل لحم اخیہ میتًا فکرھتموہ ط واتقوااللہ ط ان اللہ تواب الرحیم ۔☆__________ ۱۹۵/۹

﴿۱۳﴾ یٰایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکرٍ وانثٰی وجعلنٰکم شعوبًا و قبآئل لتعارفوا ط ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ط ان اللہ علیم خبیر۔☆__________ ۱۹۵/۹

سورۃ الذاریات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۴۰ ﴿۲۴﴾ ھل اتٰک حدیث ضیف ابرٰھیم المکرمین ۔☆ ۱۹۵/۹

۴۴۱ ﴿۲۵﴾ اذ دخلوا علیہ فقالوا سلٰمًا ط قال سلٰم ج قوم منکرون۔☆__________ ۱۹۵/۹

۴۴۲ ﴿۲۶﴾ فراغ الٰی اھلہ فجآء بعجلٍ سمین۔☆__________ ۱۹۵/۹

۴۴۳ ﴿۵۵﴾ وذکر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین ۔☆__________ ۱۹۸/۹

سورۃ النجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۴۴ ﴿۱۱﴾ما کذب الفؤاد ما رأی۔☆________۹/۲۰۰

۴۴۵ ﴿۱۳﴾ولقد راٰہ نزلۃً اخرٰی ۔☆________۹/۲۰۱

۴۴۶ ﴿۱۴﴾ عندسدرۃ المنتھی۔ ☆________۹/۲۰۲

۴۴۷ ﴿۳۲﴾الذین یجتنبون کبآئرالاثم والفواحش الا اللمم ط ان ربک واسع المغفرۃ ط ھو اعلم بکم اذ انشاء کم من الارض واذ انتم اجنۃ فی بطون امھٰتکم ج فلاتزکوا انفسکم ط ھو اعلم بمن اتقٰی۔☆________۹/۲۰۳

سورۃ القمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

۴۴۸ ﴿۱﴾ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔☆________۹/☆۲۰۴

۴۴۹ ﴿۲﴾وان یروا اٰیۃً یعرضوا ویقولواسحرمستمر۔☆__۹/۲۰۵

۴۵۰ ﴿۳﴾ وکذبوا واتبعوا اھوآء ھم وکل امر مستقر۔☆__۹/۲۰۶

۴۵۱ ﴿۱۷﴾ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکرٍ۔☆__۹/۲۰۷

سورۃ الرحمٰن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۵۲ ﴿۵﴾ الشمس والقمر بحسبان۔☆________۹/۲۰۹

سورۃ الحدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۵۳ ﴿۳﴾ھوالاول والاٰخر والظاھر والباطن ج وھو بکل شیءٍ علیم ۔☆________۹/۳۸

۴۵۴ ﴿۱۰﴾وَمَالَکُم اَلّا تُنفِقُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وَلِلّٰہِ مِیرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ ط لَایَستَوِی مِنکُم مَن اَنفَقَ مِن قَبلِ الفَتحِ وَقَاتَلَ ط

اُولٰٓئِکَ اَعظَمُ دَرَجَۃً مِنَ الَّذِینَ اَنفَقُوا مِن بَعدُ وَقٰتَلُوا ط وَکُلاًّ وَّعَدَاللّٰہُ الحُسنٰی ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعمَلُونَ خَبِیر۔☆_____ ۲۱۶/۹

۴۵۵ ﴿۲۸﴾ یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتقوا اللہ واٰمنوا برسولہٖ یؤتکم کفلین من رحمتہٖ ویجعل لکم نورًا تمشون بہ ویغفرلکم ط واللہ غفور رحیم۔☆_____ ۲۱۸/۹

۴۵۶ ﴿۲۹﴾ لئلا یعلم اھل الکتٰب الا تقدرون علیٰ شیءٍ من فضل اللہ وان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشآء ط واللہ ذوالفضل العظیم ۔☆_____ ۲۱۹/۹

سورۃ المجادلۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۵۷ ﴿۲﴾ الذین یُظٰھِرُونَ مِنکم من نسآئھم ماھن امھٰتھم ط ان امھٰتھم الا الّٰئِیْ ولدنھم ط وانھم لیقولون منکرًا من القول وزورًا ط وان اللہ لعفو غفور۔☆_____ ۳۲۲/۹

۴۵۸ ﴿۳﴾ وَالذین یظٰھرون من نسآءھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃٍ من قبل ان یتمآسا ط ذٰلکم توعظون بہ ط واللہ بما تعملون خبیر۔☆_____ ۳۳۲/۹

۴۵۹ ﴿۴﴾ فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتمآساج فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینًا ط ذٰلک لتؤمنوا باللہ ورسولہٖ ط وتلک حدود اللہ ط وللکٰفرین عذاب الیم۔☆ ۳۲۴

۴۶۰ ﴿۱۱﴾ یٰاَیُّھا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجٰلس فافسحوا یفسح اللہ لکم ج واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم لا والذین اوتوا العلم درجٰتٍ ط واللہ بما تعملون خبیر۔☆_____ ۲۲۲/۹

۴۶۱ ﴿۱۹﴾ استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ ط اولٰٓئک

حزب الشیطٰن ط الآ ان حزب الشیطٰن هم الخٰسرون۔☆۔۹/۲۲۳

۴۶۲ ﴿۲۲﴾لاتجد قومًا یؤمنون باللّٰه والیوم الاٰخر یوآدون من حآد اللّٰه ورسولهٗ ولو كانوآ اٰبآء هم او ابنآء هم او اخوانهم اوعشیرتهم ط اولٰٓئک کتب فی قلوبهم الایمان وایدهم بروحٍ منه ط ویدخلهم جنّٰتٍ تجری من تحتها الانهٰر خٰلدین فیها ط رضی اللّٰه عنهم ورضوا عنه ط اولٰٓئک حزب اللّٰه ط الآ ان حزب اللّٰه هم المفلحون۔☆۔۹/۲۲۳

سورۃ الحشر

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

۴۶۳ ﴿۷﴾ماافآء اللّٰه علیٰ رسولهٖ من اهل القرٰی فللّٰه وللرسول ولذی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل لا کی لایکون دولةً بین الاغنیاء منکم ط وما اٰتٰکم الرسول فخذوه ق وما نهٰکم عنه فانتهوا ج واتقوا اللّٰه ط ان اللّٰه شدید العقاب۔☆۔۹/۲۲۵

۴۶۴ ﴿۹﴾والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم ولایجدون فی صدورهم حاجةً ممّآ اوتوا ویؤثرون علیٰٓ انفسهم ولو کان بهم خصاصة ط ومن یوق شح نفسه فاولٰٓئک هم المفلحون۔☆۔۹/۲۲۶

سورۃ الممتحنة

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

۴۶۵ ﴿۱﴾یٰٓایها الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء تلقون الیهم بالمودة وقد کفروا بما جآء کم من الحق ج یخرجون الرسول وایاکم ان تؤمنوا باللّٰه ربکم ط ان کنتم خرجتم جهادًا

فی سبیلی وابتغآء مرضاتی ق تسرون الیھم بالمودة صلے وانا اعلم بمآ اخفیتم ومآ اعلنتم ط ومن یفعلہ منکم فقد ضل سوآء السبیل۔☆__________ ۲۲۷/۹

۴۶۶ ﴿۲﴾ان یثقفوکم یکونوا لکم اعدآءً ویبسطوآ الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوء وودوا لو تکفرون ۔☆__________ ۲۲۸/۹

۴۶۷ ﴿۳﴾لن تنفعکم ارحامکم ولآ اولاد کم ج یوم القیٰمة ج یفصل بینکم ط واللہ بما تعملون بصیر ۔☆__________ ۲۲۹/۹

﴿۸﴾لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوآ الیھم ط ان اللہ یحب المقسطین۔☆__________ ۲۲۷/۹

۴۶۸ ﴿۹﴾ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰٓ اخراجکم ان تولوھم ج ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظٰلمون۔☆__________ ۲۲۸/۹

۴۶۹ ﴿۱۰﴾ یٰآیھا الذین اٰمنوا اذا جآءکم المؤمنٰت مھٰجرٰتٍ فامتحنوھن ط اللہ اعلم بایمانھن ج فان علمتموھن مؤمنٰتٍ فلاترجعوھن الی الکفار ط لا ھن حل لھم ولاھم یحلون لھن ط واٰتوھم مآ انفقوا ط ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذآ اٰتیتموھن اجورھن ط ولاتمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا مآ انفقتم ولیسئلوا ماانفقوا ط ذٰلکم حکم اللہ ط یحکم بینکم ط واللہ علیم حکیم ۔☆__________ ۲۳۵/۹

سورة الصف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۷۰ ﴿۴﴾ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا کانھم بنیان مرصوص ۔☆__________ ۲۳۷/۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۷۸ 〈۱۶〉فاتقوا اللہ مااستطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیرًا لانفسکم ط ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون ۔☆______۲۴۸/۹

سورۃ الطلاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۷۹ 〈۱〉یٰایھا النبی اذا طلقتم النسآء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ج واتقوا اللہ ربکم ج لاتخرجوھن من بیوتھن ولایخرجن الآ ان یاتین بفاحشۃٍ مبینۃٍ ط وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ ط لاتدری لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرًا۔☆______۲۴/۹

۲۸۰ 〈۲〉اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضآروھن لتضیقوا علیھن ط ان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتّٰی یضعن حملھن ج فان ارضعن لکم فاٰتوھن اجورھن ج واتمروا بینکم بمعروف ج وان تعاسرتم فسترضع لہ اخرٰی ۔☆___۲۵۱/۹

سورۃ التحریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۸۱ 〈۴〉ان تتوبآ الی اللّٰہ فقد صغت قلوبکما ج وان تظٰھرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین ج والمٰٓئکۃ بعد ذٰلک ظھیر۔☆______۲۵۲/۹

۲۸۲ 〈۵〉عسٰی ربہٗ ان طلقکن ان یبدلہٗ ازوجًا خیرًا منکن مسلمٰت مؤمنٰت قٰنتٰت تٰئبٰت عٰبدٰت سٰئحٰت ثیّبٰت وابکارًا۔☆______۲۲۵/۹

۴۸۳ 〈۶〉یایھا الذین اٰمنوا قوآ انفسکم واھلیکم نارًا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملٰئکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ مآ امرھم ویفعلون مایؤمرون۔☆__________ ۲۵۳/۹

سورۃ الملک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۸۴ 〈۲〉الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً ط وھو العزیز الغفور۔☆__________ ۲۵۴/۹

۴۸۵ 〈۱۴〉الایعلم من خلق ط وھو اللطیف الخبیر۔☆__________ ۲۵۶/۹

۴۸۶ 〈۱۹〉اولم یروا الی الطیر فوقھم صٰٓفّٰت ویقبضن ط مایمسکھن الا الرحمن ط انہ بکل شیء بصیر۔☆__________ ۲۵۷/۹

سورۃ القلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۸۷ 〈۱〉ن ٓ والقلم ومایسطرون۔☆__________ ۲۶۸/۹

۴۸۸ 〈۲〉مآانت بنعمۃ ربک بمجنون۔☆__________ ۲۶۹/۹

۴۸۹ 〈۴〉وانک لعلٰی خلقٍ عظیم ۔☆__________ ۲۶۲/۹

سورۃ المعارج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۹۰ 〈۳۴〉 والذین ھم علیٰ صلاتھم یحافظون۔☆__________ ۲۶۲/۹

۴۹۱ 〈۳۵〉اولٰئک فی جنٰتٍ مکرمون۔☆__________ ۲۶۴/۹

سورۃ نوح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۹۲　〈۲۳〉وقالوا لاتذرن اٰلھتکم ولاتذرن ودًا ولا سواعًا ۙ ولا یغوث ویعوق ونسرًا۔☆________۹/۲۶۵

سورۃ الجن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۹۳　〈۱〉قل اوحی الی انہ استمع نفرمن الجن فقالوآ انا سمعنا قراٰنًا عجبًا۔☆________۹/۲۷۵

۴۹۴　〈۲〉یھدیٓ الی الرشد فاٰمنابہ ؕ ولن نشرک بربنآ احدًا۔☆________۹/۲۶۶

۴۹۵　〈۲۶〉علم الغیب فلایظھر علیٰ غیبہٖ احدًا۔☆____۹/۲۶۸

سورۃ المزمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۹۶　〈۱〉یٰایھا المزمل☆________۹/۲۶۸

۴۹۷　〈۲〉قم الیل الا قلیلاً ۔☆________۹/۲۶۸

۴۹۸　〈۳〉 نصفہٗ اوانقص منہ قلیلاً۔☆۹/________۹/۲۶۸

۴۹۹　〈۴〉اوزد علیہ ورتل القراٰن ترتیلاً۔☆________۹/۲۷۳

۵۰۰　〈۵〉 انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔☆________۹/۲۷۳

۵۰۱　〈۶〉 ان ناشئۃ الیل ھی اشد وطأً واقوم قیلاً۔☆____۹/۲۷۳

۵۰۲　〈۷〉ان لک فی النھار سبحًا طویلاً۔☆________۹/۲۷۳

۵۰۳　〈۸〉واذکراسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً۔☆____۹/۲۷۳

۵۰۴ ﴿۹﴾ رب المشرق والمغرب لآالٰه الا ھو فاتخذہ وکیلاً۔☆__________۲۷۲/۹

۵۰۵ ﴿۱۰﴾ واصبر علیٰ مایقولون واھجرھم ھجرًا جمیلاً۔☆__________۲۷۲/۹

۵۰۶ ﴿۱۱﴾ وذرنی والمکذبین اولی النعمة ومھلھم قلیلاً۔☆__________۲۷۲/۹

☆__________۲۷۲/۹

۵۰۷ ﴿۱۲﴾ ان لدینآ انکالا وجحیمًا، ☆__________۲۷۲/۹

۵۰۸ ﴿۱۳﴾ وطعامًا ذاغصةٍ وعذابًا الیمًا۔☆__________۲۷۲/۹

۵۰۹ ﴿۱۴﴾ یوم ترجف الارض والجبال وکانت الجبال کثیبًا مھیلاً۔☆__________۲۷۲/۹

۵۱۰ ﴿۱۵﴾ انآ ارسلنا الیکم رسولاً ۷ شاھدًا علیکم کمآ ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً۔☆__________۹۔☆۲۷۳/

۵۱۱ ﴿۱۶﴾ فعصیٰ فرعون الرسول فاخذنٰه اخذًا وبیلاً۔☆__________۲۷۲/۹

۵۱۲ ﴿۱۷﴾ فکیف تتقون ان کفرتم یومًا یجعل الولدان شیبًا۔☆__________۲۷۳/۹

۵۱۳ ﴿۱۸﴾ السمآء منفطر به ط کان وعدہ مفعولاً۔☆__________۲۷۳/۹

۵۱۴ ﴿۱۹﴾ ان ھٰذہٖ تذکرة ج فمن شآء اتخذ الیٰ ربه سبیلاً۔☆__________۲۷۳/۹

۵۱۵ ﴿۲۰﴾ ان ربک یعلم انک تقوم ادنٰی من ثلثی الیل ونصفه وثلثه وطآئفة من الذین معک ط والله یقدر الیل والنھار ط علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرؤا ماتیسر من القراٰن ط علم ان سیکون منکم مرضیٰ ۷ واٰخرون یضربون فی الارض یبتغون

مـن فضل الله لا واٰخـرون يقـا تلون فی سبيل الله صلے فاقرؤا ماتيسر منه لا واقيـمـوا الصلوٰة واٰتوالزكوٰة واقرضوا الله قرضًا حسـنًا ط ومـا تـقـدمـوا لانـفسكـم مـن خيـرٍ تجدوه عندالـلـه هو خيـرًاواعـظـم اجـرًا ط واسـتـغـفـروا الـلـه ط ان الـلـه غـفـور رحيم۔☆_______________ ۲۷۴/۹

سورة المدثر

بسم الله الرحمن الرحيم

۵۱۶ 〈۱〉 يٰايها المدثر۔☆_______________ ۲۷۹/۹

۵۱۷ 〈۳〉وربک فکبر۔☆_______________ ۲۸۲/۹

۵۱۸ 〈۴〉وثيابک فطهر۔☆_______________ ۲۸۲/۹

سورة الانسان

بسم الله الرحمن الرحيم

۵۱۹ 〈۲〉 انا خلقنا الانسان من نطفةٍ امشاجٍ صلے نبتليهِ فجعلنٰهُ سميعًا بصيرًا۔☆_______________ ۲۸۳/۹

۵۲۰ 〈۳〉 انا هدينٰه السبيل اما شا كرًاواما كفورًا۔☆_____ ۲۸۳/۹

سورة النبا

بسم الله الرحمن الرحيم

۵۲۱ 〈۳۸〉يـوم يـقـوم الروح والملٰئكة صفًا لا لا يتـكلمون الا من اذن له الرحمٰن وقال صوابًا۔☆_______________ ۲۹۸/۹

سورة النازعات

بسم الله الرحمن الرحيم

سورۃ التکویر

بسم الله الرحمن الرحيم

سورۃ الانشقاق

بسم الله الرحمن الرحيم

سورۃ الاعلی

بسم الله الرحمن الرحيم

سورۃ الغاشیۃ

بسم الله الرحمن الرحيم

سورۃ البلد

بسم الله الرحمن الرحيم

سورۃ الشمس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الضحیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الم نشرح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

سورۃ العلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الماعون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الکوثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ المسد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الاخلاص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الفلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ النا س

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامع الاحادیث مکمل دس جلدوں کا

اجمالی خاکہ

(۱) مقدمہ: تقاریظ مشائخ، تدوین حدیث، حالات محدثین وفقہاء۔ اصطلاحات حدیث

(۲) جلد اول: حدیث (۱) تا (۱۰۱۶) کل احادیث (۱۰۱۶)

(۳) جلد دوم: حدیث (۱۰۱۷) تا (۱۹۴۹) کل احادیث (۹۳۳)

(۴) جلد سوم: حدیث (۱۹۵۰) تا (۲۸۰۰) کل احادیث (۸۵۱)

(۵) جلد چہارم: حدیث (۲۸۰۱) تا (۳۶۶۳) کل احادیث (۸۶۳)

(۶) جلد پنجم: فہارس۔ فہرست آیات، احادیث، عنوانات، مسائل ضمنیہ، اطراف حدیث، حالات راویان حدیث،

(۷) جلد ششم: حدیث (۳۶۶۴) تا (۴۱۳۴) کل احادیث (۴۷۱)

(۸) جلد ہفتم: تفسیر سورۂ فاتحہ تا سورۂ نساء کل آیات (۱۳۲)

(۹) جلد ہشتم: تفسیر سورۂ مائدہ تا سورۂ فرقان کل آیات (۲۱۶)

(۱۰) جلد نہم: تفسیر سورۂ شعراء تا سورۂ ناس کل آیات (۲۱۷)

تلک عشرۃ کاملۃ